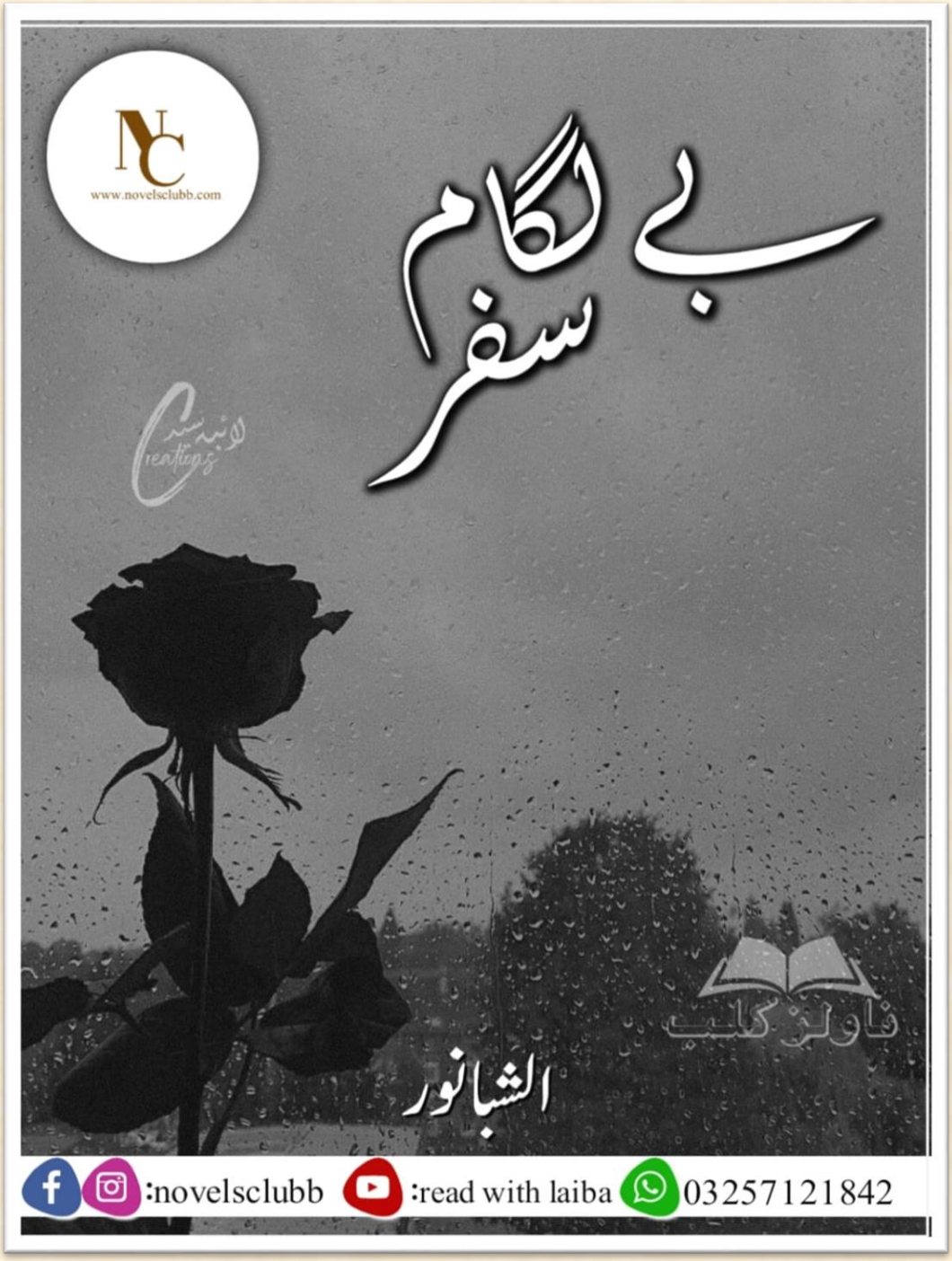
www.novelsclubb.com
بے لگام سفر
ناولز کلب
الشبا نور
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

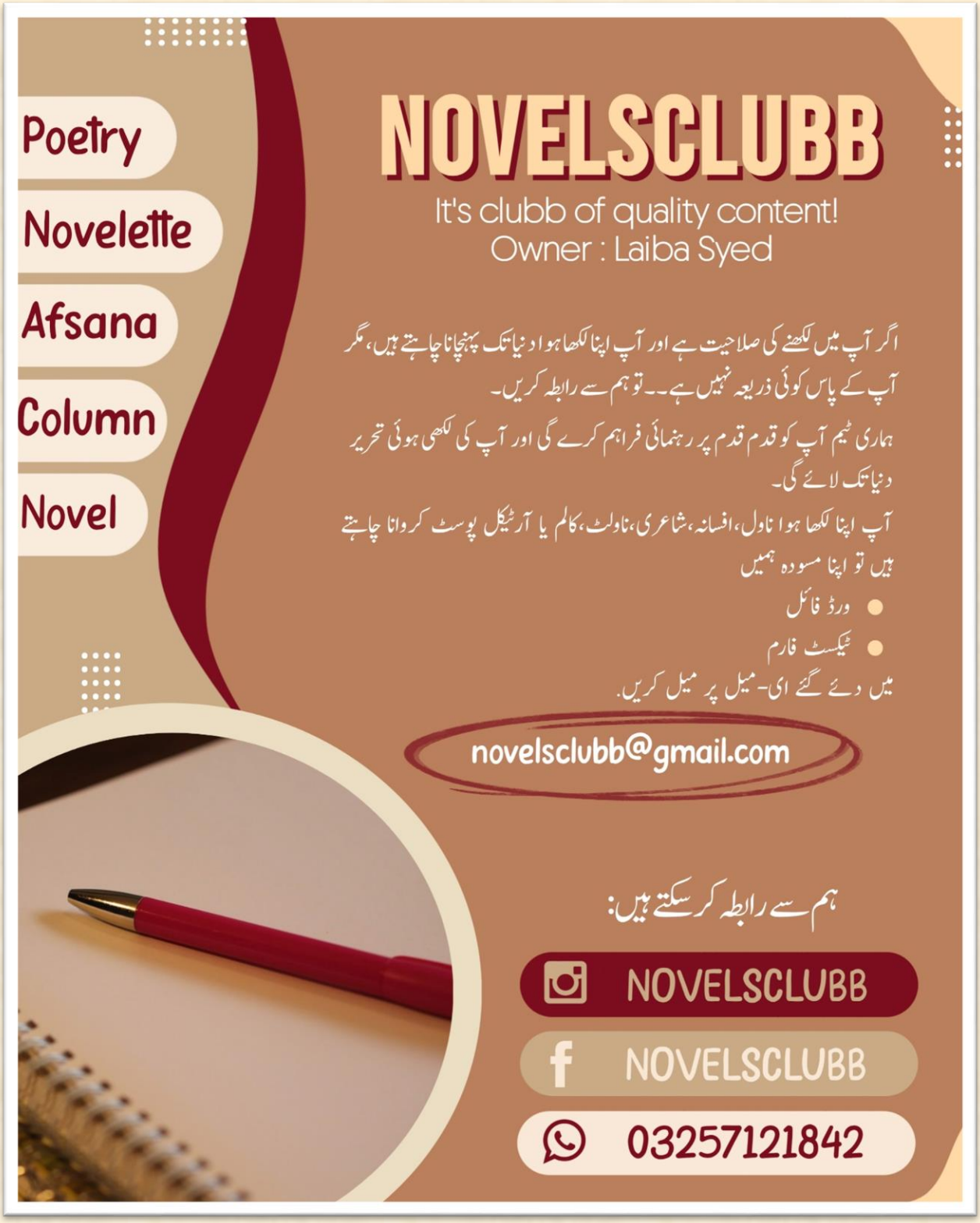
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بے لگام سفر

از قلم

الشبا نور

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"دنیا میں بہت سے مشکل کام ہیں، لیکن انتظار---"وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

"انتظار بہت تکلیف دہ ہے ایک ایک سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔"چند لمحوں کی خاموشی دونوں کے بیچ حائل رہی پھر وہ مزید بولی۔

"کسی کا انتظار کرنا اتنا مشکل ہے جتنا کہ چاند اور ستاروں کا آپس میں مل جانا(سونے پر سہاگہ)۔"وہ کھڑکی سے سر ٹکائے دور آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔وہ بادلوں کے جھنڈ میں کہیں ڈوبتا جا رہا تھا،بالکل اُس کی اپنی ذات کی طرح جوان دیکھی دلدل میں دھنستی جا رہی تھی۔ پھر وہ پلٹی تو منظر کچھ مزید واضح ہوا،وہ ایک نہایت وسیع اور خوبصورت کمرہ تھا،جس میں رکھی ہر چیز سفید اور سرمئی رنگ کے امتزاج کی تھی،جو اس کمرے میں رہنے والے کے اعلیٰ ذوق کی عکاسی کرتی تھی۔ کمرے کے درمیان میں ایک کنگ سائز بیڈ تھا جس کے اوپر دیوار پر ایک تصویر لگی تھی،جس میں ایک خوبصورت لڑکی کچھ لوگوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی نظر آ رہی تھی۔یہ یقیناً اُس لڑکی کے ماں باپ تھے۔بیڈ سے

کچھ فاصلے پر ایک دیوان سیٹ موجود تھا جس پر ایک لڑکی بیٹھی بہت غور سے اپنے سامنے کھڑی اس لڑکی کو سن رہی تھی جس کی آنکھوں میں گہری اداسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ باہر کے منظر کو مزید واضح دیکھنے کے لیے بالکونی کی طرف جانے لگی تھی۔

"شانزے یہی تو انتظار کا لطف ہوتا ہے۔" عائشہ شانزے کے پیچھے جاتے اُس کی طرف دیکھتے اُسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔ شانزے اس وقت عائشہ کی پھوپھو کے گھر موجود تھی۔

"لط۔۔۔ لطف! لطف کیسے؟" وہ اُسے ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں لطف ہی تو ہے، کسی ایسے سفر پر نکل پڑنا جس میں یہ نہ پتہ ہو کہ اختتام پر منزل ملنی ہے یا نہیں۔" وہ بھی اب اُس کے ساتھ بالکونی میں کھڑی ہوئی تھی۔

"نہیں عائشہ نہیں!! یہ لطف نہیں یہ ایک گہری اذیت ہے اور تم جانتی ہو، اس اذیت میں وقت کا ایک ایک لمحہ ایسے گزرتا ہے جیسے صدیوں کے برابر ہو، جیسے۔۔۔ بارش کے انتظار میں پودے کو پانی نہیں دو اور آپ اُس سے ہریالی کی آرزو رکھو"۔ بولتے ہوئے آخر میں اُس کی آواز میں نمی گھل گئی شاید وہ گہرے کرب سے گزر رہی تھی۔ یہ اندر کی تپش تھی جو

چہرے پر جھلک رہی تھی، ورنہ دسمبر کی سرد راتوں میں ایسی حالت کا ہونا ناممکنات میں سے تھا۔

"پانی کے انتظار میں پودا سوکھ جاتا ہے عائشہ۔۔۔ایسے ہی میں انتظار کرتے کرتے ختم ہوتی جا رہی ہوں۔" اُس کی آنکھ سے ایک آنسو لڑھک کر گال پر پھسلا تھا۔

"اپنی حالت پر ترس کھاؤ لڑکی تم مضمحل ہوتی جا رہی ہو۔" چائے کا بھاپ اڑاتا کپ پاس پڑے میز پر رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ڈھلنا طلوع ہونے کی نشانی ہے کاش ایسا ہوتا، لیکن! لیکن میں تو دھنستی چلی جا رہی ہوں۔" شانزے کرب زدہ سی مسکرائی تھی۔ اُس نے آج سے پہلے اپنی تکلیف کا اس قدر ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا تھا، لیکن وہ عائشہ تھی اس کی عزیز ارجان سہیلی، عائشہ جانتی تھی کہ قدم رک تو سکتے تھے مگر مڑ نہیں، پھر بھی وہ ہمیشہ کی طرح ایک کوشش کرتی تھی۔ عزیز دوستوں میں کنول اور عائشہ بہت قریب تھے۔ مگر اس کیفیت کا علم صرف عائشہ کو تھا۔ وہ جانتی تھی کہ۔۔۔"کچھ بھی کہنا تو آسان مگر کرنا بے حد مشکل ہے۔ لیکن ایک ہی کام کو کرنے کی بار

بار کوشش کی جائے تو محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی ہے۔"موسم بہت خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ہوا بدن کو چھو کر گزر رہی تھی۔ ہوا کے چھوتے ہی بدن میں سنسنی سی چھا جاتی تھی۔ ہوا کے دوبارہ گزرنے پر وہ بے اختیار جھرجھری لے گئی،پاس لگی درختوں کی بیل کو دیکھتے ہوئے وہ ظن و تحمین میں گم تھی۔

" نہ جانے کس راستے پر چل پڑی،سوچیں اس موسم کے حصار سے
نکال کر اپنے ہمراہ لے گئی ایک الگ جہاں میں"

"دیکھو شانزے کڑوا گھونٹ پی لو۔۔۔شاید اس کے بعد زندگی میں مٹھاس آجائے۔"حل تو آسان تھا مگر حل سے انجان رہنے کا سفر بھی وہ طے کر چکی تھی۔یہ ضد تھی یا چاہت وہ اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی۔

"تم چاہتی ہو کہ میں خودکشی کر لوں۔۔۔۔؟"بڑے بے رحم سے لہجے میں پوچھا تھا۔وہ اپنی

ہی دنیا میں موجود گنگنار ہی مگر عائشہ کو جواب دینا اُس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ضروری تھا۔

"میں نے تم سے زہر کھانے کو نہیں کہا شانزے۔" وہ بھی نہایت روکھے لہجے میں بولتے ہوئے میز کے ساتھ لگے جھولے میں بیٹھ گئی تھی۔

"یہ میرے لیے زہر سے بڑی موت ہوگی، زہر تو انسان کی جان ایک ساتھ ہی لے لیتا ہے، جبکہ جو تم مجھے کرنے کے لیے کہہ رہی ہو وہ روز ہر لمحہ میری جان لے گا۔" وہ عجیب سے لہجے میں کہتی ہوئی دوبارہ بادلوں میں چھپتے چاند کو اپنی سنہری آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔ پیچھے عائشہ اس پیاری سی لڑکی کو افسوس سے دیکھتے ہوئے بیٹھی رہ گئی تھی۔

▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪

"شانزے آج تمہیں گھر میں بہت ڈانٹ پڑنے والی، تم نے بہت ناجائز حرکت کی ہے۔

میں تمہیں بتا رہی ہوں اس بار میں بھی تمہیں نہیں بچاؤں گی۔"عائشہ اُسے تاکید کرنے میں مصروف تھی۔

"تم مجھے بلیک میل مت کرو جب سب میرا سہارا چھوڑ دیتے ہیں تو بابا کو میں اپنے ساتھ کر لیتی ہوں۔"وہ بہت پختہ ہو کر کہہ رہی تھی۔

"لیکن ایسا کون کرتا ہے؟غلطی تمہاری تھی۔اگر میرے بس میں ہوتا تو میں سارے واقعات اُن کے سامنے رکھ دیتی۔"عائشہ اب بھی ٹماٹر کی طرح لال تھی۔گاڑی کی بریک ٹھیک نہ تھی یہ بات شانزے کو خود بھی معلوم تھی۔وہ ایکسیڈنٹ معمولی سا تھا کیونکہ بریک نے وقت پر کام نہیں کیا،کسی کو نقصان نہیں ہوا تھا۔لیکن وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی۔

"پھر تم یہ سب کر کے کدھر جاتی۔"اب بھی وہ سب جواب بڑے ٹھاٹ سے دے رہی تھی۔دیکھو اگر کچھ ہوتا تو میں مان لیتی مگر جب کچھ ہوا ہی نہیں تو تم کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو؟

"شانزے ڈرنے والوں میں سے نہیں ہے۔" وہ عائشہ کو گھر ڈراپ کر کے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

"سنو! تمہیں ڈر نہیں لگتا اگر میں یہ واقعہ تمہارے گھر والوں کو بتا دوں؟" وہ اب تک شانزے کی ڈھٹائی پر حیران تھی۔ گاڑی کی بریک فیل تھی اس کے باوجود وہ عائشہ کو ساتھ لے گر گئی تھی۔ آخر تم اپنی جان داو پر لگانے سے کب باز آو گی؟

"شانزے کسی سے نہیں ڈرتی اور اب یہ بچوں کی طرح مجھے ڈرانا بند کرو۔" وہ اب گاڑی سے اتر کر اپنے گھر میں داخل ہوئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہاشم اللہ بیگ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بھائیوں میں سب سے بڑے سلیمان بیگ ہیں۔ ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد کزن ایمن سے ہوئی، سلیمان صاحب اور ایمن سلیمان بیگم کے آگے سے تین بچے ہیں۔ بڑے دو بیٹے جن میں سے ایک شامیر سلیمان اور دوسرا وہاج سلیمان ہے، اس سے چھوٹی ان کی بہن کائنات سلیمان ہے۔ ہاشم اللہ کی بیٹی ارفع ندیم جس کی شادی اپنے بھائی خرم بیگ سے پہلے ہوئی اور ان کی ایک ہی بیٹی جو کہ ماہم ندیم ہے۔ ہاشم

اللہ کے دوسرے بڑے بیٹے خرم بیگ نے محبت کی شادی اپنی کلاس فیلو نادیہ سے کی ان کے بھی تین بچے دو بھائی سبحان بیگ اور عمار بیگ جن میں سے بڑے سبحان کی شادی اپنی خالہ کی بیٹی علینا سے ہوئی اور پھر ان سب کے بعد آتی ہے ان سب باپ بھائیوں کی لاڈلی شانزے، نہایت شوخ اور ہنستی مسکراتی، وہ لڑکی جس کا چہرہ ہر وقت خوشی کی چمک سے بھرپور ہوتا تھا۔ اُس کی باتوں میں معصومیت اور چلبلا پن صاف جھلکتا تھا۔ اس کی ہنسی جیسے بہار کی کھلتی ہوئی کلیوں کی یاد دلاتی تھی۔ ہر محفل میں رنگ بکھیر دینے والی، وہ اپنے انداز سے سب کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی تھی۔ وہ ناعاقبت اندیش لڑکی بغیر کسی روک ٹوک کے ساتھ سب کام دل اور ثلثی کے حساب سے کرتی تھی۔ اُس کے لیے کچھ بھی کرنا مشکل نہ تھا۔ وہ جو بات کہتی اُس کا نا مکمل ہونا۔۔۔ ایسا سوچنا بھی نا ممکن تھا۔ خاص خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ ہر کام چاہے وہ کہنا مشکل ہو یا آسان سب گھر والوں سے کہہ دیتی تھی۔ کوئی بات ایسی نہ ہوتی جو نادیہ بیگم کے علم و مکاں میں نہ ہو۔ اگر کبھی کسی بات سے امی روک بھی دیتی تو سفارش کرنے کے طور پر ابو کے سامنے معصوم بن کر سب کو راضی کروا

لیتی تھی۔ یہ بات سب بخوبی جانتے تھے باپ تک بات گئی تو ننانوے فیصد جواب ہاں میں ہو گا، اور جو ایک فیصد انکار ہوتا تو اُس کی وجہ کوئی فضول سی ضد ہوتی جس کا اقرار کرنا سب کے سامنے ناممکن تھا۔ لیکن وہ ایک فیصد انکار گھر کے سامنے یا گھر والوں کو دھوکے میں رکھنے کے لیے ہوتا تھا۔ ہر خواہش جو باپ کے کانوں تک جائے اُس کا مکمل نہ ہونا ناممکنات میں سے تھا۔ اگر امی ابو دونوں راضی نہ ہوں تو جان سے عزیز بھائیوں کے سامنے معصوم بن کر امی ابو کے آگے سفارش کرنے کا کہتی تھی۔

"بھائی میں آپ کی اکلوتی لاڈلی بہن ہوں امی سے کہیں میری بات سے اتفاق کریں، شانزے کبھی غلط نہیں ہوتی ہے۔" یہ جملہ ہر وقت اس کی زبان پر رہتا تھا۔ گھر میں ہلچل ہر وقت موجود رہتی اور اس کی وجہ بھی اس کی نادانیاں تھیں۔ سمجھدار تو وہ تھی مگر اپنے چھوٹے ہونے کا فائدہ اور اپنا سکہ منوانے کا موقع کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

"رونقیں ساری بیٹیوں سے ہوا کرتی ہیں، اگر یہ کلیاں رس جائیں تو جہاں ویران لگتا ہے۔" میں بھلا اپنی چاند سی بیٹی کی بات ٹال سکتا ہوں؟ خرم صاحب تو شانزے کے معاملے میں

بالکل موم تھے،وہ کسی کو یہ حق بھی نہ دیتے تھے کہ کوئی اُس سے اونچی آواز میں بات بھی کرے اور ایسا ہی ہوتا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○

"شانزے اب بس بھی کرو۔۔۔ تم نے اپنا حلیہ بگاڑ رکھا ہے، تمہارا بس نہیں چلتا ورنہ پورا گھر گندا کر ڈالو۔ دیکھو ذرا کسی کے گھر میں خوبصورت گارڈن جگہ جگہ رنگ لگانے کے لیے ہوتا ہے۔۔۔؟"وہ آس پاس کے موجود گھروں کو مخاطب کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"ارے۔۔۔دیکھیں تو سفید رنگ میں باقی رنگ کتنے خوبصورت لگ رہے ہیں۔"اپنی نگاہیں سامنے کینوس سے ہٹا کر اپنے بدن پر ملبوس سفید کرتی پر ڈالی، جو کہ بہت سے رنگوں سے بھر چکی تھی۔

"میرا بچہ میں جانتی ہوں تم ایک ماہر آرٹسٹ ہو، لیکن تم باقی سب سے زیادہ خود پر رنگ کرتی ہو، بھلا یہ کیسی آرٹ ہے۔۔۔۔؟"علینا نے سر سے لے کر پاؤں تک اُس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا، جس کے بال، چہرے، کپڑوں محض ہر جگہ رنگ لگا ہوا تھا۔

"ارے۔۔۔۔ بھابھی۔۔۔یہ تو دل سے کام کرنے کی نشانی ہے،اور رہی بات رنگوں کی تو رنگ نشان چھوڑ ہی دیتے ہیں اب بھلا رنگ نشان نہ چھوڑیں تو وہ رنگ تو نہ ہوئے۔" ہاتھوں سے اپنے حلیے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی اور مسکراتی ہوئی واپس کینوس کی طرف مڑی تھی۔اس پر بنائے ہوئے ایک لینڈ اسکیپ کو مزید رنگ دینے لگی تھی۔

"میں ذرا تمہارے بھائی کو دیکھ لوں،اور تم The shanzay Artist، یہ سارہ پھیلاؤ سنبھال کر آنا اوریا سمین آنٹی کو بولو یہاں کی صفائی کروادیں۔ غضب خدا کا لڑکی دیکھو تو ذرا، تم نے گھاس اور پودوں کا کیا حال کر دیا ہے۔جانتی ہو نا ماما کو اپنے گارڈن اور ان پھولوں سے کتنی الفت ہے،وہ تم سے بہت سخت خفا ہوں گی۔ چلو شاباش اب یہ سب بند کرو۔"علینا اُس جگہ پر نظر ڈالتے ہوئے بولی جہاں کھڑی وہ آرٹ کے سامان کے ساتھ جنگ کر رہی

تھی،ایک چھوٹا سا کپڑا تھا جو ہاتھ صاف کرنے کے لیے پاس پڑا ہوا تھا۔لیکن وہ پہنے ہوئے کپڑوں سے زیادہ صاف تھا۔لگ تو ایسے ہی رہا تھا جیسے کپڑا دور ہونے کی وجہ سے استعمال کرنے کی کلفت ہی نہیں کی گئی تھی۔اپنے کام میں وہ اس قدر سرشار تھی کہ خود کے حلیے کی بھی پرواہ نہیں تھی۔پانی کا جار جو آرٹ کے آلوں کو صاف کرنے کے لیے رکھا گیا تھا۔آس پاس سب کسی نہ کسی جگہ پر بکھرا پڑا ہوا تھا۔ہاتھ پینٹنگ کرنے کی وجہ سے مختلف رنگوں سے بھر چکے تھے،شانزے نے بالوں میں لگے برش کو نکال کر پاس پڑے اسٹینڈ پر رکھا۔وہ جانتی تھی اُس کا حلیہ اس وقت نہایت ابتر ہے۔بال الجھے ہوئے،سراپا رنگوں میں رنگی ہوئی وہ لڑکی ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ لیے علینا بھابھی کی طرف بڑھی تھی۔

"ارے۔۔۔آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ یہ ہرا بھرا خوبصورت گھاس صرف میری وجہ سے اور رنگین ہوتا ہے،بھلا میں اور محنت کیوں کروں۔۔۔اتنا کافی ہے۔"ہلکی سی مسکان کے ساتھ اتراتے ہوئے بولی۔کندھوں پر پڑا ہوا ریشمی سفید رنگ کا دوپٹہ کھسک کر پھر سے بازو تک آیا،ہاتھ پینٹنگ کرنے کی وجہ سے طرح طرح کے رنگوں میں گھل چکے تھے۔

انھی ہاتھوں سے پکڑ کر دوپٹہ پھر سے کندھے پر رکھا تھا۔ہاتھوں پر لگے رنگوں کی بدولت دوپٹہ پھر سے رنگین ہو گیا تھا۔اُس کی اس حرکت پر سامنے کی جانب کھڑی علینا بھابھی نے پھر سے اُسے گھورا تھا۔اُسے معلوم تھا کہ اُس کا حلیہ اس وقت بہت خراب ہے۔وہ ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سامنے کی جانب بڑھی تھی۔ہلکے ہلکے قدم علینا بھابھی کی طرف بڑھائے،وہ جانتی تھی انھیں اس کام میں بالکل دلچسپی نہیں ہے۔اُسے چھوٹی سی شرارت سوجھی تھی۔

"ارے۔۔۔آئیں نا علینا بھابھی آپ کو بھی ان رنگوں سے اور خوبصورت بناؤں۔"ہنسی کو روکا اور ہاتھوں کو آگے کی جانب بڑھاتے ہوئے تیزی سے بھاگی تھی۔

"خبردار!جو میرے پاس آئی،م۔۔۔میں۔۔۔مجھے۔۔۔معاف کر دو فضول میں میں نے تمہیں تنگ کیا ہے۔"انھیں اب پچھتاوا ہو رہا تھا کہ آخر وہ بھی کس کو سمجھانے چلی تھیں۔

"ہر کام سے پہلے ارے۔۔۔کا لفظ کہنا ایسے تھا جیسے اس کے بغیر بات ہی مکمل نہیں ہونی ہو۔"وہ اب باغ میں ایک دوسرے کے پیچھے گھوم رہے تھے۔

"ارے نہیں بھابھی آپ شرمندہ تو نہ ہوں۔ دیکھیں اگر آپ رکی نہ تو یہ رنگوں سے بھرپور ہاتھ پورے منہ پر چھپ جائے گا۔" طنزیہ انداز میں آگاہ کیا۔

"دیکھو۔۔۔۔ کیا تمہیں بھابھی کے منہ پر یہ سندر زیبائش چبھ رہی ہے۔۔۔؟" وہ ابھی کینوس کے ارد گرد ہی گھوم رہے تھے۔

"ارے نہیں۔۔۔۔ بھائی کی دلہن ایسی بات نہیں ہے اس سے آپ اور چمک اٹھیں گی۔ بھابھی جی یہ شانزے بلش آن ہے۔" وہ ہنستے مسکراتے اُن کے قریب جا پہنچی تھی۔

"دیکھو۔۔۔۔ اچھے بچے بڑوں کی بات سنتے ہیں، تم جو کہو گی میں کروں گی، لیکن یہ میرے منہ پر مت لگانا۔" اتنی ہڑبڑی میں وہ بھول چکی تھی کہ اب تک تو رنگ خشک ہو چکا ہونا تھا۔ انھیں بس اپنا مستقبل ان رنگوں سے بچانا تھا۔

"ارے۔۔۔۔ تو پہلے نہیں کہہ سکتی تھی۔ فضول میں اتنی بھاگ دوڑ کروائی ہے۔" کب سے آپ کے ان دو ہونٹوں کے درمیان موجود زبان سے یہ سننے کا اشتیاق چاہ رہی تھی۔ آخر وہ کامیاب ہو چکی تھی۔ ہاتھوں کو نیچے کر لیا اور قدم روک لیے تھے۔ اس سے پہلے کہ علینا

بھابھی رنگ کے لگنے کے ڈر سے باہر آتی اُس نے ہاتھ پیچھے کی جانب باندھ لیے تھے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی ہاتھوں پر لگا رنگ خشک ہو چکا ہے۔

"بتاؤ اب تمہارے دماغ میں کون سا طوفان برپا ہے جو تمہیں تنگ کر رہا ہے۔" انھوں نے اطمینان بخش سانس لیا تھا۔ آخر وہ چہرے کو مختلف قسم کے بے شمار رنگوں سے محفوظ کر چکی تھیں۔

"فی الحال کے لیے زیادہ کچھ نہیں، ایک آئس کریم پارلر ہے بس وہاں تک لے چلیں، اور یہ کہ گھر میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں لگنی چاہیے۔" وہ شان بے نیازی سے اپنی ڈیل سامنے رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"شانزے یہ موسم آئس کریم کھانے کا نہیں ہے۔ ایک تو اس لڑکی کو ٹھنڈ میں بھی سکون نہیں ہے۔ یہ جو کپڑے پہن رکھے ہیں وہ بھی سردی سے محفوظ نہیں کر رہے اور دوسرا اب اسے باہر جا کر آئس کریم بھی کھانی ہے۔" وہ خفا ہوئی تھیں۔

"بس آپ مجھے کھلانے لے کر جا رہی ہیں۔۔۔ اور رہی بات کپڑوں کی تو وہ میں ابھی تبدیل

کر کہ آجاتی ہوں۔"اور آپ تو ویسے بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں جب تک میں آتی آپ گاڑی کی چابی اور اپنا بیگ لے آئیں۔یہ کہہ کر وہ تیار ہونے کے لیے چلی گئی تھی۔

"یاسمین آنٹی۔۔۔۔"علینا بھابھی نے سر جھٹکتے ہوئے یاسمین آنٹی کو آواز دی جو اس گھر میں کام کرتی تھیں۔

"جی بی بی جی۔۔۔۔"دو منٹ بعد وہ اُن کے سامنے حاضر تھیں۔

"یہ ساری جگہ صاف کروادیں اور سارا سامان شانزے بی بی کے آرٹ روم میں رکھوا دیں۔"علینا سامان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یاسمین آنٹی کو ہدایت دے کر گاڑی کی طرف چل دی۔ گھر میں آرٹ روم ہونے کے باوجود اُسے وہاں کام کرنے کو دل نہیں کرتا تھا۔وہ کمرہ صرف سامان سنبھالنے کی حد تک بنا ہوا تھا۔اُسے تازہ ہواؤں کے سنگ پینٹ کرنا پسند تھا۔

"جی بی بی جی۔۔۔۔"مثبت میں سر ہلایا اور کام کرنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

وہ اب گاڑی میں بیٹھی شانزے کا انتظار کر رہی تھیں۔علینا بھابھی گھر میں نادیہ بیگم کو یہ کہہ

کر آئی کہ ہم شاپنگ مال میں جا رہے ہیں۔ شانزے جو کہ تیار ہو کر کمرے سے آتے ہوئے اب سیڑھیوں سے نیچے آ رہی تھی۔ سیاہ رنگ کا ٹراؤزر، سفید کرتا پہنے اوپر سیاہ رنگ کے لونگ کورٹ میں ملبوس وہ اب تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے نیچے آ رہی تھی۔

"آرام سے آؤ اتنی بھی کیا جلدی ہے۔" نادیہ بیگم اُسے تیزی سے آتا دیکھتے ہوئے پریشانی میں بولی تھیں۔ مگر وہ جانتی تھی ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ شانزے کچھ سوچ سمجھ کر کرے۔ وہ تو اپنے قدم بھی سوچے سمجھے بغیر رکھتی تھی۔

"نہیں جلدی تو کوئی نہیں ہے بالکل بھی نہیں ہے جلدی۔۔۔" اچھا اب ہم چلتے ہیں اس سے پہلے کے بھابھی کا موڈ بدل جائے۔ رعب محسوس ہوا اور وہ بھاگی تھی۔

"اللہ حافظ ماما۔" یہ کہہ کر وہ گھر کے گیراج میں چلی گئی تھی۔ شکر ماں کو بھی جانے کا بتا دیا ہے، پاگل لڑکی۔

"کہاں رہ گئی تھی کب سے میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" اُسے گاڑی میں بیٹھتا دیکھتے ہوئے بولی۔

"اب حلیہ درست کرنے میں وقت تو درکار ہوتا ہے نا،اور میں کتنی اچھی ہوں فوراً سے آپ کی بات مان لی اور موٹے کپڑے پہنے ہیں۔" تھوڑی دیر میں شانزے نکھری نکھری سی گاڑی کی طرف آئی اور خود ہی اپنی تعریفیں کرنے میں مصروف ہوئی تھی۔

"ہاں بہت اچھی ہو اب ہم موسم کے حساب سے بس۔۔۔چائے پیین گے۔" موقعے کی مناسبت کو دیکھتے ہوئے بات کہہ دی۔

"بھائی کی بیگم اب میں اتنی بھی اچھی نہیں ہوں،ہم آئس کریم ہی کھائیں گے۔" شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے بولی،اور مجھے اتنی ہی جلدی ہے بھابھی جان،ایک عاشق کی تڑپ کو آپ ابھی نہیں جانتی ہیں۔میں ان ٹھنڈی راتوں میں سرد ہواؤں کے سنگ آئس کریم انجوائے کرنا چاہتی ہوں اور آپ کا کہیں موڈ نہ بدل جائے اس لیے میں کسی قسم کا رسک نہیں لینا چاہتی ہوں۔" اب چلیں بھی بہت ہو گئی نصیحتیں اُن کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"تم سننے والے دن اس دنیا میں آئی ہی نہیں ہو۔اوکے ٹھیک۔۔۔تم کھاؤ آئس کریم اور میں پیوں گی چائے۔" فوراً سے اس گھبراہٹ سے آزاد ہوئی تھیں۔دھیان سے گاڑی چلانا

آج میرا موڈ نہیں ہے کہ میں گاڑی چلاؤں۔

"اور شاید یہ اس کے بولنے کا آخری اور کھوجنے کا پہلا دن تھا۔"شانزے نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنی منزل پر نہیں بلکہ ایک بہت طویل سفر پر نکل پڑی ہے،وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ زندگی اس کے اندر کی زندگی کو کس طرح تباہ کرنے والی تھی۔ کاش کے وہ جان لیتی کہ آج قسمت شانزے کو کہاں مارنے والی تھی تو بلاشبہ وہ اس سفر پر کبھی نہ نکلتی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ گہری نیند سو رہا تھا اتنی گہری کہ اپنے اوپر گرتا ہوا پانی بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ نیند میں وہ اتنا مگن تھا کہ ایمن بیگم کی سب کوششیں رائیگاں تھیں۔"شا میرا اب اور کتنا نہاؤ گے؟ تمہارا بستر امیں نے اب باتھ روم میں لگوا دینا ہے۔"اُن کی ہر ترکیب بے اثر تھی۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوا،اُن کا کچھ بھی کرنا یا کہنا فضول تھا۔

"امی بارش تو رکنے دیں پھر ناشتہ کرنے آؤں گا۔" وہ خوابوں کی دنیا میں گم تھا۔ اُسے یہ سب خواب لگ رہا تھا کہ وہ بارش کے دوران چھت پر ہے اور امی اُسے ناشتے کے لیے بلانے آئی ہیں لیکن وہ ایک خواب نہیں تھا۔ حقیقت میں یہ پانی اُس پر گر رہا تھا۔

"ارے میری نالائق اولاد یہ بارش نہیں پانی ہے جو تجھے اٹھانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔" وہ غصے سے سر پکڑے اُسے گھورتی رہی تھیں۔ جلدی آؤ سب ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔ ساتھ رکھے گے سائیڈ ٹیبل پر سے برتن اٹھانے لگی تھیں۔ کمرے میں کھانے پینے کی چیزوں کے شاپر ہر طرف مضطرب تھے۔ انھیں سمجھ نہیں آیا کیا چیز پہلے اٹھائیں۔ ضرور اس نالائق نے رات بھر فلمیں دیکھی ہیں تب ہی گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے، اور کھانے پینے کا سامان ایسے بکھیر رکھا ہے جیسے کوڑے دان ختم ہو گئے ہوں۔ وہ کمرے کی حالت کو دیکھ کر منہ بسورتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"اچھا امی۔۔۔۔" یہ کہہ کر اُس نے کروٹ بدلی۔ لیکن اٹھنا گوارا نہیں سمجھا تھا۔

"لوگ پانی کے پیاسے ہوتے ہیں۔۔۔۔ لیکن یہ نالائق نیند کا پیاسا ہے۔" پانی کی بوتل کو

سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ مگر دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔

"اب اگر تم پانچ منٹ کے اندر تیار ہو کر نیچے نہ آئے تو اب اس مایوں بیٹھی دلہن کو ابا حضور ہی لینے آئیں گے۔" یہ کہہ کر وہ مڑی ہی تھی کہ شامیر نے فوراً سے اٹھ کر ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ وہ جانتا تھا سونے کے معاملے میں پاپا کوئی اعتدال نہیں کرتے ہیں۔

"امی۔۔۔ ناراض کیوں ہو رہی ہیں۔ میں لیٹا ہوا تھا، نہ کہ بیٹھا ہوا۔" منہ بسورتے ہوئے فوراً سے کہا۔ اُسے مایوں بیٹھی دلہن والی بات ہضم نہ ہوئی تھی۔ ابو کا نام آنے کی دیر تھی سب خواب اڑ گئے تھے۔ آنکھوں کو ملتے ہوئے وہ نہایت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔ بکھرے ہوئے بالوں کو انگلیوں کی پوروں سے سنوارنے میں مصروف ہوا، لیکن اب بھی اُس کی آنکھیں بند تھیں۔

"شامیر تم کب بڑے ہو گے، اب بس بہت ہو گیا تمہاری شادی کر دینی چاہیے۔" یہ کہہ کر انھوں نے ہاتھ چھڑایا تھا۔

دنیا کی نظر میں وہ ایک قابل اور سلجھا ہوا انسان تھا، مگر اپنے گھر والوں کی نظروں میں وہ

ایک نکما اور نالائق انسان تھا۔ شامیر سلیمان ہر کام وقت پر کرنے کا عادی تھا۔ مگر ساری چھٹیاں سو کر گزارتا، سونے کے معاملے میں وہ بہت خود غرض تھا۔

باہر اور گھر کے ماحول میں وہ دو الگ قیاس میں رہتا تھا۔ اُس کی خاص خصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ رات کو "وہ گھڑی پہن کر اور کمرے میں اندھیرا کر کہ سوتا تھا۔ صبح وقت معلوم کرنے کے لیے وہ موبائل کی ٹارچ آن کرتا اور گھڑی سے وقت دیکھتا تھا۔ "اُس کا رہنے کا ایک منفرد انداز تھا۔ وہ دو طرح کی زندگیاں جیتا تھا۔

"شادی۔۔۔۔ امی یہ شادی کہاں سے آ گئی ہے۔ یعنی اتوار کے دن بھی میں سکون سے نہیں سو سکتا ہوں۔۔۔۔؟ شادی کے نام پر وہ چڑ سا گیا۔ ایک تو ہم پروفیسروں کی بھی کوئی زندگی نہیں ہے۔

"ہاں بہت ہو گیا سکون۔۔۔۔ بہت سو لیا سکون سے، اب تمہاری بیوی ہی تمہیں آ کر سدھارے گی، اب تم ہمارے اختیار میں نہیں رہے ہو۔" وہ کمرے میں روشنی کرنے میں مصروف ہوئی تھیں۔ سب پردوں کو پیچھے کیا اور روشنیوں کی لہر سے کمرہ روشنی سے بھر پور

ہو گیا تھا۔

"او۔۔۔ریلی۔۔۔۔" کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔ میں نے نہیں بدلنا، میرے میں کیا کمی جو کوئی مجھے آ کر بدلے گا۔ یہ کہتے ہی نظریں ہاتھ میں پہنی ہوئی گھڑی کی جانب کی تھیں۔ وقت دیکھنے کے لیے واپس وہی حرکت کی جو ہمیشہ سے اُس کا معمول تھا۔ اُس کی اس حرکت سے بھی ایمن بیگم اچھا خاصا خفا ہو جاتی تھیں۔

"یہ تمہاری حرکت ہے ٹائم دیکھنے کی اور تم کہہ رہے ہو تمہارے اندر بدلنے والی عادت کیا ہے۔۔۔۔؟" ایمن بیگم نے بھی موقع پر چوکا مار دیا تھا۔ تمہارے اندر ٹھیک کیا ہے پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ۔ یہ آس پاس پڑا گندیہ دِکھائی نہیں دے رہا۔۔۔؟ چاروں اطراف کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔ خود کو کیا سنبھالنا تمہارا خود کا کمرہ بکھرا پڑا ہوا ہے۔ اچھا ہے بہو آ کر سب سنبھال لے گی اور یہ جو تمہاری عقل ہے اس پر بھی نظر ثانی فرمائے گی۔

"امی بس۔۔۔۔۔" آج اُسے لگ رہا تھا کہ آغاز شادی کے نام سے ہوا ہے۔ اب ایمن بیگم کی زبان سے یہ لفظ اتنی جلدی جانے والا نہیں ہے۔

"یا تو تم پاگل ہو یا۔۔۔ موبائل سے ٹائم معلوم نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔؟"بات دبا لی۔ وہ جانتی تھیں کہ ایسا کہنا یہ تو روز کا معمول تھا۔ شامیر بدلنے والوں میں سے نہیں تھا۔

"میں پاگل نہیں میں شامیر سلیمان ہوں، آپ ہی نے تو نام رکھا تھا۔ یاد تو ہو گا۔"ہلکی سے مسکان کے ساتھ وہ بیڈ سے اترا تھا،اور امی جب رات کو دیر تک جاگو تو بھوک تو لگتی نا اس لیے یہ سب نیند میں ہو جاتا ہے۔ وہ بھی آنکھیں کھولے کمرے کو دیکھ کر حیران ہوا۔ لیپ ٹاپ سائیڈ ٹیبل پر پڑا ہوا تھا۔ اُس کے ساتھ چارجر کی تار لگی ہوئی بیڈ کو آ رہی تھی۔ آس پاس ہر طرف فاسٹ فوڈ کے تعفن سے کمرہ آلود تھا۔

"اب تم ہی اس کمرے کو صاف کرو گے۔"لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"جی امی ویسے یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے، لیکن میں رات کو کمرہ صاف کر کر سویا تھا۔ یہ سب پتہ نہیں کیسے ہو گیا ہے۔"وہ بھول گیا تھا کہ ایمن بیگم کے سامنے معصوم بننے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"کوئی بات نہیں رات کو تم نے اپنے حساب سے صفائی کی اور ابھی تم ویسے کرنا جیسے میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بتاؤں گی۔"وہ ہاتھوں میں موجود برتنوں کو بھی اب ٹیبل پر رکھ چکی تھیں۔اب صفائی شروع کرو شامیر،ارد گرد ہاتھوں کو لپیٹے وہ اب ایک کونے میں جا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

"امی یہ تو ظلم ہے۔۔۔۔ کیا آپکو مجھ پر خوف و ترس نہیں آتا ہے؟"بچوں کی طرح پاؤں کو زمین پر پٹخا تھا۔میں کتنا خیال رکھتا ہوں آپ کا اتنا کوئی اور رکھتا ہے؟"اور یہ کمرہ بھی اب اتنی خراب حالت میں نہیں جو آپ مجھ معصوم کو سزا دے رہی ہیں۔"ہر طرف چپس کے پیکٹ،پاپ کارن اور ہر کھائی ہوئی چیز وہاں موجود تھی۔بس یہ کچھ ڈبوں کو اٹھا کر کوڑے دان میں ڈالنا ہے۔نوٹ آ بگ ڈیل۔۔۔۔(Not a big deal)۔

"تم جیسوں پر خوف و ترس کھانے کو نہیں بلکہ فرش پر لٹا کر دھلائی کرنے کو جی چاہتا ہے۔"اور بس۔۔۔واقعی کچھ ڈبوں کو سمیٹنا ہے آئی نو کوئی بڑی بات نہیں ہے،اس لیے جلدی سے کرو،میرے آنے تک کمرہ صاف ہو۔وہ اپنے آپ کو جتنا ہی سمجھدار کیوں نہ مان لے مگر ایمن بیگم کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

"جی امی۔"ماتھے پر شکنے لائے وہ اپنی سبز آنکھوں سے کمرے کے چاروں کونوں کو دیکھ رہا

تھا۔

"اچھا رہنے دو میں شیلا کو بھیجتی ہوں۔ تم بس ناشتے کے لیے جلدی سے آجاؤ۔" وہ اب کمرے سے باہر جانے کے لیے آگے بڑھی تھیں۔ سزا ختم ہو چکی وہ بھی اس لیے کہ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں آپ بیسٹ امی ہیں تھینکس مائے لو۔" ہاتھوں کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ اب اُن سے گلے ملنے لگا تھا۔

"یہ مکھن مجھے نہیں لگاؤ اسے سنبھال کر رکھو، نیچے جا کر بریڈ پر لگانے کے کام آئے گا۔" ہاتھوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"وہ تو آپ سب جانتی ہیں آپ کو تو اچھے سے یاد ہے۔" شرارتی مسکراہٹ لیے وہ اب ہنس رہا تھا۔

"تم بیٹا صبر کرو مجھے سب یاد ہے۔ آج ہی خرم بھائی سے بات کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔ لیکن وہ ناک سکوڑتا غصے سے لال پڑ گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شامیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور زور سے باتھ روم کا دروازہ بند کر دیا۔ موڈ تو ہمیشہ ہی اُس کا شاش بشاش رہتا تھا مگر شادی کے لفظ سے پہلے پہلے۔

فریش ہو کر وہ اب کمرے میں لگے شیشے کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ بال سنوارتے ہوئے وہ اپنی سبز آنکھوں سے شیشے میں دیکھ کر مسکرایا تھا۔ سفید رنگ کی ٹی شرٹ اور سیاہ رنگ کے ٹراؤزر میں ملبوس وہ بہت پر کشش لگ رہا تھا۔ شرٹ پر کالے رنگ سے ایس (S) ڈیزائن ہوا تھا۔ ہاتھوں میں صرف دائیں ہاتھ کی ایک انگلی میں اینگیجمنٹ کی انگوٹھی ہر وقت موجود رہتی تھی۔ سنہرے رنگ کے بال جن کو وہ سنوارنے میں مگن تھا۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں۔۔۔ کہ وہ خاندان میں 'حسن کا شہزادہ' نام سے جانا جاتا تھا۔ خاندان میں صرف ایک لڑکی کو چھوڑ کر باقی سب اُس کے دیوانے تھے، اور وہ ایک لڑکی شامیر سلیمان کی منگیتر تھی۔

○○○○○○○○○○○

"کدھر جا رہی ہیں؟ بھابھی یہاں سے مڑنا تھا۔" وہ آگے کی طرف جاتا دیکھتے ہوئے بولی۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں صرف پیارے عثمان کی آئس کریم کھاتی ہوں۔" آپ دیکھنا وہ چھوٹا سا بچہ مجھے دیکھتے ہوئے کتنا شادماں ہو گا۔" سر کو اُن کی جانب گھمایا تھا۔

"شانزے سردیوں میں کون آئس کریم بیچتا ہے۔" وہ اُس کی احمقانہ بات پر مسکرائی تھیں۔

"اُس کے پاس ہر وقت آئس کریم موجود ہوتی ہے۔" آپ بس یہاں سے لیفٹ ہوں۔ آبرو اچکاتے ہوئے سامنے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"بس بھابھی یہاں ساتھ ہی پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کر دیں۔" آئس کریم شاپ کے قریب پہنچتے ہی گاڑی روکنے کا کہا۔ یہ کہہ کر وہ گاڑی سے اترنے لگی تھی۔

"کدھر جا رہی ہو۔۔۔؟" گاڑی سے اترتا دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ اُسے تو ہوش ہی نہ تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آئس کریم شاپ کا نام دیکھ کر وہ پاگل ہو گئی تھی، اُس کے پاس اگر پنکھ ہوتے تو اُسے اس طرح جلد باز ہونے کی ضرورت نہ پیش آنی تھی۔

"آئس کریم شاپ پر جا رہی ہوں آپ جب تک گاڑی پارک کر کہ آتی تب تک میں آئس کریم کا آرڈر دے دیتی ہوں۔" اُن کے بلانے پر رکی تھی۔ شانزے نے اُن کے آنے کا بھی انتظار نہ کیا تھا۔ یہ کہہ کر وہ گاڑی سے اتر گئی تھی۔ پاس جا کر وہ متعجب ہوئی تھی۔ شاپ پر عثمان موجود نہ تھا۔ ایک لڑکا جو کہ سیاہ رنگ کے پینٹ کورٹ میں ملبوس تھا۔ آستینیں چھڑی ہوئی۔ وہ حسن کا شہزادہ سیاہ رنگ کے لباس میں اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔ شانزے نے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا اور کچھ سوچنے لگی تھی۔

"یہ آئس کریم والا تو نہیں لگتا ہے۔" حلیے اور پرسنالٹی کو دیکھ کر اندازہ لگایا تھا۔ اپنی سوچ کو قابو میں رکھتے ہوئے قدم آگے کی جانب بڑھائے تھے۔ وہ اپنے کام میں بہت مستغرق تھا۔ نہایت دھیان سے وہ اپنا کام کر رہا تھا۔ اُس کی توجہ صرف آئس کریم آرڈر لینے اور دینے پر تھی۔ شانزے نے لڑکے کی طرف سے دھیان ہٹایا اور قدم آگے کی طرف پھر سے

بڑھائے تھے۔ مگر جب جب قدم آگے کو جا رہے ساتھ ہی انگلیوں کا ایک دوسرے سے مل ملاپ ہو جاتا تھا۔

"السلام علیکم۔" جاتے ساتھ ہی سلام کیا۔ وہ اب خاموشی سے اُس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" وہ کام کرنے میں مصروف تھا۔ دیکھے بغیر جواب دیا تھا۔

"عثمان کدھر ہے۔۔۔ اور آپ کون اور یہاں کیوں؟" ایک ہی ساتھ کئی سوال پوچھ ڈالے تھے۔ عثمان ایک چھوٹا بچہ تھا جو والد کے بیمار ہونے کے بعد چھوٹی سی شاپ پر آئس کریم بیچ کر اپنا اور اپنے باپ کا پیٹ بھرتا تھا۔ والدہ محترمہ کی وفات کے بعد عثمان کا سب کچھ اُس کا باپ ہی تھا۔ وہ ہمیشہ یہاں کی ہی آئس کریم کھاتی تھی۔ یہاں سے آئس کریم لینے کا مطلب اُس کی خیریت کو مدنظر رکھنا تھا۔ وہ اُس کی کافی حد تک مدد بھی کیا کرتی تھی۔

"میں آئس کریم والا ہوں اسی لیے یہاں پر ہوں۔" سامنے کی جانب کھڑے ایک بچے کو آئس کریم دیتے ہوئے جواب دیا۔ ظاہر ہے ہیرو تو ہو نہیں سکتا آئس کریم بیچ رہا تو آئس

کریم والا ہی ہو گا۔ اُس کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

"ویسے آپ آئس کریم والے لگتے تو نہیں ہیں۔" دوبارہ سے سر سے لے کر پاؤں تک حلیے کا جائزہ لیا تھا۔ اتنا بن ٹھن کر تو ایسے آیا ہوا جیسے کوئی ہیرو ہے۔ وہ آزمودہ ہو کر اُسے دیکھتی رہی تھی۔ اُسے سمجھ نہ آیا وہ اُس پر غصہ بھی کر رہی تھی جبکہ پلکوں کو جھپکتے بغیر اُسے یک ٹک دیکھ بھی رہی تھی۔

"جو دکھتا ہے وہ اکثر ویسا نہیں ہوتا۔ آپ بتائیں کون سا فلیور۔۔۔؟" اس بار اپنی نگاہیں ساتھ کھڑی لڑکی کی جانب گھمائی تھیں۔ وہ اُس کی آواز پر متعجب ہوئی تھی۔ شانزے نے اپنی نظریں اُس کے گھنگریالے بالوں سے ہٹا کر زمین کی طرف کی تھیں۔

"عثمان کو بلائیں وہ جانتا ہے کہ میں کون سی آئس کریم کھاتی ہوں۔" ہاتھوں کو گرد لپیٹے وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی تھی۔

"دیکھیں میں ایک دن کے لیے آئس کریم والا ہوں، آج آپ مجھ بیکسی کو اپنی پسند بتا دیں۔ میرے ہاتھ سے آئس کریم لے لیں۔" نہایت معصومیت سے استدعا کی تھی۔ شاید وہ آج

کے دن سے سنگ تراش ہو چکا تھا۔ شکن اُس کے چہرے پر واضح ہو رہی تھی۔ لہجے سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ کافی تھک چکا ہے۔

شانزے نے اُس کے بولنے کے انداز پر اپنی ہنسی مشکل سے روک رکھی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا اگر اُس سے ایک سوال اور پوچھا تو وہ رو دے گا۔ وہ پچیس سے تیس سال کی عمر کہ لگ بھگ کا نوجوان تھا۔ وہ بات کرنے کے انداز پر اُسے دیکھتی رہی تھی یا وہ اپنی نظریں اُس پر سے ہٹا ہی نہیں پا رہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ عثمان کل تک آجائے گا اور آپ پھر نہیں ہوں گے۔۔۔۔؟" سب باتوں کو چھوڑ کر اُس نے اُسی کے بارے میں پوچھا اور اُس کے متعلق ایک اور سوال کیا تھا۔ وہ سب چھوڑ کر اُسے مزید تنگ کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ "نہیں محترمہ میں نہیں ہوں گا عثمان ہی اپنا کام سنبھالے گا۔" وہ ساتھ ساتھ گاہکوں کو آئس کریم دینے میں مصروف تھا۔ وہ اُس کی ایک ایک بات اور لہجے کو نوٹ کر رہی تھی۔ اب وہ اتنی آسانی سے تو آئس کریم لے نہیں سکتی تھی۔ ایک اور شرارت سوجھی۔

"ویسے دل تو نہیں چاہ رہا تنگ کرنے کو مگر ایک سوال اور سہی۔۔۔۔"مشکلوں سے ہنسی روک رکھی تھی۔

"ہوں۔"مثبت میں سر ہلایا تھا۔

"ویسے یہ آپ اتنا تیار ہو کر آئے ہوئے کیا کوئی خاص بات تھی؟"وہ ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے بڑے تجسّس سے پوچھ رہی تھی۔

"محترمہ ہم غریبوں کا بھی دل ہے۔ ہمیں بھی کبھی دل کرتا ہے کہ کچھ اچھا پہنیں اس لیے مزدوری کر کے،بس خرید لیا ہے۔یہ میری اپنی محنت کا ہے۔ویسے آپ کو کوئی اعتراض ہے؟"ساتھ ہی اُس کی جانب کپ آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے روک دیا اور کچھ ٹائم بعد ساتھ کھڑی دوسری لڑکی کو دے دیا تھا۔

دے تو ایسے رہا تھا جیسے گلاب ہو اور پھر آگے بڑھا دیا۔۔پاگل۔

"اچھا۔۔۔چلیں پھر مجھے چاکلیٹ فلیور میں دو آئس کریم دے دیں۔"وہ خوشی سے بولی تھی۔باتوں میں وہ اس قدر مدہوش ہو گئی تھی کہ آئس کریم کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔

"جی محترمہ آپ کی مہربانی۔۔۔"ماتھے سے شکنوں کو ہٹا کر گہرا سانس لیا۔وہ بھی اب اُس کے سوالات سے تنگ آچکا تھا۔

"ویسے آپ کے ہاتھ سے یہ میری پہلی اور آخری آئس کریم ہے۔"وہ نہایت افسردگی سے بولی۔

"جی محترمہ ایسا ہی ہے۔"نہایت دھیمے لہجے میں کہا۔اُس کا بولنے کا انداز ہی دل کو بھا جانے والا تھا۔لیکن وہ کیا تھا جو اُس کا یہ کہنا اُسے اچھا نہیں لگا تھا۔وہ بس اُس کے ہاتھوں کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہی تھی۔پتہ نہیں ایسا کیا ہے،مجھے کیوں کچھ اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ اُس نے اپنا دھیان ہٹایا اور آس پاس کے ماحول کو دیکھا تھا۔

"میری پسندیدہ آئس کریم اور فلیور۔۔واہ۔"اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جلدی سے ساری آئس کریم کھا جائے۔

"میں جانتا تھا کہ آپ کی پسند یہی ہونی ہے۔"ڈبے سے آئس کریم نکال کر اُس کپ کو سنوارنے لگا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟"اس حرکت کو دیکھتے ہوئے فوراً سے اُس کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔

"چاکلیٹ آئس کریم کپ سجا کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے والا ہوں۔"وہ شاید اُس کے بے انتہا سوالوں سے تنگ آچکا تھا۔وہ اجالے سے لے کر اندھیرے تک پہلی لڑکی تھی جو اتنے سوال کر رہی تھی۔ایک دم سے وہ رکا اور دوبارہ سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔"پاگل صارف"دل میں بولے جانے والے الفاظ ہیں لیکن بالکل درست ہیں۔

اُس کا بولنے کا انداز ہی بہت خوبصورت تھا۔وہ نہایت سنجیدہ تھا مگر پھر بھی کوئی بھی اُس کے لہجے سے اور باتوں سے متاثر ہو سکتا تھا۔

"نہیں،بس مجھے ایسے ہی پسند ہے۔آپ ملاوٹ نہیں کریں یہ مجھے اب دے دیں۔"ہاتھ آگے کی طرف بڑھایا،لہجہ اب کی بار دھیما تھا۔

دوسری جانب خاموشی تھی۔

"بس آئس کریم چاکلیٹ فلیور ہو،اس کے علاوہ کچھ نہیں مطلب۔۔۔صرف آئس کریم؟"

پھر کچھ سمجھنے کے بعد الفاظ نکالے اور آئس کریم آگے کی طرف بڑھائی تھی۔

"جی بالکل شکر الحمد للہ آپ کو اپنی بات تو سمجھ آ گئی ہے۔" اُس کی بات دوبارہ سے دہرانے پر وہ عجیب سی ہوئی تھی۔ اب کی بار ہاتھ سے کپ لے لیا تھا۔

وہ اب اُسے دیکھ رہا تھا۔ عجیب پاگل لڑکی ایک آئس کریم میں بھی کچھ برداشت نہیں۔۔۔ اور باتیں اتنی کے کان پک چکے ہیں۔

"اور کتنی دیر ہے جلدی کرو شانزے۔" اتنے میں بھابھی گاڑی پارک کر کہ اُس کے پاس آ پہنچی تھیں۔

"جی۔۔۔ بھابھی ایک میں نے اپنی لیے لی ہے آپ بتائیں کون سی کھائیں گی۔" پیچھے مڑ کر اُن سے پوچھا تھا۔

"بس شانزے ایک ہی بہت، تم کھاؤ میرا دل نہیں ہے۔"

"یہ لیں پیسے۔" شانزے بھابھی کی بات سن کر ہاتھوں میں پیسے لیے آگے کو ہوئی تھی۔

"بس رہنے دیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔" نفی میں سر ہلایا تھا۔ اُس کے لیے اتنا ہی کافی تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہ شکر ہے آخر کار اُس لڑکی کے جانے کا وقت آیا ہے۔ وہ اب باقیوں کے لیے آئس کریم کپ بنانے میں مصروف ہوا تھا۔

"یہ میں نے آئس کریم لی اُس کے پیسے ہیں، ضرورت کیسے نہیں ہے۔؟" ایک آئس کریم کی چمچ منہ میں لیے وہ کلام گوئی کر رہی تھی۔

"وہ عثمان بچے نے کہا تھا کہ جو سادی آئس کریم لے اُس سے پیسے نہیں لینے ہیں۔" بات کو سچ پن کے ساتھ سنبھال لیا تھا۔

"اوکے۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔" شاید یہ وہ ٹریٹ ہے جو میں نے عثمان سے رزلٹ آنے کی خوشی میں مانگی تھی۔ وہ کسی خیال میں گم ہوئی تھی۔ یہ کہہ کر وہ بھابھی کے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔ آئس کریم کھاتے کھاتے اُس نے آخری بار نظر اُس لڑکے کی طرف گھمائی جو اب بھی صرف کام کرنے میں مصروف تھا۔

"تیز چلو شاپنگ بھی کرنی ہے۔" بھابھی نے قدم روکتے ہوئے کہا۔

"جی جی چلیں چلیں۔" اپنی نظر مرکوز کرتے ہوئے وہ ہلکا سا کھلی اور آگے کی جانب چل پڑی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی۔ ارے میں نے اُس سے نام کیوں نہیں پوچھا، اب نہ جانے کب ملاقات ہوتی ہے۔

"یہ فری آئس کریم والا کیا چکر ہے۔" کچھ پل کی خاموشی کے بعد آبرو اچکاتے ہوئے بھابھی نے پوچھا تھا۔

بھابھی عثمان پندرہ سال کی عمر کا ایک چھوٹا بچہ ہے۔ ایک بہت۔۔۔۔ محنتی بچہ، آپ اُس سے مل کر اُس کی قابلیت اور محنت کی دیوانی ہو جائیں گی۔ پہلے اُس کے پاپا محنت کر کہ اپنے بچے کو پالتے تھے، مگر اب اُن کے بیمار ہونے کی وجہ سے سارا کام عثمان سنبھالتا ہے۔ عثمان نے اپنی تعلیم بھی جاری رکھی ہوئی ہے۔ میں اُس کی پڑھائی میں مدد بھی کرتی ہوں اور پڑھائی کے اخراجات میں اُس کا ساتھ بھی دیتی ہوں۔ ابھی اُس کا پنجم کلاس کا رزلٹ آیا ہے۔ یہ اُسی خوشی میں ہے اور میں اُس کی خوشی میں شریک ہوئی ہوں۔ کام کرنے کے باوجود وہ اپنی پڑھائی کے لیے وقت نکالتا ہے۔ بھابھی یہ سب سنبھالنا اتنا آسان نہیں مگر وہ سب کرتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور آپ کو معلوم ہے بھابھی۔۔۔۔۔؟"اُن کی جانب دیکھا۔

"کیا۔۔۔؟"دلچسپی سے اُس کی ساری بات سننے میں مصروف تھی۔

"اُس نے اپنی جماعت میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔"نہایت خوش ہو کر آئس کریم کھانے کے ساتھ ساتھ انھیں سب بتایا تھا۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔وہ واقعی بہت ذہین بچہ ہے۔"وہ اُس کی قابلیت پر نہایت خوش آئینہ ہوئی تھیں۔

"میں نے اُسے ایک موبائل بھی لے کر دیا تاکہ وہ میرے سے رابطے میں رہے۔آپ یہ سمجھیں کہ اُسے میں ہی پڑھاتی ہوں،اور میری محنت رنگ لے آئی ہے۔"نہایت فخر سے بتایا تھا۔

"تم یہ سب کچھ کب سے کرتی آرہی ہو۔۔۔۔۔؟"وہ سر گرداں ہوئی تھیں۔

"بس۔۔۔۔آپ اس بات کو چھوڑیں چلیں اب گھر چلتے ہیں۔"وہ اب مزید اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا نہیں کرو۔۔۔۔ لیکن یہ لڑکا کون تھا۔۔۔؟"ایک اور سوال پوچھا تھا۔

"معلوم نہیں کوئی ہو گا میں نے بھی پہلی بار اُسے یہاں دیکھا ہے۔"شانزے کے قدم رک گئے تھے۔وہ اب اُس لڑکے کی طرف دیکھ کر بات بتا رہی تھی۔

▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪

"ارے ارے ٹھہریے۔۔۔۔۔ایمن بیگم پھول کدھر ہیں؟نواب زادے ناشتے کے لیے آ رہے ہیں۔"سیڑھیوں سے نیچے آتا دیکھتے ہوئے سلیمان صاحب بڑے پر جوش انداز میں بولے تھے۔

دوسری جانب گہری خاموشی تھی۔

شامیر کے قدم رک گئے تھے۔ہاتھ میں پکڑی جیکٹ کو کندھے پر رکھے ٹانگوں کو گرد لپیٹے وہ سیڑھیوں پر کھڑا ہو گیا تھا۔

"آجائیں مہاراجہ اب کیا آپ کے لیے جہاز بھیجوں؟" کافی دیر کی خاموشی کے بعد ایمن بیگم نے بھی گفتگو میں حصہ ڈالا تھا۔ ایک نوالہ بنا کر اُس کی طرف دیکھا اور نیچے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"نہیں۔۔۔۔ میں ناشتے پر نیچے نہیں آؤں گا، پہلے جان نواز پر پھول برسائے جائیں۔" وہ بھی انھی کے انداز میں ماتھے پر آئے گئے شکنوں کو دور کرتے ہوئے بولا تھا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ وہ بھی اب ان کی کھٹی میٹھی باتیں سننے کا عادی ہو چکا تھا۔ یہ کل پانچ افراد ایک دوسرے کا سب کچھ تھے۔ ایک بہن کائنات سلیمان جو کہ پڑھنے کے لیے انگلینڈ گئی ہوئی تھی۔ اور دوسرا بھائی وہاج سلیمان دوستوں کے ساتھ ترکی کے ٹور پر گیا ہوا تھا۔ پیچھے ایک ہی اولاد باقی اس گھر میں رہ گئی تھی جو کہ بد قسمتی سے شامیر سلیمان تھا۔ باقیوں کے حصے کی بھی ڈانٹ سننے کا اب وہ عادی ہو چکا تھا۔ لیکن وہ کسی بھی بات کا غصہ نہیں کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا ماں باپ کا دل اُس کو کھٹی میٹھی باتیں سنانے سے بہل جاتا ہے۔ گھر میں ایمن سلیمان، محمد سلیمان بیگ، شامیر سلیمان اور دو ملازم موجود تھے۔

"بیٹا ابھی نیچے آجاؤ بس کچھ دن اور پھر ہر طرف سے آپ پر پھول برسیں گے۔" ایمن بیگم نے بھی موقعے کی مناسبت کو دیکھتے ہوئے چوکا مار دیا تھا۔ وہ ابھی تک دلہن والی بات پر آمادہ تھیں۔ اب بس انہیں گھر میں بہو کی صورت میں ایک بیٹی چاہیے تھی، جو سلیمان بیگ اور شامیر کے کام پر جانے کے بعد اُن کے ساتھ وقت گزارے۔ لیکن شامیر کا ارادہ کچھ الگ ہی تھا۔

"ابو امی کو دیکھ لیں اب بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔۔؟" اُس کے اختیار میں نہیں تھا کہ وہ کوئی چیز اٹھا کر اپنے سر پر مار دے۔

"بیٹے ان کو تو روز ہی دیکھتے ہیں ہمیشہ کی طرح یہ حسین اور ہم بیچارے مسکین ان کو دیکھنے کے سوا کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتے ہیں۔" سلیمان صاحب باتوں ہی باتوں میں اپنا کام یعنی ایمن بیگم کو اپنے معصوم ہونے کا یقین دلا اور اپنا ناشتہ ختم کر چکے تھے، کہتے ساتھ ہی اپنی نظریں اخبار کی جانب دہرائیں۔ وہ اب اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔

"اچھا میرے بچے اب نیچے ناشتہ کرنے آجاؤ، میری جان نہیں ہو۔" اپنے شوہر کی بات کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگنور کر کہ وہ اب شامیر کو مکھن لگانے میں مصروف ہوئی تھیں۔شاید یہ وہی مکھن تھا جو اوپر کمرے میں پہلے شامیر ایمن بیگم کو لگا رہا تھا۔

"اور اگر نہیں آوں تو۔۔۔۔؟" کندھے اچکائے تھے۔وہ بھی اب بڑے زور و شور سے بولا تھا۔

"تو بیٹا لگتا آپ کو عزت راس نہیں آ رہی ہے، پھول تو نہیں،ہاں۔۔۔۔مگر میں چپلوں کی برسات ضرور کر سکتی ہوں۔" وہ ایمن بیگم تھیں کچھ بھی کرنا اُن کے لیے نا ممکن نہیں تھا۔ وہ اب بھی اُسے کبھی بھی ایک پروفیسر کی نظر سے نہیں دیکھتی تھیں۔اُن کے لیے وہ ہمیشہ چھوٹا بچہ تھا جو اُن کی پہلی اولاد بھی تھا۔لیکن شامیر میں اُن کی جان بستی تھی۔اب تک ایک لقمہ بھی ہلک سے نہیں اتارا تھا۔شامیر کو سامنے بیٹھا کر وہ کھانا کھانے کی عادی تھیں۔

شامیر کو واقعی اتنی عزت ہزم نہیں ہو رہی تھی،اور اگر ایسا ہوتا بھی تو وہ یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہوتا کہ آج سورج کہاں سے نکلا ہے۔

وہ اب جیکٹ کو آگے پیچھے گھماتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا۔

○○○○○○○○○○○○

گھر پہنچتے ساتھ ہی امی نے کی گئی شاپنگ کے بارے میں پوچھا تھا۔ بھابھی نے راستے سے بیکری کا کچھ سامان لے لیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ خالی ہاتھ گھر جانے سے چوری پکڑی جا سکتی ہے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ اُس وقت تو بچت ہو گئی تھی مگر ٹھنڈ میں آئس کریم کھانے کی وجہ سے شانزے کو اپنا گلہ خراب ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ رسمی علیک سلیک کے اضطراب کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ زور سے کھانسی تھی۔ امی کے سامنے کھانسی روکنے کی وجہ سے کافی دیر تک وہ اپنے کمرے میں کھانستی رہی تھی، خود کو سنبھالنے کے بعد بھی اُسے کچھ بھی اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ یہ بیماری کی وجہ سے تھا یا آغاز محبت کی بے چینی، جو اُسے سکون میسر نہیں ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لیمپ اور باقی روشنیوں کو بجھا کر بیڈ پر لیٹ چکی تھی۔ آنکھوں میں نیند

بالکل بھی موجود نہ تھی، کافی دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد بھی وہ سونے سے قاصر رہی۔

"اف۔۔۔!یہ مجھے نیند کیوں نہیں آرہی ہے۔"وہ اٹھتے ساتھ ہی سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے کمرے سے نکل کر باہر گارڈن میں جا بیٹھی تھی۔ ٹھنڈا موسم اور ٹھنڈی ہوا کا شور جاری تھا۔ سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھائے اور سامنے پڑی کرسی پر بیٹھی تھی۔باغ میں رکھے گئے طرح طرح کے پھولوں کی خوشبو اُس کے وجود کو مہکا رہی تھی۔ ہوا میں پھولوں کی خوشبو اُس کے دل کے موسم کو اور خوبصورت بنا رہی تھی۔بار بار اُس لڑکے کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا دِکھائی دیتا تھا۔

"وہ کون ہے اور میرے ذہن سے وہ۔۔۔ کیوں نہیں جا رہا ہے۔"وہ بہت الجھ چکی تھی۔

اُسے کچھ بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔ ٹھنڈ سے جسم کانپ رہا تھا مگر اندر کی گھبراہٹ سے باہر کا موسم قدر بہتر تھا۔وہ کب سوچتی سوچتی وہاں ہی سو گئی اُسے معلوم نہ تھا۔

▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪

"استاد جی آپ۔۔۔"وہ اس وقت ہسپتال کے ایک کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ جسم ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے عثمان آئس کریم بیچتے ہوئے گر گیا تھا۔ کافی انتظار کرنے کے بعد جب زاویار علی باہر آیا تو بنا کسی رکاوٹ کے اپنے گارڈز کے ساتھ اُسے ہسپتال بھیج دیا تھا۔ گاہک بہت زیادہ تھے جس کی وجہ سے وہ سارا کام خود سنبھالنے لگا تھا۔ زاویار کوئی عام انسان نہیں تھا۔ عبدالرحمان ملک کا چشم و چراغ تھا۔ عبدالرحمان ملک ایجوکیشنل سسٹم کے ڈائریکٹر اور ایک فیکٹری کے مالک بھی تھے۔ فیکٹری کی دیکھ بھال کا کام سب زاویار کے ذمے تھا۔ وہ غریب بچوں کا سہارا بنتا، ایک نہایت نفیس انسان اور بڑے دل کا مالک تھا۔

"ارے۔۔۔ لیٹے رہو آرام کرو۔ اب تمہاری کیسی طبیعت ہے۔؟"اُسے بیٹھتا دیکھتے ہوئے بولا اور خود بیڈ کے قریب جا کر بیٹھ گیا تھا۔

"استاد جی اب میں ٹھیک ہوں، مجھے اب ابا کے پاس گھر جانا ہے۔"چہرے پر مسکراہٹ آئی لیکن وہ بہت پریشان بھی تھا۔ وہ جانتا تھا اُس کے معصوم کندھوں پر بہت سی ذمہ داریاں

ہیں۔

"ہاں ہاں۔۔۔ گھر بھی چلے جانا لیکن ابھی تمہاری صحت کا ٹھیک ہونا زیادہ ضروری ہے۔" وہ نہایت شفقت سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔ صرف حلیہ ہی اُس کا خوبصورت نہیں تھا بلکہ دل سے بھی وہ بہت خوبصورت تھا۔

"استاد جی کل دکان کس نے بند کی تھی؟" نہایت متعجبانہ انداز میں سوال کیا، عثمان کو اپنے ساتھ ہونے والا واقعہ یاد آیا تھا۔ اُسے اپنی صحت سے زیادہ دکان کی فکر تھی۔ کیونکہ وہ اپنے گھر کا واحد کمانے والا تھا۔ مجبوریوں نے اُس سے بچپن چھین لیا تھا مگر اُسے اس بات کا رتی برابر بھی افسوس نہ تھا۔ وہ اپنی ماں کی محبت سے محروم تھا ہی مگر اب اپنے باپ کے سائے سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اُس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ اللہ بہت سے بندوں کے ذریعے اُس کی مدد بھی فرماتے ہیں۔

"بیٹا اپنی صحت پر دھیان دو، اور کل تو تمہاری جگہ آئس کریم والا میں بن گیا تھا، اور آج تمہارے ابو دکان پر موجود ہیں۔" ہنسی کو بمشکل روک رکھا تھا۔ زاویار کے ساتھ کل بہت

سارے واقعات پیش آئے تھے۔

"ویسے تم سب کے اتنے نخرے کیسے برداشت کر لیتے ہو۔" وہ کل کے دن سے، سب کی فرمائشیں اور باتیں سن کر پک گیا تھا۔ اور اُس کو پکانے کی ایک خاص وجہ شانزے بھی تھی۔

"استاد جی پیسہ کمانے کے لیے سب کرنا پڑتا ہے۔" وہ اب بیڈ کے سرے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ "مجبوریاں وقت سے پہلے انسان کو سمجھدار کر دیتی ہیں۔ انسان نے جو کچھ سوچا بھی نہیں ہوتا مجبوریاں وہ سب کچھ بھی انسان سے کروا لیتی ہیں۔ انسان اپنوں کے آگے بے بس ہوتا ہے۔ لیکن اپنوں کا صرف ساتھ موجود ہونا ہی مجبوریوں سے لڑنے کی طاقت دیتا ہے۔"

زاویار علی کی زندگی باقی سب سے بہت مختلف تھی۔ وہ کافی امیر ہونے کے باوجود سادگی میں رہنا پسند کرتا تھا۔ کھانے پینے کا وہ بہت شوقین تھا۔ جو چیز وہ سوچتا وہ کہنے سے پہلے ہی پوری ہو جاتی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی زندگی میں مختلف قسم کے ٹیسٹ کرتا رہتا تھا۔

دوسرے کس طرح کی زندگی گزارتے ہیں،اُن کی زندگی میں ضروریات کی چیزوں کے علاوہ کوئی خواہش باقی ہے یا نہیں۔اُسے اپنے سے کم تر لوگوں میں بیٹھنا اور اُن کے ساتھ بات چیت کرنا بالکل بھی ناگوار نہیں لگتا تھا۔وہ خود کی شخصیت اور امیری کو ہٹا کر اُن کے رنگوں میں ڈھل جاتا تھا۔اُس کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ ڈائریکٹر عبدالرحمان ملک اور کراچی اسٹاک ایکسچینج اور بہت سی دیگر فیکٹریوں کے مالک کا بیٹا ہے۔مگر زاویار کو آرکیٹیکچرل انجینئرنگ کے کام میں مہارت حاصل تھی۔

"استاد جی آپ کیسے،آپ نے میری جگہ کیوں کام کیا ہے؟"بات جاری ہی تھی کہ زاویار نے اُسے خاموش رہنے کا کہا تھا۔

"چلو بس اب گھر چلتے ہیں۔میری ایک اہم میٹنگ ہے۔گارڈز تمہیں گھر چھوڑ دیں گے۔کل تمہاری دکان پر ملتے ہیں اوکے۔اُسے کل کے ایک دن سے کافی کچھ سیکھنے کو ملا تھا۔

"کوئی بھی کام کرنا آسان نہیں ہوتا پھر چاہے وہ آئس کریم بیچنا ہو یا کمپنی کے شیئرز۔"

"تم نے اپنا خیال رکھنا ہے۔"یہ کہہ کر وہ پیچھے کی جانب مڑا اور چلا گیا تھا۔

استاد جی نے کل آئس کریم بیچی کاش۔۔۔۔میں ٹھیک ہوتا اور انھیں ایسا کرتے ہوئے دیکھتا۔وہ کام کرتے وقت کتنے پیارے لگتے ہوں گے۔مگر آئس کریم دیتے ہوئے سب کو کیسے لگتے ہوں گے؟ہائے۔۔۔میرے استاد جی۔۔۔اپنے اوپر کیے ہوئے کمبل کو سیدھا کرتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔

زاویار بہت ہمدرد انسان تھا۔اُسے بچوں سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔کبھی کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا یا اب اُسے دوسروں کی تکلیف سے خود پر گزری ہوئی تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا تھا۔وہ بہت سارے فنڈز سکولوں اور ہسپتالوں میں بھی بچوں کے لیے دیا کرتا تھا۔اُس کا مقصد یہی تھا کہ کوئی بھی بچہ علاج اور تعلیم سے محروم نہ رہے۔وہ کراچی میں غریبوں کی مدد کرنے والا اُن کا ہمدرد شہزادہ!شہزادہ زاویار علی تھا۔اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود کسی بھی قسم کا کوئی تکبر اُس میں موجود نہیں تھا۔وہ ایک خاکسار انسان تھا صرف دوسروں کے لیے جینے کا ایک ذریعہ تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○

"آملیٹ کھاؤ گے یا۔۔۔۔"وہ شامیر کی خالی پلیٹ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"نہیں امی بس ایک گلاس فریش جوس کا دے دیں۔"بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔وہ سب اس وقت ناشتے کی میز پر موجود تھے۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔۔۔۔۔؟"سلیمان صاحب کو کرسی سے اٹھتا دیکھتے ہوئے بولی۔

اُن کا روز کا معمول تھا۔آفس جانے سے پہلے ناشتہ کرنے کے فوراً بعد اخبار پڑھا کرتے تھے۔چائے کے ختم ہونے تک وہ اخبار پڑھتے تھے۔"چائے اور اخبار دونوں کا ساتھ صرف چائے کے آخری گھونٹ تک ساتھ رہتا تھا۔"اس کے بعد باقی کی پڑھائی وہ آفس میں بریک کی چائے کے ساتھ کرتے تھے۔"اُن کا اخبار کے ساتھ اتنا گہرا رشتہ نہیں تھا جتنا چائے کا اخبار کے ساتھ تھا۔"اخبار وہ چائے کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے بے شک تین باریوں میں کیوں نہ اخبار پڑھی جائے۔

"میں ذرا پودوں کو پانی دے کر آتا ہوں۔" وہ پلٹتے بغیر بولے اور باغیچے کی طرف چلے گئے تھے۔

"تم کہتے ہو تمہارے ابا جی پر بہت ظلم ہوتا ہے۔ آج تم نے اپنی ان سبز آنکھوں سے دیکھ لیا ہے؟" ان کے ہوتے ہوئے کسی مالی کی کیا ضرورت ہے۔۔۔۔؟" پودوں کی دیکھ بھال کرنے کا انھیں خود شوق ہے، میں نے انہیں نہیں بھیجا کہ جائیں سلیمان صاحب! جا کر پودوں کی رکھوالی کریں۔ میں ان کو نہیں کہتی کے مالی بنیں۔ آخر کار یہ دن بھی آگیا تھا، سلیمان صاحب کا شوق ایمن بیگم کے علاوہ کسی اور کے سامنے جو ظاہر ہوا تھا۔

اب تمہیں یقین آگیا نا۔۔۔۔ بس بیٹا اب تم نے گواہ رہنا ہے۔ تم باقی دو کو بھی بتا دینا امی سلیمان صاحب کو کچھ نہیں کہتی ہیں۔ ان کا خود ہی کا اپنا شوق ہے۔ تمہارے باپ کی تو شروع سے ہی بچوں کے سامنے معصوم بننے کی عادت ہے۔ خود چپ کر کہ پس ازاں ہو جاتے اور پھر میں! میں ٹھہرتی ظالم امی۔ آنکھوں پر سے چشموں کو اتارا تھا۔

" سمجھ آئی نہ کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔۔۔۔؟" اُسے چپ چاپ بیٹھا دیکھتے ہوئے بولی

تھیں۔ وہ خاموشی سے اُن کے اندر کی نکلتی برھاس کو غصے کی شکل میں دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ کی کونی کو کرسی کی بازو پر ٹکائے ہوئے اُسی ہاتھ کو منہ کے نیچے رکھے ہوئے وہ ہنستا ہنستا انھیں سن رہا تھا۔

"یہ خون کے رشتے بھی بڑے حیرت خیز ہوتے ہیں، ہم اُن سے کتنا ہی لڑ جگڑ کیوں نہ لیں لیکن وہ ہمیشہ دل میں ہی رہتے، ہمارے رہتے ہیں۔ انسان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن چاہے ہمیں کسی اپنے سے بہت نفرت ہی کیوں نہ ہو، لیکن اُس کے بارے میں غلط بات کسی اور کے منہ سے برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمیں اپنوں سے نفرت کبھی نہیں ہوتی، بس ہم اپنے لہجوں کو اُن کے لیے کڑوا کر دیتے ہیں۔ اگر اپنوں سے نفرت ہو تو اُن کے بارے میں غلط بات سن کر اگلے کا منہ توڑنے کو جی نہ چاہے۔" اُن کے چہرے پر آئی گئی سکون کی لہر کو وہ خاموشی سے محسوس کر رہا تھا۔

"کہاں گم ہو شامیر تم میرے گواہ بن کے رہو گے نا؟" وہ ابھی بھی اُسی بات پر قائم تھیں۔

"ج۔۔۔۔ جی۔۔۔ امی جی جی میں آپ کے ساتھ ہوں۔" وہ پھر سے مسکرایا تھا۔

"دیکھو یہ رنگ برنگی آنکھوں والے لڑکے ہوتے ہی بے وفا ہیں، خبر دار۔۔! تم جو مکرے۔" وہ کافی سنجیدہ تھیں۔ آخر کیسے نہ ہوتی، اتنے عرصے بعد انھیں یہ موقع ملا تھا۔ وہ ہاتھ سے کیسے جانے دے سکتی تھیں۔

"امی اب بس کریں، پکا نہیں مکرتا۔ اعتبار کر لیں مجھ قبیح (نالائق) پر بھی، جیسے رنگ برنگی آنکھوں والے پاپا پر کیا تھا۔" اُس کا قہقہہ پورے ہال میں گونجا تھا۔

"یہی تو میری زندگی کی سب سے بڑی لغزش (غلطی) تھی بیٹا۔" وہ بھی ہنسی کے انداز میں بولی تھیں۔ گھر میں صرف اُس کی آنکھوں کا رنگ باپ کی آنکھوں کی طرح سبز تھا۔ وہ ایجوکیشن سسٹم میں ایک پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ گھر میں کھانے کا میز ہو یا پھر ناشتے کا۔۔۔ اُن کی یہ نوک جھونک چلتی پھرتی ہوا کی طرح رہتی تھی۔ لیکن باہر وہ سنجیدہ مزاج میں رہتا تھا۔

"شیلا آ کر برتن اٹھاؤ۔" کام والی کو آواز لگائی۔ ناشتہ ختم کرنے کے بعد وہ دونوں بھی باہر باغیچے میں چلے گئے تھے۔ چھٹیوں کے یہ خوبصورت دن سب ایک ساتھ خوشی سے گزارتے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے۔

°~~°~~°~~°~~°~~°~~°~~°

دوپہر کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں کا زور بھی جاری تھا۔ وہ سب بھی ہواؤں کی مستی کے ساتھ جھوم رہے تھے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے وہ سب ایک ساتھ چل رہے تھے۔

"چلو اب وہاج سلیمان کی باری ہے۔" ایک دوست آگے کی جانب ہو کر نگاہوں کو اُس کی جانب کرتے ہوئے بولا، باقی سب دوستوں نے بھی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ وہ کافی دیر سے اُن سب کا مذاق اڑا رہا تھا۔ جب کوئی گانا گنگنائے وہ بیچ میں اپنی ہی دھن گنگنانے میں مصروف ہو جاتا تھا۔

"م۔۔۔۔میں۔۔۔؟ ارے نہیں تم سب بہت اچھا گانا گا رہے ہو، میں کہاں عاطف اسلم

بن سکتا ہوں۔"وہ ابھی بھی اپنی ہی مستیوں میں مصروف تھا۔لیکن اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ اب باقی سب کا اُسے تنگ کرنے کا وقت آن پہنچا ہے۔

"تو عاطف اسلم بن بھی نہیں سکتا،بے سرے۔۔۔۔یہ ہمیں آدھے گھنٹے سے معلوم ہو گیا ہے،اور نہ ہی تو ہمیں ڈھنگ سے گانے دے رہا ہے۔"علی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ وہاج کے گلے میں کوئی چیز دے ڈالے تا کہ وہ اس جگہ کے ساتھ ان آوازوں کے نہ ہوتے ہوئے لطف اٹھا سکے۔مگر یہ سوچنا بھی دوستوں کے ہوتے ہوئے گناہ ہے۔کوئی نہ کوئی دوست ایسا ضرور ہوتا ہے جس نے باقیوں کو تنگ کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوتا ہے۔جس کو یہ راس ہی نہیں آتا کہ کوئی سکون سے رہے،اور اگر ہے بھی تو وہ سکون سے کیوں ہے؟رنگ میں بھنگ ڈالنے کا ہنر کسی ایک میں ضرور ہوتا ہے۔لیکن اگر ایسا کوئی نہ ہو تو دوستی پھیکی لگتی ہے۔مگر یہاں کچھ بھی پھیکا نہیں تھا ہمیشہ کی طرح وہاج سلیمان اپنی ڈیوٹی اچھے سے نبھاتا تھا۔اُس کے ساتھ باقیوں کا رہنا مشکل تھا،مگر اس سے بھی زیادہ مشکل اُس کے بغیر رہنا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا سب چھوڑو یہ ترکی آنے کا خیال کاشف کا تھا ہیں نا۔۔؟" کافی اچھے سے بات گھمالی۔

آگے کی طرف ہو کر بات کو گھماتے ہوئے بولا اب وہ اپنے نئے منصوبے کی جانب چل پڑا تھا۔

"ہاں میرا ہی تھا کیوں کیا ہوا ہے۔" کاشف جو کہ خوبصورت نظاروں کو اپنے موبائل میں محفوظ کر رہا تھا۔ وہاج کی بات سن کر اپنے موبائل کا کیمرا اُس کی جانب گھمایا تھا۔

"تو یہ کہ ہم جب فیری میں بیٹھیں گے تو انٹری پاس تمہاری طرف سے ہوں گے۔" وہ جانتا تھا کاشف ویڈیو بنا رہا ہے۔ باقی دوستوں کی جانب دیکھتے ہوئے اُس نے آنکھ ماری تھی۔ یہ چاروں دوست ترکی کے ٹرپ پر آئے ہوئے تھے۔ ان کا کام سال میں ایک بار ضرور کہیں نہ کہیں جانا تھا۔ کاشف تین مہینے پہلے بھی ترکی آچکا تھا مگر دوستوں کے ساتھ آنا اُن کے ساتھ وقت گزارنا اس سے زیادہ اہم اُن چاروں کے لیے کچھ نہیں تھا۔ یہ چاروں بچپن سے ایک ساتھ ہی تھے اور اب بھی صرف ایک کال کی بات تھی سب ایک دوسرے کو جان دینے کے لیے بھی تیار ہوتے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یار ایک تو تم لوگ مجھے ایسے ہی کھینچ کر لے آئے ہو ابھی کچھ وقت پہلے ہی میں تمہاری بھابھی کے ساتھ آیا تھا۔" معصوم بننے کی بے حد کوشش کر رہا تھا۔ موبائل کے کیمرے کو سمندر کی طرف گھمایا اور لہروں کو محفوظ کرنے لگا تھا۔

"دیکھ یہ ڈرامے بازیاں بھابھی کے سامنے کیا کر ہمارے سامنے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" علی نے آواز کو سریلا کرتے ہوئے کہا تھا۔ کون سا ہم نے کہا ہے کہ اسکو دار جا کر تمام ہسٹری پرچیز کر کے دے، آئی برو اچکاتے ہوئے بولا۔ یا بلکہ تم وہاں پہنچنے کے سفر کا ٹکٹ ہی دے دو ہمارے لیے یہی بہت ہے۔ عاطف نے بڑے روکھے انداز میں کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے ظالموڈن ہو گیا ہے۔" وہ جانتا تھا یہ کوئی بڑی فرمائش نہیں تھی۔ ان کشتیوں میں بیٹھنے کا ٹکٹ اتنا مہنگا نہیں تھا۔ اس سے زیادہ مہنگا تو کاشف کو یہ پڑا تھا کہ غلطی سے اپنے نالائق دوستوں کے سامنے کچھ مہینے قبل کے ٹرپ کے بارے میں فخر سے بتایا، جو کاشف کو کافی مہنگا پڑا تھا۔ ایسے ہی سب ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

■■■■■■■■■■■■■¤¤¤¤¤¤¤¤■■■■■■■■■■■■■

صبح کے وقت باغ کا منظر بہت ہی دلکش لگتا ہے۔ صاف آسمان کی تازگی، رنگ برنگے پھول، خوشگوار فضا اور موتیوں کی طرح چمکتی شبنم انسان کے دل و دماغ کو بہت سکون پہنچاتی ہے۔ ساتھ ہی پرندوں کی چہچہاہٹ اُن کا آنا جانا ماحول میں اور نکھار لاتا ہے۔ انسان کے بس میں نہیں ہوتا ورنہ وہ اپنی آنکھوں سے کیے گئے مناظر کی عکس بندی کو ہمیشہ کے لیے اپنے موبائل میں محفوظ کر لے۔ لیکن جس طرح کے منظر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور محسوس کرتا وہ خوبصورتی تصاویر میں کہاں نمایاں ہوتی ہے۔ لیکن ہم اپنی آنکھوں میں تمام خوبصورت منظر کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

"وہ خوبصورتی موبائل میں موجود تصویروں میں کہاں ہوتی جو ہمارے دماغ کی میموری میں محفوظ ہوتی ہے۔"

ہم اپنے انداز کے مطابق اُن خوبصورت لمحات کو سوچتے اور سنوارتے ہیں۔ سب سے

خوبصورت دنیا ہماری اپنی خیالات کی دنیا ہوتی ہے، جسے انسان اپنے مطابق ہی سجاتا، سنوارتا اور مزید خوبصورت بناتا ہے۔ خود ہی خود میں کھلکھلاتا تمام منظر سے لطف اٹھاتا ہے۔

سردی کافی حد تک بڑھ چکی تھی۔ وہ کرسی پر لیٹی ہوئی لڑکی ٹھنڈ کی وجہ سے نیند سے بیدار ہوئی تھی۔ آنکھوں کو میچتے ہوئے اُس نے اپنا وجود اپنے کمرے میں لگے نرم بستر پر محسوس نہ پایا، ٹانگیں لپیٹے ہوئے پیچھے کرسی سے ٹیک لگائے وہ سو رہی تھی۔ گرم لباس بدن پر تو تھا ہی، ٹوپی اور جرابوں نے بھی ٹھنڈ کو کافی حد تک روک رکھا تھا اور گرم لباس کے ساتھ ساتھ لانگ کورٹ بھی پہنا ہوا تھا۔ مگر صبح کے موسم کی ٹھنڈک کو روکنے کے لیے یہ سب ناکافی تھا۔ پاس اُس کے موبائل یا گھڑی کچھ بھی نہیں تھا جس سے وہ وقت معلوم کر سکے مگر آسمان کو دیکھ کر لگتا تھا کہ زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ روشنی آسمان پر بہت کم نمایاں تھی۔ اُس کے ہاتھ اس قدر ٹھنڈے تھے جیسے برف کو کافی وقت تک ہاتھوں میں لیے رکھا ہو۔ برف کو ہاتھ میں رکھنا آسان بات نہیں اس سے صاف ظاہر تھا کہ ہاتھ ہلنے جھلنے کے قابل نہیں تھے۔ بمشکل سے ہاتھوں کو کورٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ کافی دیر تک انھیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سہلاتی رہی تھی۔ سردیوں کی صبح میں وقت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ وہ کچھ سنبھلنے کے بعد وقت دیکھنے کے لیے ہال کی جانب جانے لگی تھی۔ اس وقت پانچ بج رہے تھے۔ اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر سب سے پہلے سر سے ٹوپی، پاؤں سے جرابیں اور پہنے ہوئے کورٹ کو اتار کر پھینکنے لگی تھی۔ نہ جانے ایسا کیوں تھا کہ جو اُسے اپنے اللہ کے حضور جھکنے کی بے حد تڑپ تھی۔ دیوار میں لگا گیس کا وال آن کر کے کمرے میں پڑا ہیٹر جلایا اور اٹھ کر وضو کرنے کے لیے چلی گئی تھی۔

"سنا ہے دل میں ایک دوسرے کے لیے محبتیں آپ ڈالتے ہیں۔۔۔۔؟" وہ اپنے رب سے کلام کرنے میں مشغول ہو گئی تھی۔ تب ہی اتنے سال گزرنے کے باوجود مجھے کبھی میری منگنی سے لگاؤ ہی نہیں رہا۔ جب کے وہ خاندان کا سب سے خوبصورت اور قابل لڑکا ہے۔ منگنی کے باوجود میرا اُس سے بات کرنے کو کبھی دل نہیں چاہا ہے، آج مجھے وجہ معلوم ہوئی تو کچھ سوچنے کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ بس۔۔۔۔ دل یہی چاہتا کہ سب کچھ آپ سے کہوں آپ سے بات کروں۔ دل تو ایسے آزاد ہونا چاہ رہا جیسے سالوں سے کوئی بوجھ زیر من ہو۔ یہ کیا

ہوا ایک ہی ملاقات میں اب کچھ اچھا ہی نہیں لگ رہا ہے۔ میرے اللہ میں اتنی بے چین کیوں ہوں؟ میرے سامنے سے اُس کا چہرہ کیوں نہیں جا رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کہوں، کیا سوچوں، کیا سناؤں۔۔۔

"اگر میرے دل میں اب کسی کے لیے محبت کا احساس آ گیا ہے تو اب میں اسے اپنے اندر ہی قید رکھنا چاہتی ہوں، مجھے اس سے آزاد نہیں ہونا ہے۔" وہ اب سجدے میں جھک کر دعا کرتے ہوئے گڑگڑا رہی تھی۔ اُس سے اور کچھ نہیں کہا گیا، آنسوؤں سے چہرہ بھیگ چکا تھا۔ یہ لڑکی غیر معمولی خوبصورتی کی حامل ہیں۔ اُس کی سنہری آنکھیں کسی گہرے راز کی عکاسی کرتی ہیں، جیسے خزاں کے پتوں میں چھپا ہوا کوئی خواب، اس کے لمبے ریشمی بال نرم سنہری کرنوں میں چمکتے ہوئے، ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ جیسے کسی دھن میں جھومتے ہیں۔ اس کا سراپا دلکش ہے، ایک ایسی معصومیت اور دلکشی کا امتزاج جو دیکھنے والے کو پلک جھپکنے تک کا موقع نہیں دیتا ہے۔

اب اگر وہ کچھ کہتی تو سسکتی ہوئی آواز کمرے میں گونجنے لگتی۔ "مجھے ہمت دے۔۔۔ میری

مدد فرما۔ "یہ وہ آخری الفاظ تھے جو اُس نے بول کر جائے نماز رکھ دی تھی۔ وہ جانتی تھی اگلے ہفتے تک چاچو اور چاچی شامیر سلیمان کے لیے آئیں گے۔ وہ جانتی تھی اُس کی شادی کا وقت اب قریب آن پہنچا ہے۔

"کچھ ایسا ہو جائے کہ میں جو چاہتی ہوں وہ ممکن ہو جائے۔" سب جانتے ہوئے کہ اب ایسا کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ وقت بہت قریب آپہنچا تھا۔ وہ بے چینی کی حالت میں گڑ گڑائی تھی۔ محبت ہو جایا کرتی ہے، ایک بار کوئی دل کو بھا جائے تو اُس کی غریبی یا امیری کا اثر نہیں پڑتا بس اُس کا ہونا کافی ہوتا ہے۔

"تو یہ ہے وہ محبت جو اتنے عرصے میں نہیں ہوئی لیکن کچھ پل کا سفر سارے عرصے پر فائق آ گیا ہے۔" وہ بیڈ پر لیٹی اب گہری سوچ میں گم تھی۔ ایک طرف چاچو، چاچی، گھر والے تھے، اور دوسری طرف جسے وہ جانتی بھی نہیں تھی، ایک ناشناسہ شخص جسے اُس کا نام بھی معلوم نہیں تھا۔ صرف شناخت کے طور پر وہ ایک آئس کریم والا تھا۔

"کچھ چیزیں واقعی انسان کے بس میں نہیں ہوتی، جیسے کہ کسی سے محبت کرنا یا نفرت۔" یہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہتے ہی اُس نے گہرا سانس لیا،اب وہ واپس سونے کی کوشش میں مشغول ہوئی تھی۔

▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪°▪

"پاپا! مجھے ایک کام کے سلسلے میں جرمنی جانا ہے۔"سلام دعا کے بعد وہ اپنی بات پر آیا تھا۔

"کیا ہوا بیٹا سب خیریت تو ہے نا۔۔۔۔؟"وہ اچانک سے بنے ہوئے پروگرام پر حیران ہوئے تھے۔زاویار کوئی بھی کام جلد بازی میں نہیں کرتا تھا۔ہر کام کو بڑے پر سکون ہو کر کرنا اُس کی عادت تھی۔زاویار کی شخصیت ایسی تھی کہ کوئی بھی اُس کا دیوانہ ہو سکتا تھا۔اُس کی پرسنالٹی، گفتگو کا انداز، کام کرنے کا سلیقہ منفرد اور نرالہ تھا۔اُس کی مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں، گندمی رنگت، کم تعداد میں الجھے ہوئے گھنے گھنگریالے بال، کم گو، ہنسنے کا انداز سب عمدہ تھا۔ایک ساتھ اللہ نے زاویار علی کو بے شمار خوبیوں اور خوبصورتی کا مالک بنایا تھا۔

"جی سب خیر ہے، بس سوچ رہا ہوں کچھ دن ماما اور شداد کے ساتھ گزار آوں۔"ایک ہاتھ

سے وہ موبائل کے ذریعے کال پر عبد الرحمان ملک سے بات کر رہا تھا اور دوسرے ہاتھ کی مدد سے وہ لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے آفس روم میں موجود تھا۔ اُن کی کمپنی ایک آرکیٹیکچرا انجینئرنگ کی تھی۔ ان کو بنانے کے لیے جتنا مواد استعمال ہوتا تھا یہ وہ سب فراہم کرتی تھی۔ آرکیٹیکچر یہ فن صرف عمارتوں سے متعلق نہیں ہے بلکہ شہروں کی پلاننگ بھی اس علم کے زمرے میں آتی ہے۔ اُسے اپنے پیشے سے بے حد لگاؤ تھا۔ جرمنی سے ڈگری مکمل کرنے کے بعد اُس نے پاکستان میں آکر بزنس سنبھالا تھا۔ وہ اور عبد الرحمان ملک زیادہ تر پاکستان ہوتے تھے، لیکن اڈرینا ملک اور شداد جرمنی رہتے تھے۔

"لگتا ہے تم کچھ بھول رہے ہو۔" وہ بڑے جزبز ہو کر بول رہے تھے۔

"کیا پاپا۔۔؟" لیپ ٹاپ سے ہاتھ ہٹا کر وہ اب غور سے اُن کی بات سننے میں مصروف ہوا تھا۔

"کیا تم نے اپنی کزن کی شادی میں شرکت نہیں کرنی ہے؟" وہ واقعی بھول چکا تھا۔ اگلے مہینے شادی تھی اور سب تیاریاں اُسی کو دیکھنی تھیں۔

"شکر ہے میں نے ٹکٹ کروانے سے پہلے آپ سے پوچھ لیا، میں سچ میں بھول چکا تھا۔" وہ نہایت شرمندہ ہوا۔ میں ایک دو دن تک خالہ کی طرف چکر لگا آتا ہوں۔ ویسے بھی میں طلحہ کو تمام کام سمجھا چکا ہوں، اب میں آزاد ہوں۔ طلحہ جب سے کمپنی تعمیر کی گئی تھی اُن کے پاس کام کر رہا تھا۔ وہ کمپنی کے کام کو خود کا کام سمجھ کر کرتا اور خوب محنت کرتا تھا۔ زاویار کو کہیں بھی جانا پڑے اُسے کبھی آفس کی ٹینشن نہیں ہوتی تھی، طلحہ سب سنبھال لیتا تھا۔

میری اڈرینا سے بات ہوئی اُن سب کا آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میرے خیال سے ہمیں شادی کی تقریبات کے بعد وہاں جانا چاہیے۔ لیکن مجھے تمہاری ماں پر پورا بھروسہ ہے وہ شرکت کے طور پر شاید شداد کو پاکستان آنے کے لیے راضی کر لے۔ وہ اب بھی پورے طریقے سے زاویار کو سچ نہیں بتا رہے تھے۔ "میری بھی ابھی چھٹیاں چل رہی ہیں۔" بڑے پرسکون ہو کر اپنی گزری ہوئی اور جاری چھٹیوں کا بتا رہے تھے، وہ جرمنی ایک ماہ قبل گئے تھے۔

"ایسا کرنا تم شادی کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ ہی جرمنی چلے جانا میں اور طلحہ آفس کا کام

سنبھال لیں گے۔"وہ باتوں ہی باتوں میں سچ بالکل واضح کہہ چکے اور اب اپنی آنکھیں زور سے بند کی تھیں، سرپرائز فلاپ ہو گیا تھا۔

"اوہ! تو یہ راز کب تک چھپتا؟ دیکھا آخر کار سچ زبان سے نکل ہی گیا ہے۔"وہ شرارتی مسکراہٹ لیے بات کے مزے لے رہا تھا۔ لیکن شداد اور پاکستان۔۔۔یہ میں کیا سن رہا ہوں؟؟وہ کافی حیران بھی تھا۔ شداد کو پاکستان سے بالکل بھی لگاؤ نہ تھا،وہ پاکستان کی نسبت جرمنی میں رہنا پسند کرتا تھا۔

"ہاں!اب میرے سے غلطی ہو گئی تو تم میری بات پوری سن لو،شداد کا یہاں آنے کو دل نہیں مگر وہ آئے گا۔" کیونکہ سرحد پار جو اُس کی والدہ محترمہ ہیں انہیں اڈرینا ملک کہتے ہیں۔ وہ شادی میں آرہا ہے تم بے فکر رہو،تم اکیلے نہیں ہو۔ وہ تمہارے ساتھ تو ہو گا مگر نانا ہونے کے برابر،اپنے بیٹے کی اصلیت وہ اچھے سے جانتے تھے۔ شداد کا سن کر زاویار بہت خوش ہوا تھا۔

"آج شداد کی خیر نہیں میری اُس سے پرسوں بات ہوئی مگر اُس نے مجھے بتانا گوارا نہیں

سمجھا کہ وہ آرہا ہے۔"آخر زبردستی ہی سہی مگر وہ آتو رہا ہے نا اور دوسرا۔۔وہ بے شک کچھ نہ کرے کچھ ٹائم ساتھ تو ہو گا نا۔۔اور میں اُسے آملیٹ بنا کر دیتا رہوں گا۔شداد کے ساتھ گزارا ہوا وقت یاد آیا تھا۔"وہ کام چور سہی مگر میرا بھائی ہے،اس ناتے میرا حق بنتا کہ میں کال پر اُس کی کلاس لوں۔"شکوہ شکایت کے ساتھ ساتھ وہ بہت خوش بھی تھا۔

"نہیں اُسے مت بتانا کہ میں نے تمہیں بتایا ہے،وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا ہے۔"التجائی انداز میں خاموش رہنے کا کہہ رہے تھے۔وہ پاکستان نہیں آتا تھا اس بات کو سب بخوبی جانتے تھے مگر اب جب وہ آرہا تھا چاہے زبردستی ہی صحیح مگر زاویار کو لاعلم رکھنے کا کہا گیا تھا۔

"ہاہا۔۔اوکے پاپا۔"چلیں گھر آکر بات ہوتی ہے۔سامنے دروازے پر کھڑا طلحہ کب سے لنچ کے لیے بلا رہا تھا۔اُس کو مزید تھوڑی دیر صبر کرنے کا کہا اور کچھ دیر کے بعد کال بند کر دی تھی۔

"بیٹا شداد اس بار میں بھی تمہیں ایک سرپرائز دوں گا۔"اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے بڑبڑایا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔

●●●●●●●●●●●●●●●●

روچڈیل انگلینڈ کے گریٹر مانچسٹر کا ایک قصبہ ہے۔اس کی ایک بھرپور تاریخ ہے اور یہ اپنے صنعتی ورثے کے لیے جانا جاتا ہے۔ صنعتی انقلاب کے دوران ٹیکسٹائل مینوفیکچرنگ کا مرکز ہونا بھی شامل ہے۔روچڈیل میں ایک قابل ذکر نشان روچڈیل ٹاؤن ہال ہے،ایک شاندار وکٹورین گوتھک عمارت۔اس قصبے میں براڈ فیلڈ پارک (Broad field park) نامی ایک خوبصورت پارک بھی ہے، جو آرام سے ٹہلنے کے لیے بہترین ہے۔یہ اپنے خوبصورت دیہی علاقوں کے لیے بھی جانا جاتا ہے،جہاں ہیلی ڈیل نیچر ریزرو جیسے قدرتی مقامات ہیں، جو فطرت سے محبت کرنے والوں اور پیدل سفر کرنے والوں کے لیے بہترین ہیں۔روچڈیل خوبصورت ہولنگ ورتھ جھیل پر بھی فخر کرتا ہے،ایک حوض جس

کے چاروں طرف پیدل چلنے کے خوبصورت راستوں سے گھرا ہوا اور پرامن دن کے لیے بہترین ہے۔ آرٹ اور ثقافت میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے، Touchstones Rochdale میوزیم اور آرٹ گیلری بھی ملاحظہ ہیں، جو کہ مقامی تاریخ اور عصری آرٹ کی نمائشوں کی نمائش کرتی ہے۔ سامان کی خریداری کے پرستاروں کے لیے ویٹ شیف شاپنگ سینٹر خوردہ تھراپی کے تفریحی دن کے لیے مختلف قسم کی دکانیں اور کھانے پینے کی اشیاء کو پیش کرتا ہے۔

یونیورسٹی آف مانچسٹر ایک مشہور ادارہ ہے جو مانچسٹر، گریٹر مانچسٹر میں آکسفورڈ روڈ پر واقع ہے۔ مانچسٹر یونیورسٹی میں تاریخی اور جدید عمارتوں کے امتزاج کے ساتھ ایک خوبصورت کیمپس ہے۔ کیمپس شہر کے قلب میں واقع ہے، جو طلباء کے لیے ایک متحرک ماحول فراہم کرتا ہے۔ وہاں لائبریریاں، لیکچر ہال، تحقیقی سہولیات، اور طلباء کی رہائش سب کچھ آسانی کے اندر مل جاتی ہے۔ یونیورسٹی میں آرام اور سماجی کے لیے سبز جگہیں بھی ہیں۔ مجموعی طور پر، کیمپس تعلیمی وسائل کا ایک بہترین امتزاج پیش کرتا ہے اور طلباء کو اپنی تعلیم میں ترقی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرنے کے لیے ایک جاندار ماحول فراہم کرتا ہے۔

یونیورسٹی کے پاس قریب ترہاسٹل Whitworth lock hostel کی عمارت ہے جہاں طلباء رہتے ہیں۔ انہیں ہاسٹل یا 'ڈورم' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ رہائش گاہ کے ہال میں رہنا ایک بہترین تجربہ ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ طلباء کو کلاسوں، لائبریریوں اور کیمپس کی دیگر سہولیات کے قریب رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ رہائش کے ہال عام طور پر کمرے کے مختلف اجرا پیش کرتے ہیں، جیسے سنگل کمرے، مشترکہ کمرے، وغیرہ، ان کے پاس اکثر مشترکہ جگہیں ہوتی ہیں جیسے لاؤنج، کچن، اور سٹڈی رومز جو طلباء کے لیے مل جل کر پڑھنے کی جگہ ہیں۔ زیادہ تر طلباء فارغ وقت میں یونیورسٹی کے قریب ترپارک Whitworth Park جانا پسند کرتے ہیں۔ یہ یونیورسٹی کے دائیں جانب واقع ہے۔ یہ سبزے اور سکون کے محاظ سے نہایت مفید جگہ ہے۔ یونیورسٹی اور ہاسٹل سے یہ کچھ چہل قدمی کے فاصلے پر قائم ہے۔ زیادہ تر طلباء اس یونیورسٹی کا انتخاب اسی لیے کرتے ہیں کہ آس پاس ہر چیز، ہاسٹل، سب چیزیں آسانی سے دستیاب ہوتی ہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

●●●●●●●●●●●●●●●

"ارے تم دونوں باہر کیوں آ گئے ہو۔" وہ ایمن بیگم اور شامیر کو اپنی طرف آتا دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

"ہم دیکھنے آئے ہیں کہ مالی صاحب اپنا کام ٹھیک سے کر رہے ہیں یا نہیں۔" ماتھے پر شکنے موجود تھے۔ ہرے بھرے گھاس پر چلتے چلتے وہ اُن کے مزید قریب آ پہنچے تھے۔

"سیدھا کیوں نہیں کہہ دیتی کہ آپ ہمارا سکون برباد کرنے آئی ہیں۔" چہرے پر مسکان لائے سلیمان صاحب پودوں کو پانی دینے میں مصروف تھے۔ انھیں معلوم نہ تھا کہ یہ کہنا انھیں مہنگا پڑ سکتا ہے۔ وہ ایمن بیگم کی سنجیدگی سے بے خبر تھے۔

"دیکھ لو اپنے ابا حضور کو، پھر تم سب مل کر کہتے ہو کہ میں جذباتی ہو جاتی ہوں۔" وہ اب لڑنے کے مزاج میں تھیں۔

"امی انھوں نے بھی مذاق سے کہا اور آپ نے بھی، وہ ناراض نہیں ہوئے تو آپ کیوں ہو رہی ہیں۔۔۔ ریلیکس۔" وہ اب ساتھ کھڑی ایمن بیگم کی آنکھوں سے چشمہ ہٹاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اچھی خاصی جذباتی عورت تھیں۔

"عورت مذاق کرتی ہے لیکن برداشت کرنا، یہ عمل اُس میں کہیں نہیں پایا جاتا ہے۔ عورت کو صرف روٹھنا آتا ہے اور وہ روٹھتی بھی تب ہے جب اُسے مان ہو کہ اُس کا پسندیدہ مرد اُسے ہر حال میں منا لے گا۔" ہمیشہ سے ہی منانے کا اور عورت کے لاڈ اٹھانے کا کام صرف مرد کا ہی ہوتا ہے۔

"کل مجھے کائنات کی کال آئی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی اگلے مہینے تک پاکستان آ رہی ہے۔" بڑی پلاننگ کے ساتھ شامیر نے موضوع کو بدل دیا تھا۔ اس بار وہ چھٹیاں ہمارے ساتھ گزارے گی۔ ویسے بھی وہاں تو بہت ٹھنڈ ہے اسی لیے میری بہن کو پاکستان کی یاد آ گئی ہے، نہ جانے امی یہ دونوں کس پر چلے گئے ہیں۔ اب وہ اپنی تعریفیں سننا چاہ رہا تھا۔ وہ ٹھوڑی کے نیچے انگلیاں پھیرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ دونوں تمہارے باپ پر گئے ہیں،وہ تو میں نے قید میں رکھا ہوا ورنہ شادی سے پہلے ان کو بھی آسمان پر پرواز کرنے کا بہت شوق تھا۔"ایمن بیگم کندھے اچکاتے ہوئے بولی تھیں۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ ایمن بیگم ہاتھ سے کوئی موقع جانے دے دیں،اور تم کہیں بے وفا ان کی طرح نہ ہو جاؤ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں اگلے ہفتے تمہارے تایا ابو کے گھر شادی کی تقریبات کے سلسلے میں جا رہی ہوں۔کائنات بھی ہو گی اچھا ہے تمہاری شادی میں شریک ہو کر واپس چلی جائے گی۔شامیر اب میں تمہارے منہ سے انکار نہ سنوں۔وہ بات نہیں بلکہ حکم سنا رہی تھیں۔بچپن سے منگنی ہو رکھی ہے اب اُس کی پڑھائی بھی مکمل ہو گئی اور تم بھی اب سیٹل ہو،اس لیے اب انکار کی گنجائش باقی نہیں ہے۔لیکن شامیر کی بات سن کر ایمن بیگم کے دماغ میں جتنی پلاننگ چل رہی تھی سب بول دی تھی۔اب اُسے اپنے سب سے بڑے ہونے کا افسوس ہو رہا تھا۔باقی دو اپنی زندگیوں کو اپنے مطابق گزار رہے تھے کیوں کہ اُن کے گلے میں منگنی نامی پھندا موجود نہ تھا۔باقی دونوں پاکستان میں بھی موجود نہ تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں سمجھ آیا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔"وہ شامیر کو گم صم دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔

"امی آپ پلیز اگلی چھٹیوں تک صبر کر لیں۔"نہایت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔وہ جانتا تھا اب غصہ کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا ہے۔

"دیکھو تم ویسے بھی کل کراچی جا رہے ہو۔ہم بھی اگلے ایک دو ہفتے تک آجائیں گے،اچھا ہے تم بھی سب سے مل لینا اور ہم بات بھی کر لیں گے۔"اس بار ایمن بیگم کو سمجھانا نہایت مشکل مرحلہ تھا۔شامیر کی سب کوششیں فضول تھیں۔آخر اُس نے بھی ضد چھوڑ دی،وہ جانتا تھا ایمن بیگم کبھی ایسے ضد نہیں کرتی اور اب وہ اپنی خواہش کہ مطابق شادی کروا کے ہی دم لیں گی۔

"جی ٹھیک ہے اب میں کچھ چیزیں لینے کے لیے باہر جا رہا ہوں۔"آپ میں سے کسی کو کچھ چاہیے تو بتا دیں میں لے آؤں گا۔جیکٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔

"نہیں بیٹا تم جاؤ۔اب ذرا میں بھی فریش ہو لوں کب سے مٹی کے ساتھ کھیل رہا ہوں۔"

سلیمان صاحب ہاتھوں کو جھنجھوڑتے ہوئے بولے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کو ہی شوق ہوتا ہے، کس نے کہا ہے کہ ایسے کاموں میں حصہ لیں۔" سلیمان صاحب کے ہاتھ سے چیزوں کو لیتے ہوئے بولی تھیں۔ شامیر اب گھر سے جا چکا تھا مگر اب سلیمان بیگ کی باری تھی۔ اب ساری ڈانٹ سننے کے حقدار صرف سلیمان صاحب تھے۔

وہ آج بہت سے قسموں کے بیج باغ میں لگا رہے تھے۔ کھدائی کا سارا سامان اب ایمن بیگم ہاتھ سے لے چکی تھیں۔ چلیں اب جلدی سے جا کر اپنا حلیہ درست کریں۔ اس مٹی کے ساتھ خود کو بگاڑ رکھا ہے۔ سردیوں میں تو کم از کم بندا ایسے کاموں سے دور رہتا ہے۔ لیکن میں بھی کسے سمجھاؤں، سب بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے۔ سلیمان صاحب اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ مگر ایمن بیگم وہاں کھڑی نہ جانے کسے سنائی جا رہی تھیں۔ آخر کار دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد شیلا کو آواز دی اور خود بھی ہاتھوں سے چیزوں کو رکھے اندر جا چکی تھیں۔

●●●●●●□□□□□□●●●●●●

"شانزے اب اٹھ بھی جاؤ ویسے تم ہم سب کو جگاتی ہو اور آج تمہیں جگانا پڑ رہا ہے۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی نادیہ بیگم کمرے میں روشنی کرنے میں مصروف ہوئی تھیں۔ حیرت ہے ورنہ تم تو ہاتھ میں اپنے چمچوں کو لے کر صبح صبح ہی پینٹنگ کے ساتھ شروع ہو جاتی ہو۔ پردوں کو پیچھے کیے وہ اب اُس کے پاس آ کر بیٹھی تھیں۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

"شانزے۔۔۔۔"نام پکارنے کے ساتھ چہرے پر ہاتھ رکھا تھا۔

ماتھا آگ کی مانند تپ رہا تھا۔ وہ بخار کی حالت میں جیسے بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

"شا۔۔۔شانزے۔۔۔۔۔"زور سے چہرے کو تھپتپایا تھا۔ وہ ہلکی سی آنکھیں کھولے دھندلاہت کی وجہ سے انھیں ٹھیک سے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ بس وہ صرف اُن کی آواز کو صفائی سے سن رہی تھی۔

"جی امی میں بس اٹھتی ہوں۔"وہ محسوس نہیں کر سکی تھی، وہ لاعلم تھی کہ اُس کا جسم بخار کی مرض میں مبتلا ہے۔

"نہیں تم آرام کرو، تمہیں بہت تیز بخار ہے۔" اُس کے ماتھے سے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"ب۔۔۔ بخار۔۔۔۔۔۔" حیرانگی سے پوری آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہی تھی۔ مجھے بخار کیسے ہو سکتا ہے، شاید یہ بے دھیانی میں باہر سونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ گزری ہوئی رات کے بارے میں سوچتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔ نادیہ بیگم کو اگر یہ علم ہوتا کہ رات اُس کی باہر ٹھنڈ میں گزری تو وہ ہمیشہ رات اُسے سلا کر اپنے کمرے میں جانا شروع کر دیتی۔ مگر اُسے رات جلدی سونے کی عادت تھی جس کے باعث وہ اُسے پریشان نہ کرتی تھیں۔ شانزے اُن کی بہت لاڈلی تھی، وہ کسی قیمت پر اُسے ایسی حالت میں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"ہاں بخار۔۔۔۔ اب مجھے سچ سچ بتاؤ باہر جا کر کچھ الٹا سیدھا تو نہیں کھایا ہے؟" آبرو اچکائے اب نظریں اُس کے چہرے پر براجمان تھیں۔

"بس۔۔۔ آئس کریم کا کھانا بہت مہنگا پڑ گیا ہے۔" جملہ واضح نہ تھا صرف بس لفظ کی آواز

اُن کے کانوں تک پہنچی تھی۔ وہ واقعی ہی تو مہنگی پڑ چکی تھی، وہاں جانا۔۔ وہاں کی ایک ایک بات اُسے مہنگی پڑ چکی تھی۔

"کیا بس۔۔۔۔؟" جملے کی تصدیق کرنا چاہی مگر وہ ناکام رہی تھیں۔

"ارے۔۔۔۔ کچھ نہیں کھایا ہے، امی۔۔۔ بس معمولی سا بخار ہے کل تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔" تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا چلو تم آرام کرو، میں تمہارے لیے سوپ بنا کر لاتی ہوں۔" وہ پریشانی میں مبتلا ہوئی تھیں، یہ کہتے ہی وہ کمرے سے باہر چلی گئی تھیں۔

وہ ابھی تسلی بخش جواب سن کر لیٹی ہی تھی کہ موبائل بجنے کی آواز آئی۔ موبائل کو کانوں سے لگائے وہ خاموش تھی۔

"ویسے شانزے تم جیسا بے وفا مجھے دوبارہ میری زندگی میں کبھی نہیں ملنا ہے۔" دوسری جانب سے آئی گئی آواز نہایت گرم جوش تھی۔ کال ریسیو ہوتے ہی عائشہ شانزے پر برسنے لگی تھی۔ مطلب میں اگر واپس کراچی نہیں آؤں تو تم تو مجھے بھول ہی جاؤ گی۔ وہ ہمیشہ کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

طرح اب بھی ٹماٹر کی طرح لال تھی۔

"نہیں ایسی بات نہیں مجھے تم بہت یاد آتی ہو۔" میں ہمیشہ ہمارے ساتھ گزارے ہوئے دنوں کے بارے میں سوچتی ہوں۔ تمہیں تنگ اس لیے نہیں کیا کہ تمہارے گھر کا ماحول۔۔۔ نہ جانے تم کس وقت کہاں ہو۔ ماسٹرز ان کمپیوٹر کی ڈگری لینے کے بعد اب وہ سب آزاد ہو چکی تھیں۔ لیکن نہ جانے اس فیلڈ کا آرٹ سے کیا تعلق تھا جو اُسے آرٹ سے بہت لگاؤ تھا۔

دیکھو زیادہ ڈرامے بازیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بات کاٹتے ہوئے بولی۔ "ایک مہینے میں ایک بار بھی تم نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا ہے۔" تم ایسا کیسے کر سکتی ہو شانزے؟ تم ہمیں بھول گئی ہو۔

"رابطے اُن سے کیے جاتے جو دور ہوں، تم تو ہر وقت میرے دل و دماغ میں رہتی ہو۔" میری لٹل پرنسز۔ وہ اُس سے بات کر کے کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔

"دیکھو تم ہمیشہ کی طرح مجھے باتوں میں نہیں لگا سکتی ہو، شانزے میں تم سے رنجیدہ ہوں۔"

وہ منہ سکوڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔اُس نے انگلی سے چہرے کے بائیں طرف سے پھیلتی لٹیں پیچھے کی جانب کیں، جس کی وجہ سے ہاتھوں میں پہنی سیاہ چوڑیوں کی کھنکھناہٹ کمرے میں گونجی تھی۔ چھوٹا سا قد، چھوٹی چھوٹی آنکھوں کا بھورا رنگ جو ہنسنے سے بند ہو جایا کرتی تھیں اور ہنستے وقت ایک طرف دائیں جانب گال پر پڑتا ڈمپل، بھورے رنگ کے کندھوں تک آئے گئے بال، سفید شفاف رنگت اور آسمانی رنگ کے لباس میں ملبوس وہ لڑکی ہر انداز سے لٹل فیری لگتی تھی۔ محفل میں سب اُس کو لٹل فیری کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔غصے میں وہ اور بھی زیادہ حسین لگتی تھی۔

"کیسے دیکھوں تم اتنی دور ہو، جب میرے پاس آو گی پھر دیکھوں گی وعدہ ہے۔"باتوں کو گھمانا شانزے کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔وہ بھی عائشہ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"شانزے۔۔۔تم بہت چالاک ہو۔"نہ چاہتے ہوئے بھی عائشہ کا موڈ بہتر ہو گیا تھا۔ایسا ہی تو دوستی میں ہوتا ہے، ایک اگر ناراض ہو تو دوسرے کو پیار سے بات کر کے منانا چاہیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس طرح رشتوں میں آئی رنجشیں زیادہ دیر تک نہیں رہتی ہیں۔

"تمہیں مغلوں سے پنگا مہنگا پڑ سکتا ہے۔اس لیے باز آجاؤ۔" بھڑکتے ہوئے انداز میں بولی تھی۔وہ اب اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

"ویسے شانزے تمہارا کیا ارادہ ہے۔۔؟"اُس نے بڑے تجسّس سے سوال کیا تھا۔

"پریشان نہ ہو میرا مغلوں سے پنگا لینے کا اب کوئی ارادہ نہیں ہے۔"دھیمے لہجے میں ہی مگر بات صاف کہہ دی تھی۔موبائل کی دوسری جانب ہنسنے کی آواز تیزی سے بڑھتی جارہی تھی۔

کیا ہوا عائشہ۔۔۔ایسے کیوں ہنس رہی ہو؟ کیا تمہیں یقین نہیں آرہا۔۔؟ میں سچ کہہ رہی ہوں،اب میں تم سے پنگا نہیں لوں گی۔وہ اُس کے ہنسنے پر جھنجلائی تھی۔

"ارے عقل سے پیدل لڑکی میں کنول کی شادی کی بات کر رہی تھی۔تمہارا کیا ارادہ ہے جاؤ گی۔۔؟"اُس نے یہ سوال کر تو لیا تھا مگر وہ شانزے کے تاثرات سے بے خبر تھی۔بولو بھی کچھ شانزے۔۔۔گہری خاموشی چھانے کے بعد آخر اُس نے ہی بات شروع کی تھی۔

"عائشہ مجھے کنول کی شادی کے بارے میں نہیں پتہ ہے۔"آواز پہلے کی طرح مستحکم نہیں

تھی۔ اپنے منہ پر ہاتھ کو پھیرتے ہوئے آگے کی طرف ہو کر بیٹھ چکی تھی۔ دھوئیں دھوئیں چہرے کے ساتھ پھر سے بیڈ کی ٹیک کا سہارا لیا تھا۔

"کیا مطلب تمہیں نہیں پتہ؟ اُس نے تم سے بات نہیں کی ہے۔؟" وہ بھی کافی حیران ہوئی تھی۔ آخر تین ہی تو یہ دوستیں تھی۔ نہ جانے وہ کیسے اطلاع کرنا بھول گئی تھی۔

"اُس کی شادی۔۔۔ک۔۔۔ کب ہے؟" آگے پیچھے کے سوالات کیے بغیر اُس نے بات گھمالی۔ یہ واقعی انتہائی دکھ کی بات تھی، اپنے اتنے عظیم دنوں کی شروعات میں چاند جیسی دوست کو بے خبر رکھنا یہ بالکل بھی گوارا نہیں تھا۔ وہ اب بھی اُس کے سوال کا جواب نہیں دے پائی تھی۔

"شاید اُس کو یاد نہ رہا ہو کہ کوئی شانزے بھی ہے۔" آخر دو مہینوں سے ہم رابطے میں نہیں ہیں۔" کہاں ہو رہی ہے اُس کی شادی اور کس سے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کا بغاوت کرنے کو دل نہیں تھا، وہ اب بھی اُس کی فکر مندی میں بول رہی تھی۔ مگر عائشہ نے ایک بھی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ یہ غصہ تھا یا افسوس، بس وہ خاموش تھی۔ وہ چاہتی تو کنول کو

فوراً سے گروپ کال میں شامل کر لیتی مگر اُس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

"اُسے چھوڑو تم بتاؤ شامیر کے لیے تمہارے چاچو اور چاچی کب آ رہے ہیں۔" وہ جو کافی دیر سے دماغ بہت سے خیالوں سے آزاد تھا، پھر سے وہیں جا کر رک گیا تھا۔ اب وہ کیسے بتاتی اپنے دل کا حال وہ تو خود ایسی کیفیت میں قید تھی کہ اُسے خود معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کرے۔ اُس نے ایک ساکت نگاہ دروازے پر ڈالی جو کہ کسی کے آنے کی وجہ سے حرکت میں آیا تھا۔

"یہ لو بیٹا تمہارا سوپ آ گیا ہے۔" وہ امی کو اپنی طرف آتا دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔ وہ بروقت خود کو نارمل کر پائی تھی۔ "اچھا عائشہ ہم بعد میں بات کرتے ہیں، اپنا خیال رکھنا۔" یہ کہہ کر اُس نے کال منقطع کی اور اپنا دھیان سوپ کی طرف کیا تھا۔

نہ جانے اس لڑکی کو کیا ہو جاتا، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے۔ ویسے میں نے بھی آج کافی اچھی ایکٹنگ کی ہے، اپنی ہنسی کو کھل کر چہرے پر سجایا تھا۔ عائشہ کا گھر شانزے کے گھر کے ساتھ تھا اس کے باوجود شانزے کو اُس کے واپس کراچی آنے کی خبر نہیں تھی۔

"یہ جلدی سے پی کر فریش ہو کر نیچے آنے کی کوشش کرو، تم تھوڑا بہتر محسوس کرو گی۔" سوپ کو رکھتے ہوئے شانزے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھیں۔

"شکریہ شکریہ۔۔۔۔" وہ یہ الفاظ کہتے ہوئے جھکی، جیسے خود کسی اسٹیج پر کھڑی نادیہ بیگم کا شکریہ ادا کر رہی ہو۔ اُس کا بیماری میں بھی چلبلا پن دیکھ کر نادیہ بیگم ہنستے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھیں اور وہ بیڈ پر بیٹھی سائیڈ ٹیبل پر رکھے سوپ کو یک ٹک دیکھتی رہی تھی۔

واپس سے اپنے چہرے پر سنجیدگی کو بحال کیا تھا۔ ہر گھڑی ہر پل اذیت میں قید تھی۔

وقت لمحہ بالمحہ آگے کو جا رہا تھا، آگے جانے کے ساتھ ساتھ محبت کی اڑان اپنے سفر پر کامیاب سے کامیاب تر ہو رہی تھی، اور یہ اڑان رفتہ رفتہ عشق تک لے جا رہی تھی۔

●●●●●●●●●●●●●●●●

یہ دورہ اسکودار نامی مقام کا تھا۔ سب ہنسی خوشی سفر سے لطف اٹھا رہے تھے۔ سفر اپنے اختتام

کی جانب بڑھ رہا تھا۔ یہ سفر منی بسوں میں بیٹھ کر طے کیا گیا تھا۔ سب دوستوں کی وہاں کی آخری قیام گاہ ایوب سلطان کی مسجد تھی۔ یہ در حقیقت میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ وہاں پر لوگ سلام پیش کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری، نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت ایوب انصاری کا مزار اس لیے خاص ہے کہ یہ تاریخی اور روحانی اہمیت کا حامل مقام ہے۔ یہ حضرت ایوب انصاری کے لیے وقف ہے، جو پیغمبر اسلام کے ایک ساتھی ہیں۔ اسے بہت سے زائرین کے لیے تعظیم اور عکاسی کی جگہ بنایا گیا ہے۔ مزار حضرت ایوب انصاری سے وابستہ بھرپور تاریخ کے بارے میں غور و فکر اور سیکھنے کے لیے ایک پر سکون جگہ ہے۔ وہاں سب کچھ جاننے کا ماحول فراہم کیا گیا ہے۔ یہ ماضی اور روحانیت سے جڑنے کا ایک منفرد مقام ہے۔ وہاں کے پیچھلے حصے میں چیئر لفٹ کی سہولت بھی موجود ہے۔ چیئر لفٹ کے ذریعے ہم اوپر کی طرف جا سکتے ہیں۔ وہاں سے نیچے نظر دوڑائی جائے تو ایک قبرستان دکھائی دیتا ہے۔ وہیں اوپر کی جانب کچھ ریسٹورنٹ بھی بنے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک دوربین بھی لگائی گئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہے جس کی مدد سے ہم نیچے کے خوبصورت نظاروں کو با آسانی دیکھ سکتے ہیں۔

اُس جگہ پر ایک سمندر بھی موجود ہے جو کہ 'ایمیننو' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ہم دوربین کے ذریعے بھی نیچے سمندر کو دیکھ سکتے ہیں۔ ڈھلتے سورج کو سمندر میں دیکھنا یہ منظر نہایت دیدہ زیب لگتا ہے۔ وہ چاروں مسجد سے واپسی پر سورج کو سمندر میں ڈوبتا دیکھ رہے تھے۔ آسمان پر پھیلی ہلکی روشنی اس جگہ کے حسن میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔ موسم سے لطف اٹھاتے ہوئے وہ اپنی منزلوں کی جانب بڑھتے جا رہے تھے۔

"یار میں تو اب واپس گھر نہیں جا رہا ہوں۔ یہ جگہ اور یہاں کا موسم سب میرے مزاج سے منسلک ہے۔" عاطف بڑے پر جوش ہو کر کہہ رہا تھا۔ وہ خوشی سے سرشار تھا۔ اب میں پاکستان جا کر ویسے بھی کیا کرنا۔ یا میں اپنا دل دوبارہ کیوں تڑوانا ہے؟ جھوٹی ہنسی تھی مگر اُسے بحال کرنا لازمی تھا۔ خوشی کی انتہا اور ساتھ ہی دوستوں کا ساتھ سب بے مثال تھا۔ مگر کہیں نہ کہیں دل کسی کی یاد میں قید تھا۔ وہ سب ایک جیسی ہری رنگ کی جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ ساتھ سفید رنگ کی شرٹ اور جینز بھی پہنی ہوئی تھی۔ سب ایک ساتھ بہت خوبصورت

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لگ رہے تھے۔

"دیکھ جانا تو تجھے پڑے گا، بیٹا زیادہ عاطف اسلم بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" "تیرے گیتوں سے یہاں کسی نے متاثر نہیں ہونا تو زیادہ فلمی ڈائیلاگ مارنے کی ضرورت نہیں تیرے لیے یہ بہتر ہو گا، تم سب اب واپسی کی تیاری کرو۔ کاشف نے عاطف کو فوراً سے زمین کا رُخ دکھا دیا تھا۔ وہ اُس کے اداس الفاظ نہ سن سکا تھا ورنہ وہ مزاحیہ انداز میں بھی اُسے کچھ نہ کہتا۔ آواز اتنی مستحکم نہیں تھی جس کے باعث کسی نے بھی اُس کی بات پر غور نہیں کیا تھا۔

"تجھے تو بھابھی کی کالیں آ رہی ہوں گی نا اس لیے تجھے گھر جانے کی بڑی جلدی ہے۔" علی نے دو ٹوک الفاظ میں کاشف کو کہا تھا۔

جب سب ایک دوسرے کی چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھے، وہاں ہی وہاج خاموشی سے سمندر کی لہروں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ کبھی آسمان، کبھی ڈھلتے سورج، تو کبھی سمندر کی لہروں کو تکتے ہوئے وہ خوبصورتی کی گہرائی میں کھویا ہوا تھا۔

"بھائی تو زندہ ہے۔۔؟" علی کا لمس اپنے کندھے پر محسوس کیا تھا۔ وہاج ان کے گروپ کا

سب سے نٹ کھٹ انسان تھا۔ نا ہی سکون سے رہتا اور نا رہنے دیتا تھا۔ آج اُس کو سمندر کی لہروں کے ساتھ ڈوبتا دیکھ کر سب حیران تھے۔ "سورج کا عکس پانی میں ڈوب رہا ہے مگر ہمیشہ کے لیے نہیں، ڈوبنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دوبارہ طلوع نہیں ہو گا۔ ایسے ہی انسان مختلف سفروں میں ڈوب تو جاتا ہے مگر زیادہ مضبوط ہو کر نکلتا ہے۔" پلکیں جھپکائے بغیر گہرا سانس لیا تھا۔ اُس کے سب اشارے عاطف کی طرف تھے اور اس بات کا مقصد صرف عاطف کو حوصلہ دینا تھا۔ اگر وہاج اپنی ہی دنیا میں کھویا نہ ہوتا تو عاطف کے واپس پاکستان نہ جانے والی بات پر ضرور اُس سے ہمدردی کرتا۔

" کیسا لگا میرا مذاق۔۔" وہ اب قہقہہ لگائے اب اُن سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یار تو نے تو جان ہی نکال دی تھی۔ تم کتنے بے شرم ہو، دیکھ بندا بن جا، انسان تھوڑا خیال ہی کر لیتا ہے۔" کاشف نے سنجیدگی سے لفظوں پر غور کرتے ہوئے کہا تھا۔ اُسے یقیناً وہاج اتنا سنجیدہ ہوتا ہوا ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ "اس کو چھوڑ، عاطف یار تو کچھ سنا دے۔۔" وہاج کو دیکھے بغیر بولا تھا، کاشف کافی اچھے سے ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا۔ جیسا بھی تھا وہاج اُن سب کی

جان۔۔ بلکہ سب ایک دوسرے کی جان تھے، کوئی کسی صورت بھی ایک دوسرے کو اداس نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تو عاطف اسلم تو نہیں ہے لیکن ہمارا عاطف اصغر تو ہے نا۔۔ سریلا نہ سہی لیکن عاطف نام کا کچھ اثر تو ہے نا۔۔" کاشف اب اُسے تپش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سب سے زیادہ سمجھدار اُن سب میں عاطف تھا۔ لیکن یہ سب محبت کے ہونے سے پہلے پہلے تھا۔ عاطف اور وہاج کی دوستی میں کچھ الگ ہی بات تھی۔ وہاج جا کر عاطف سے بغل گیر ہوا تھا۔ وہاج نے سب سے زیادہ عاطف کو سنبھال رکھا تھا۔ "دیکھ مجھ پر بھروسہ ہے نا میں سب سنبھال لوں گا۔ منہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے وہاج ابھی زندہ ہے۔" یہ کہہ کر وہ اُسے گلے لگا گیا تھا۔

"یہ کون سے پیار کی جھلکیاں دکھائی جا رہی جو ہمارے لیے نہیں ہیں۔" علی اور کاشف بھی اب اُن کے قریب گئے تھے۔ وہ چاروں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گول دائرے کی شکل میں کھڑے ہو گئے تھے۔

"ایک۔۔ دو۔۔ تین۔۔ سٹارٹ۔۔ دکھ مل کے سنواریں۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سکھ مل کے گزاریں۔۔

یار یاروں سے ہوں نہ جدا۔۔۔

چاہیں جتنی دیواریں۔۔

حوصلہ پھر نہ ہاریں۔۔

یار یاروں سے ہوں نہ جدا۔"ایک ساتھ سب نے مل کر ایک دوسرے کے ہاتھ بلند کیے اور گیت گانے میں مصروف ہوئے تھے۔

"ارے۔۔یہ کیا تین مہینے پہلے فیری میں سفر کرنے کا ٹکٹ آٹھ لیرا تھا اور اب اٹھاراں۔۔ یہ تو زیادتی ہے۔"وہ حیرت سے سب کو تکتا رہا تھا۔مگر کاشف کو معلوم تھا وہ خفا ہو یا خوش۔۔۔سارے پیسے اُسی نے ہی دینے ہیں۔

"میرے بھائی یہ زیادتی نہیں مہنگائی ہے۔۔"وہاج کندھے جھٹکتے ہوئے بولا،چلو اب تم جلدی سے جیب خالی کرو۔

اُدھر بہت سی فیری جاتی تھیں۔اسکودار،بالٹھ وغیرہ۔آدھے گھنٹے کا سفر طے کرنے کے

بعد وہ اپنے آخری دورے آخری منزل کی جانب جا پہنچے تھے۔ اسکودار ایک ہیسٹوریکل پلیس ہے۔ وہاں بہت سارے پرانے زمانے کے گھر بنے ہوئے ہیں۔ کئی قدیم اور پرانی چیزیں وہاں موجود ہیں۔ وہ ایک تاریخی جگہ ہے۔ وہاں کا مشہور کھانا 'اسکیندر' ہے۔ اس کے علاوہ وہاں کا مشہور کھانا 'تاوک ششلیک' بھی ہے۔ جو ذائقے کے لحاظ سے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ اس طرح ترکی میں اُن کا چوتھا اور آخری ہفتہ مکمل ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•

"بیٹا سب ضرورت کی چیزیں رکھ لی ہیں، ایک بار دوبارہ سب چیک کر لو۔۔" ایمن بیگم اُس کی مدد کے لیے آئی تھیں۔ ماؤں کا کام ہی فکر کرنا ہوتا ہے۔ وہ اُن کے کہنے پر تین سے چار بار اپنا سامان چیک کر چکا تھا۔

"امی۔۔ اور کتنی بار دیکھوں سب مکمل ہے۔" پانچویں بار اُن کی دوبارہ سے یہی بات سن کر

وہ جھنجھلایا تھا۔

"میں لندن نہیں جا رہا جو آپ اتنی فکر کر رہی ہیں اور نہ ہی میں کوئی بچہ ہوں۔" وہ اُن کے چہرے کو اپنے ہاتھ کے پیالے میں لیے سر پر پیار دینے میں مصروف ہوا تھا۔ اپنے تایا ابو کے گھر ہی رہوں گا کہیں۔۔ باہر نہیں رہوں گا۔ ناشتہ وقت پر کروں گا، کسی سے فضول بات بھی نہیں کروں گا، بس صرف اپنے اُسی دوست کے ساتھ رہوں گا جس سے میں ملنے جا رہا ہوں۔۔ اب وہ ہنستے ہنستے وہی باتیں دہرا رہا تھا جو اُسے ازبر ہو چکی تھیں۔

"بیٹا ایک بات اور بھی ہے جو تم بھول رہے ہو۔" وہ اُس کے چہرے پر نظریں جمائے بولی تھیں۔

"وہ کیا امی۔۔؟" سب تو اُس نے کہہ دیا تھا اب وہ حیران تھا کہ ایسی کون سی بات رہ گئی جو اُس کے ذہن سے نکل گئی ہے۔ یا جو اُسے حفظ نہ ہو سکی ہے۔

"تم رات کو مجھے کال کر کے سو گے۔" وہ نہایت معصومیت سے التجا کر رہی تھیں۔ ایمن بیگم کا دل مضمحل ہو رہا تھا۔ وہ اُس کے ساتھ ناشتہ کرنے کی عادی تھیں۔ وہ اُس کے بغیر کچھ بھی

کھانے کی عادی نہ تھیں۔

باقی دونوں کی غیر موجودگی تو تھی ہی اب شامیر بھی جا رہا تھا۔

"امی یہ تو میرا معمول ہے نا۔۔یہ تو لازمی بات ہے۔"وہ ایمن بیگم سے بغل گیر ہوا تھا۔

سب سے ملنے کے بعد وہ اپنے سفر پر روانہ ہوا تھا۔موسم زیادہ سرد نہیں تھا۔وہ اب اسلام آباد انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر پہنچ چکا تھا۔یہ ایئر پورٹ اسلام آباد کے مرکزی شہر سے پچیس کلومیٹر دور، ضلع اٹک کے علاقے فتح جنگ میں واقع ہے۔یہ ایئر پورٹ وسیع رقبے پر تعمیر کیا گیا ہے،اور اس کی عمارت نہایت دیدہ زیب ہے۔کچھ ہی دیر میں جہاز فضا میں بلند ہو گیا تھا۔

°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°

وہ اب کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔شاید اس وجہ سے بھی تھی کہ کنول اور عائشہ اُس کے

روبرو بیٹھے ہوئے تھے۔شانزے نے اپنا لہجہ بالکل سپاٹ رکھا ہوا تھا۔اُس نے کوئی گلہ شکوہ کنول سے نہیں کیا تھا۔ہاں البتہ عائشہ نے ضرور شکوہ کیا تھا۔

"شانزے تم تو ہمیں اپنا دوست ہی نہیں مانتی ہو۔"وہ آگ بگولا ہوئی تھی۔

"کیا ہوا لٹل فیری کو۔"وہ ماتھے پر شکنے لائے اب اُسے گھور رہی تھی۔اپنی مستیوں کو چھپاتے ہوئے سارا ملبہ اُس پر ڈال دیا تھا۔عائشہ نے اُسے اپنے لاہور سے کراچی آنے کی اطلاع نہ دی تھی جس پر وہ جانتی تھی کہ شانزے خفا ہے مگر ان سب کے باوجود اُس نے شانزے سے الٹا شکوہ کرنا شروع کیا تھا۔

"تم نے مجھے یہ بتانا بھی گوارا نہیں سمجھا کہ تم بیمار ہو۔"آخری بار ہماری کافی دیر تک بات ہوتی رہی،مگر اپنی خیر خیریت تم نے جھوٹی بتائی کہ تم ٹھیک ہو۔"سامنے کی جانب بیٹھی شانزے کا چہرہ اب صحیح معنوں میں سپاٹ پڑ گیا تھا۔

"دیکھو میں جانتی تھی تم دونوں آو گی تو میں ٹھیک ہو جاؤں گی،اس لیے نہیں بتایا تھا۔اب تو میں بالکل ٹھیک ہوں۔"ماتھے پر شکنے لائے وہ اپنے ریشمی کالے بال جو کمر سے نیچے جا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رہے تھے انھیں جوڑے کی گول شکل دینے میں مصروف ہوئی تھی۔اس کی مسکراہٹ میں ایک خاص جادو ہے، جو اداس دلوں کو بھی روشنی دے دیتی ہے۔وہ کسی نغمے کی مانند ہے، جو دل کے کسی گوشے میں ہمیشہ کے لیے بسیرا کر لیتا ہے۔اس کی چال میں نرمی اور وقار ہے، جیسے چاندنی رات میں ہلکی ہلکی لہریں ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔وہ نہ صرف خوبصورت ہے بلکہ اس کے الفاظ بھی اتنے شیریں ہیں کہ سننے والے بے اختیار اُس کی باتوں میں کھو جاتے تھے۔

"بات سنبھالنے کا ہنر تو کوئی تم سے سیکھے میری چالاک جان۔"اس کو دیکھے کوئی اس کی تو تصویریں بنانا ہی ختم نہیں ہو رہی ہیں۔عائشہ نے ساتھ بیٹھی کنول کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا نا بس لٹل فیری، تم لاہور سے آئی ہو مگر سب شکوے بیگ میں ڈال کر لے آئی ہو۔" وہ اب منہ پر ہاتھ رکھے مسکرائی تھی۔یہاں گارڈن میں تصویریں بہت خوبصورت آ رہی ہیں۔کنول اپنی ہی دنیا میں گم تھی۔

"یار تم سب نے میری شادی پر گلابی رنگ کا فراک پہننا ہے۔ میری دو دو ستیں ایک جیسی لگنی چاہیں۔" آخر کار کنول نے بھی گفتگو میں حصہ ڈالا تھا۔

"میں تو ہمیشہ کی طرح حجاب میں رہوں گی۔" اُن سب میں عائشہ بہت دیندار تھی اور ہمیشہ اُن کی بھی اصلاح کرتی تھی۔

"ہاں جیسے چاہو کر لینا ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے میرا کزن نیچے آگیا ہے اور ہم ابھی شاپنگ کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔" کنول اور تانیہ بس دو ہی بہنیں تھیں۔ اس لیے سب کام زاویار کو کرنے پڑتے تھے۔ وہ صرف کنول کی شادی کی وجہ سے جرمنی نہیں گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سب کام اُسے ہی سنبھالنے ہیں۔

"میں تمہارے کزن کے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی۔" عائشہ ناک سکوڑتے ہوئے بولی تھی۔

"دیکھو ہمارے پاس وقت نہیں ہے زاویار نیچے انتظار کر رہا ہے، تم نقاب کر لو۔" اور شانزے تم اپنا حلیہ بہتر کرو، باہر جا کر تمہاری طبیعت اور بہتر ہو جائے گی۔" اُس نے کچھ دیر پہلے ہی اپنے بالوں کو بے ترتیبی سے سمیٹنے میں مصروف ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے کنول

نے اُسے تھوڑا حلیہ درست کرنے کا کہا تھا۔

●●●●●●●●●

نزلے کی وجہ سے ماسک پہن لیا تھا۔ سر پر ٹوپی اور سفید ٹراؤزر شرٹ کے اوپر ہمیشہ کی طرح لانگ کورٹ پہن رکھا تھا۔

کنول نے گلوپوش رنگ کا موٹا دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا اور سفید رنگ کے پھولوں اور نقش و نگار سے لدا ہوا کرتا اور ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ عائشہ ہمیشہ کی طرح سیاہ رنگ کا عبایہ اور دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔

"اب یہ لڑکی بھی۔۔ نہ جانے اور کتنی دیر لگائے گی۔" کنول آہستہ سے بولی تھی۔ عائشہ اور کنول اس وقت گاڑی میں بیٹھ چکے تھے جبکہ شانزے کمرے سے اپنا بیگ لینے گئی تھی۔ وہ باہر آتے ساتھ ہی ڈرائیونگ سیٹ کی پچھلی جانب بیٹھ گئی تھی۔

"زاویار اب جلدی چلیں ہمیں جلدی واپس بھی آنا ہے۔" کنول فوراً سے بولی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ماسک کی وجہ سے زاویار پچھلی جانب سیٹ پر بیٹھی لڑکی کو دیکھ نہ پایا تھا اور گلہ خراب ہونے کی وجہ سے وہ اُس کی آواز بھی پہچان نہیں سکا تھا۔"

وہ زیب النساء اسٹریٹ سے نکل کر اب ایٹریم (atrium) مال کی جانب جا رہے تھے۔ یہ مال اسٹریٹ سے زیادہ دور نہیں تھا۔

"بس صرف ایٹریم مال ہی جانا ہے؟" گاڑی چلانے کے دوران گردن کو کنول کی جانب گھماتے ہوئے کہا تھا۔ زاویار کی آواز سن کر شانزے کی انگلیاں موبائل کی ٹچ اسکرین سے ہٹی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جی، پہلے ادھر جاتے ہیں پھر آگر ٹائم ہوا تو کہیں اور بھی چلے جائیں گے۔" اُس نے بات کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔ شانزے جو کہ اب تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔ وہ آواز اُس کے دل پر جا لگی تھی۔ وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ جس آواز کو وہ سننے کو ترس رہی تھی، وہ اب اُس کے کانوں میں گھونج رہی ہے۔ اُسے لگا یہ شاید اُس کا وہم ہے۔ اکثر اُسے آس پاس اُس کا وجود اور آواز محسوس ہوتی تھی۔ وہ اپنا وہم سمجھ کر آگے پیچھے دیکھے بغیر دوبارہ

موبائل فون استعمال کرنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

"شانزے اگر مجھے کوئی اور رنگ پسند آ گیا تو ہم تھیم بدل لیں گے۔" اُس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ کنول تک جا پہنچی تھی۔

"عائشہ کی بچی۔۔ زیادہ بڑی بننے کی ضرورت نہیں ہے تم لٹل ہو لٹل فیری ہی رہو۔" وہ پیچھے کی جانب نظر دہراتے ہوئے بولی تھی۔ زاویار کا دھیان صرف ڈرائیونگ پر تھا۔ اُس کا دھیان کبھی کام سے ہٹ کر کہیں بھی نہیں جاتا تھا۔

"دیکھو زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لٹل فیری کا ہاتھ بہت بھاری ہے۔ میں نے منہ کا نقشہ شادی سے پہلے ہی بگاڑ دینا ہے۔" وہ سنجیدہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ سب کے قہقہے ایک ساتھ بلند گھونجے تھے۔ عائشہ اور شانزے پیچھے بیٹھے تھے جبکہ کنول ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"شانزے تم یہاں سونے آئی ہو۔" کنول نے بات گھماتے ہوئے چہرے کا رُخ شانزے کی جانب کیا تھا۔ شانزے گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگائے سب سے بے خبر تھی۔ زاویار

شانزے کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے گاڑی میں پانی ہے تو اُسے دے دیں۔ وہ ان کی تمام تر گفتگو میں خاموش تھا۔

"ہے تو نہیں لیکن ہم کسی دکان سے لے لیتے ہیں۔" مثبت میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

گاڑی کی تیز رفتار کو آہستہ آہستہ مختصر کیا تھا۔ اب کی بار وہ اُس کی آواز بھی سن نہیں پائی، وہ نیم غنودگی میں تھی۔

"یہ لیں پانی۔" گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے وہ اُس سے مخاطب ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھی وہ واقعی سو چکی تھی اُسے کنول کی کی جانے والی پانی کے متعلق گفتگو بھی سنائی نہ دی تھی۔ گہری نہ سہی مگر وہ غنودگی میں تھی۔ آنکھوں کو میچتے ہوئے کھولا تھا، نظریں جب اُس کے چہرے پر پڑی تو وہ اُسے دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔ کافی دیر تک وہ ہاتھ میں پانی کی بوتل کو لیے کھڑا رہا تھا۔

"محترمہ پانی۔" وہ ایسے دیکھنے پر تھوڑا غیر محفوظ ہو رہا تھا۔ زاویار نقاب میں چھپی لڑکی کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پہچان نہیں سکا تھا۔

وہ کون سی دعا تھی جو وہ دوبارہ میرے روبرو کھڑا ہوا ہے۔ قدرت کیا چاہتی ہے، پہلے تو سوچوں میں اور اب! اب وہ روبرو آن پہنچا ہے۔ یہ سب سوچتے ہوئے اُس نے کپکپاتے ہاتھوں سے بوتل لے لی تھی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔؟" وہ ہاتھوں کی حرکت سے گھبرا گیا تھا۔ مجھے لگتا آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ ایسا کہنے پر کنول اور عائشہ دونوں اُس کی طرف لپکی تھیں۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔" ہاتھ میں بوتل کو لیے وہ آہستہ سے بولی تھی۔ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد زاویار واپس ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

"عائشہ کیا میری آواز پہچاننے نہیں ہو رہی ہے۔۔؟" قریب ہو کر اُس کے کانوں میں سرگوشی کی تھی۔ وہ اُس کے تاثرات کو عام پا کر جھرجھری لے گئی تھی۔

"ہاں تھوڑی مختلف ہے بھاری بھاری سی آواز محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن کیوں؟" وہ بھی آہستہ سے کلام گو ہوئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم دونوں کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟"نوٹیفکیشن آتے ہی موبائل اسکرین پر کنول کا میسج دیکھا تھا۔اس حرکت پر شانزے کی ہنسی بحال ہوئی تھی۔یہ لڑکی بہت پاگل ہے۔موبائل کو واپس بند کر دیا تھا۔

○○○○○●●●●●●●●●○○○○○○

"مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ اتنے عرصے بعد میں اپنے گھر کی شکل دیکھوں گی۔"ہاتھوں کو رگڑتے وہ اب گھومنے لگی تھی۔"ہاں سچ میں اس بار واقعی ٹھنڈ کچھ کم برداشت کرنی پڑے گی۔"وہ بھی ہاتھوں کو رگڑتے ہوئے بولی،وہاں برف باری ہو رہی تھی۔

"ماریا۔۔تم بھی تو اپنے گھر جا رہی ہو،

چلو مل کر خوشی مناتے ہیں۔کائنات ہاتھ بڑھاتے اُسے بھی گھمانے لگی تھی۔"اب دونوں کمرے میں بچوں کی طرح مستیاں کر رہے تھے۔"آہستہ!اس سے پہلے کہ میم سوفیا آ کر

ہمیں خوب سنائیں، ایسا نہ ہو کہ بے عزت ہو کر پاکستان جانا پڑے۔" وہ ڈرتے ہوئے بولی تھی۔ لیکن کائنات اُس کا ہاتھ تھامے مسلسل گھوم رہی تھی۔ "وہ تو روز کا معمول ہے، اور اب تو میں نے محسوس کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔" ایسا کہتے ہوئے وہ دونوں زور و شور سے ہنستے ہنستے بیڈ پر لیٹ گئی تھیں۔

"ہائے۔۔ ویسے ماریا تم لاہور میں کہاں رہتی ہو۔" ہم دونوں کتنی اچھی دوستیں بن گئی ہیں۔ تمہاری وجہ سے میں 'چار منگ گرلز گروپ' سے آزاد ہو گئی ہوں۔ ماریا ندیم تم نے میری زندگی بدل کر رکھ دی ہے۔ میں تمہارے احسان کبھی نہیں اتار سکتی ہوں۔" اگر ماضی برا ہو تو حال میں بہت پچھتاوا رہتا ہے۔ ماضی کی تکلیفیں حال میں بھی محسوس ہوتی ہیں، ایسا نہیں ہوتا کہ وہ صرف ماضی تک محدود رہیں۔" وہ نم آنکھوں سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ میں وہ دن کبھی نہیں بھول سکتی جب میری تم سے دوستی ہوئی تھی۔

"ماضی کے زخم حال میں رہتے تو ہیں، مگر ہمیشہ کے لیے نہیں۔ مستقبل میں جاتے جاتے سب آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔" چہرے سے آنسوؤں کو ہٹاتے ہوئے بولی تھی۔ دیکھو

شروع شروع میں تمہیں اُن لڑکیوں کے علاوہ کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔ مگر اب۔۔اب دیکھو تم خوش بھی رہتی ہو اور دیکھنا مستقبل میں جاتے جاتے تم مزید خوش ہوتی جاؤ گی۔ایک دن آئے گا تم برا خواب سمجھ کر سب بھول جاؤ گی۔ میری بات پر یقین کرو۔"اللہ نے تمہیں چنا اور ہدایت بخشی،اس کا مطلب ہے کہ تمہارے دل میں گنجائش تھی،اسی لیے اللہ نے کرم کیا اور تمہاری توبہ قبول فرمائی ہے۔"یہاں کی تلخ یادیں پاکستان لے کر مت جانا۔"میں جانتی ہوں تم میری کوئی بات نہیں ٹالتی ہو۔"وہ کائنات کے منہ کو تھپتپانے لگی تھی۔"ماریا میں تمہارا یہ مان کبھی نہیں توڑوں گی۔اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"چلو ہم جلدی سے نماز پڑھ کر باہر برفباری میں چلتے ہیں۔"دھیان کو ماضی کی یادوں سے ہٹایا تھا۔

" اوکے۔۔"وہ دونوں بیڈ سے اٹھ کر نماز کی تیاری میں مصروف ہو گئی تھیں۔

○○○○○○○○○○○○○○○○

"ہاں جی کیا خبر ہے؟ کام ہو گیا۔۔۔؟" کال لگتے ساتھ ہی ہارٹ لیس نے کسی تمہید کے بغیر کام کے بارے میں پوچھا تھا۔

"جی۔۔ سر آجائیں۔۔۔ کام ہو گیا ہے۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بتا رہا تھا۔ 'ہارٹ لیس' نام ہی کافی تھا یہ بتانے کے لیے کہ وہ آدمی بے رحم تھا۔ دل ہوتے ہوئے بھی اُس میں کوئی نرمی نہیں تھی وہ ایک پتھر دل شخص تھا۔

"کام سنبھال کر رکھو میں پانچ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے اس نے مقررہ وقت بتایا تھا۔

"جی سر آپ بے فکر رہیں۔۔ میں سب سنبھال لوں گا۔" وہ جانتا تھا کہ پانچ منٹ کا مطلب صرف اور صرف پانچ منٹ ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہ اپنے خفیہ اڈے پر پہنچ جائے گا۔

"تمہارے پاس خراب کرنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔" یہ کہنے کی دیر تھی کہ اُس نے فون

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سائیڈ پر پھینکتے ہوئے گاڑی کی رفتار کو مزید تیز کر دیا تھا۔ آج تو یہ کام سے گئی ہے۔ گاڑی کو تیزی سے خفیہ اڈے کی طرف دوڑایا تھا۔

"جو جیسا ہوتا ضروری نہیں کہ وہ ویسا ہو، انسان کو پرکھنا آسان نہیں ہوتا ہے۔"

oooooooooooooo

خزاں کا موسم تھا۔ چار سو ہریالی ہی ہریالی تھی۔ سامنے سڑک تھی، جس کے پار سمندر دکھائی دیتا تھا۔ ہر اطراف میں ہریالی ہی ہریالی تھی۔ خزاں کے باوجود مناظر اور بھی زیادہ حسین دکھائی دے رہے تھے۔ وہ کھڑکی میں بیٹھا باہر کے نظاروں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں کافی کا مگ لیے وہ باہر سامنے کی جانب سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔

دوسرے پورشن میں شداد اور اُس کا دوست رہتے تھے۔ جب وہ فرقان کے پاس رہتا تو وہ صبح اُسے ایسے ہی کافی بنا کر دیتا تھا۔ "شداد ملک صبح اٹھتے ہی کافی پینا پسند کرتا تھا۔"

"شیدی چل بھی بگلے تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔" وہ بیڈ پر بیٹھا جوگرز پہنتے ہوئے بول رہا

تھا۔ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا تھا۔ کھڑکی کے پاس بیٹھا وہ کافی پینے میں مصروف تھا۔ سنہرے بکھرے بال جو اس کی بے داغ پیشانی کو چوم رہے تھے۔ تیز روشنی میں وہ بال سونے کی طرح چمک رہے تھے مگر انھیں سامنے سے جامنی رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ اس کے چہرے کے خدوخال بے انتہا پرکشش تھے۔ اوپر کو اٹھی مغرور سی ناک جس پر تل نمایا تھا۔ گندمی رنگت پر لال گال اس کی معصومیت کا پتہ دیتے تھے۔ چھ فٹ سے نکلتے قد میں اُس کا حسین چہرہ اور تپتے گال نہ جانے کتنی حسینوں کا دل دھڑکاتے تھے۔ گُھرکی میں ڈوبی ہوئی سنہری آنکھیں، کسرتی جسم وہ شیر کی چال چلتا تھا۔ کافی کا آخری گھونٹ انڈیلتے ساتھ ہی فرقان کی جانب نظریں گھمائی تھیں۔

"میں کیا پہنوں؟" چہرے پر پڑتی روشنی کو ہاتھ سے روکتے ہوئے اُس کی جانب دیکھا تھا۔ رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے وہ فرقان کے اپارٹمنٹ میں رکا تھا۔ یہ اپارٹمنٹ HermannStraße 5 پر واقع تھا۔

"میں تمہارے کہنے سے پہلے کپڑے واش روم کے باہر بنی الماری میں لگا آیا ہوں۔" بس

جلدی سے تیار ہو جاؤ پھر ساتھ مل کر کہیں گھومنے جائیں گے۔ جو گرز پہن کر اب وہ کھڑا ہو چکا تھا۔

"تم کہیں جا رہے ہو؟" تیاری کو دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ کافی کا مگ ہاتھ سے رکھتے وہ اب اپنی جگہ سے اٹھ چکا تھا۔

"ہاں میں لانڈری سے کپڑے لے آؤں اور دے بھی آؤں جب تک تم تیار ہو جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ کپڑوں کو ہاتھ میں لیے وہاں سے چلا گیا تھا۔ HermannStraße 5 اسٹریٹ کے بائیں جانب میڈیکل سٹور (Apotheke) واقع ہے۔ اُس کے بالکل ساتھ ہی لانڈری کی دکان موجود ہے۔ وہاں سے کپڑے اٹھانے کے بعد وہ ساتھ پذیر مرون رنگ کی اونچی عمارت کی طرف بڑھا اس عمارت میں نچلی سطح پر ترکیش شاپ تھی، جہاں سے حلال گوشت بھی با آسانی مل جاتا ہے۔

جامنی اور سنہرے رنگ کے بال سنوارتے ہوئے وہ اپنی گُھرکی میں ڈوبی سنہری آنکھوں سے اپنا عکس آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ تیار ہونے کے بعد اب وہ سامان نکالنے میں مصروف

تھا۔ وہاں مچھلیاں پکڑنے کا لائسنس جاری کیا جاتا تھا جو کہ شداد کے پاس موجود تھا۔ وہ پیلے رنگ کی شارٹس اور شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ سارا سامان اکٹھا کرنے کے بعد اب وہ فرقان کا انتظار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرقان آیا، ناشتہ مکمل کرنے کے بعد وہ مچھلیوں کا شکار کرنے چلے گئے تھے۔

گلی سے نکل کر سڑک اور پارک عبور کرنے کے بعد Mainstraß شروع ہو جاتی تھی۔ وہاں سے ڈھلان (Dehlan) کی صورت سڑک ہے، جس کو پار کر کے دریا کے قریب جایا جاتا ہے۔ دریا کو 'مائنز (Mines) ' کہا جاتا ہے۔ یہ بہت مشہور دریا ہے۔ یہ دریا پورے فرینکفورٹ میں بہتا ہے۔ اس دریا کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے کنارے دریائے سندھ کا نقشہ بھی بنا ہوا ہے۔ وہاں کے رہائشی ہی نہیں جو بھی مائنز میں پہلی بار آتا ہے وہ اس نقشے کہ بنائے گئے مقصد کو جاننے کی کوشش کرتے اور مزید معلومات بھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حاصل کرتے ہیں۔اس دریا کا پاکستان کے دریا دریائے سندھ سے موازنہ بھی کیا گیا ہے،اور یہ اس طور سے کہ جس طرح اس دریا کا پانی فرینکفورٹ اور بہت سے شہروں سے گزرتا ہوا جاتا ہے اسی طرح دریائے سندھ کا پانی بھی بہت سے شہروں سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔اس لیے دریائے سندھ اور جرمنی کے مائنز کا موازنہ کیا گیا ہے۔اس دریا کے ساتھ ساتھ وہاں پر واکنگ ٹریک بھی بنا ہوا ہے اور دوسری جانب سائکلنگ کے لیے بھی سڑک بنائی گئی ہے۔ان دونوں کے درمیان طرح طرح کے پودے اور ہرا بھرا گھاس بھی موجود ہے۔بچوں کے لیے پارک بھی ہے جس میں جھولے بھی لگائے گئے ہیں۔بچے پارکوں میں جھولوں کی طرف جا پہنچتے ہیں۔باقی سب کوئی چہل قدمی،پانی کی لہروں کو دیکھنا ہر کوئی اپنے انداز کے مطابق وقت گزارتا ہے۔

وہ اس دریا پر مچھلیوں کا شکار کرنے جاتا تھا۔دھوپ سے بچنے کے لیے کرسی کے اوپر نیلے رنگ کی چھتری لگائی ہوئی تھی۔یہ شوق صرف شداد کا تھا،فرقان اُسے چھوڑ کر وہاں سے

واکنگ ٹریک کے لیے نکل جاتا تھا۔ شداد کرسی پر بیٹھ کر مچھلیوں کے تار میں پھنسنے کا انتظار کرتا تھا۔ کرسی کے ساتھ ایک گہرا برتن رکھا گیا تھا، جسے ڈھول بھی کہا جاسکتا ہے۔ برتن میں وہ پکڑی گئی مچھلیوں کو ڈالتا تھا۔ کافی انتظار کے بعد جب اُسے محسوس ہوتا کہ کوئی مچھلی کانٹے میں پھنس چکی ہے تو وہ کرسی سے ٹیک ہٹا لیتا تھا۔ وہ ایک حرکت پذیر کرسی تھی، جسے بیٹھنے کے مطابق درست کیا جاسکتا تھا۔ مچھلیوں کو پکڑنے کے بعد برتن میں اکٹھا کر لیتا اور ہمیشہ کی طرح اپنے منہ سے وہ آواز نکالتا (سیٹی بجاتا) تھا۔ اس حرکت پر ایک اُڑتا بگلا اُس کے پاس آکر رک جاتا تھا۔ جیسے کہ وہ اسی انتظار میں رہتا تھا کہ وہ کب آواز نکالے اور وہ اڑتا ہوا کھانے کے لیے آجائے۔ وہ اُس کی آواز پہچانتا ہوا فوراً سے اڑتا ہوا آپہنچتا تھا۔ بگلا اب اس کی نکالے جانے والی آواز کو پہچان چکا تھا، کہیں بھی ہو وہ آواز سن کر اُس کے پاس آجاتا تھا۔ برتن کو وہ بگلے کے آگے رکھ دیتا، اس طرح وہ خوشی خوشی ساری مچھلیوں کو کھا لیتا تھا۔ اُن دونوں میں کافی دوستی ہو چکی تھی۔ آواز کو پہچانتے ہوئے وہ کہیں سے بھی اُڑ کر آجاتا اور اپنا کھانا ختم کر کے تھوڑی دیر ساتھ وقت گزار کر خوشی خوشی واپس اُڑ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جاتا تھا۔ شداد کو بگلے بہت پسند تھے، اور بگلوں سے اُس کی بہت گہری دوستی تھی۔ وہ بگلے کو محبت سے "آئس فلائنگ کنگ (Ice flying king)" کہہ کر بلاتا تھا۔ وہ بگلا برف کی مانند شفاف، خوبصورت اور اڑان کا بادشاہ تھا۔ شداد نے چال چلن کے حساب سے بگلے کو اس نام سے مخاطب کرتا تھا۔

"چلو تم دونوں میں بہت پیار ہو گیا ہے، اب چلو گھر چلیں۔" وہ کافی اونچی آواز میں بولا تھا۔ شداد فرقان کو قریب آتا دیکھ کر اُسے آگے آنے سے روک چکا تھا۔ وہ جانتا تھا فرقان کے قریب آنے سے بگلے نے اڑ جانا ہے، وہ جانتا تھا کہ کچھ وقت تک وہ پاکستان چلا جائے گا اس لیے وہ اپنے آئس فلائنگ کنگ کے ساتھ تھوڑا وقت گزار رہا تھا۔

"تم گھر جاؤ اور جا کر چینج وغیرہ کرو، میں تھوڑی دیر تک تمہیں آ کر جوائن کرتا ہوں۔" بگلا ساری مچھلیوں کو کھا چکا تھا مگر وہ اُس کے لیے سمندر سے اور مچھلیوں کو نکال رہا تھا۔ شفاف رنگت کا بگلا۔۔۔ وہ اُس کی ایک ایک حرکت کو اپنی آنکھوں میں محفوظ کر رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°•°

"چلو بی بی جلدی سے پسند کرو جو جو لینا ہے۔" وہ اب ایٹریم مال میں موجود تھے۔ عائشہ نے مال کے اندر داخل ہوتے ہی کہا تھا۔ رات زیادہ دیر گھر سے باہر نہیں رہتے، اس لیے آپ سب نے جلدی کام ختم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ وہ لٹل فیری اُن سب میں بہت سمجھدار تھی۔ ہر بات کو بڑی خوبصورتی سے سمجھاتی تھی۔

"ہاں۔۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب جلدی جلدی قدم بڑھاؤ، ہمارے پاس وقت کم ہوتا ہے جب عائشہ بی بی ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔" کنول نے شانزے کو کوئی مارتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ۔" زاویار شانزے کو دیکھ کر چونکا تھا۔ وہ اس وقت ایم اے سی کاسمیٹکس (MAC cosmetics) میں موجود تھے، جو کہ گراؤنڈ فلور پر واقع ہے۔ وہ شانزے کا

چہرہ دیکھتے ہوئے آخری وقت کی ہونے والی ملاقات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اُسے یقین نہ تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو اُس دن اتنا بول رہی تھی۔۔۔ جس نے اُس کا دماغ کھا لیا تھا۔ آج وہ اُسے پورے راستے خاموش پا کر حیران ہوا تھا۔ آج یہ بہت خاموش ہے شاید اپنی طبیعت خراب ہونے کے باعث تھوڑی خاموش ہے۔ وہ خود میں ہی گم تھا۔

"جی میں۔۔" اُس نے دھیمے لہجے میں ہاتھ کو روکتے ہوئے کہا۔ لپ اسٹک شانزے کی کمزوری تھی۔ شاپ کو دیکھتے ہوئے وہ فوراً سے ماسک اتار کر رنگ برنگی لپ اسٹک لگانے میں مصروف ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے زاویار اُسے پہچان چکا تھا۔ کوئی ہونٹوں پر کوئی ہاتھوں محض وہ ہر جگہ بہتر سے بہتر رنگ ڈھونڈنے کی کوشش میں مصروف ہوئی تھی۔ سرخیوں کو دیکھتے ہوئے اُس کا چہرہ کافی شاش بشاش ہو گیا تھا۔ ویسے تو ہر رنگ کی سرخی اُسے پسند تھی مگر زیادہ تر صرف وہ دو رنگ لیا کرتی تھی۔ 'زنک براؤن اور پلم' رنگ کی سرخی وہ زیادہ پسند کرتی تھی۔

"مجھے پہچانا میں آئس کریم والا ہوں۔" مسکان دباتے ہوئے کہا۔ اُس دن تو زبان ہی نہیں

رک رہی تھی اور آج دوستوں کے سامنے اتنی معصوم بنی ہوئی ہے۔ وہ اُسے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ اُسے لگا وہ اُسے پہچان نہیں پائی جس کے باعث اُس نے اپنا تعارف دوبارہ کروانا مناسب سمجھا تھا۔

"جی۔۔ آپ کو بھلا میں کیسے بھول سکتی ہوں۔" نظروں کو زاویار کے چہرے سے ہٹایا تھا۔ وہ نگاہوں کو نیچے کیے بات کر رہی تھی۔ آج بھی وہ ویسے ہی رہا تھا۔۔۔ پورے راستے اپنا دھیان صرف ڈرائیونگ کی جانب کیا ہوا تھا۔ "وہ آخر اُس دن آئس کریم پارلر کیوں تھا۔" یہ ایک سوال تھا جو وہ گاڑی میں سوچتی آئی مگر وہ اُسے دیکھتے ہوئے اُس سے سوال کرنا بھول چکی تھی، مگر یہ سوال آج بھی ادھورا رہ گیا تھا۔

"لگتا آج آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے آپ کافی خاموش خاموش ہیں۔" وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ جملہ طنزیہ انداز میں کہا گیا ہے۔ وہ بہت شرمندہ تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ زاویار سے اُس کی ملاقات اس انداز میں واپس ہو گی۔ ایک ہفتہ قبل واقعی اُس نے زاویار کو بہت تنگ کیا، اور یہ حرکت اُس نے جان بوجھ کر کی تھی۔

"آج شانزے کو تنگ کرنے کی باری زاویار کی تھی۔"

اگر زاویار کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ یقیناً اُسے پاگل کہہ کر اُسے کب سے آئس کریم پارلر سے جانے کا کہہ چکا ہوتا، مگر اُسے کیا معلوم تھا کہ گاہکوں کے ساتھ کس طرح کا رویہ رکھنا چاہیے، اس لیے وہ چپ چاپ برداشت کرتا رہا تھا۔ مگر جس طرح کا انداز اُس کا تھا اگر وہ آئس کریم والا ہوتا بھی تو وہ کچھ نہ کہتا صرف برداشت کرتا۔ ان عادتوں کی وجہ سے اُس کا دل زاویار کی طرف مائل ہوا تھا۔

"نہیں۔۔ میں اب ٹھیک ہوں۔" سرسری سا جواب دیا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں لگی لپ اسٹکس کے مختلف رنگوں کو چھپا رہی تھی۔

"کالے چشمے لگائے وہ دیکھی جا رہا تھا جیسے ہمیں کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا ہے۔" عائشہ اور کنول جو کہ ساتھ والی شاپ سے واپس آ رہے تھے۔ اب ہم اتنی بھی بے خبر نہیں کہ انسان جو بھی کرے اور ہمیں علم ہی نہ ہو۔ کنول اُس آدمی کے انداز سے کافی غصے میں تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جس طرح کالے چشمے غلط نگاہوں کو ڈھانپتے ہیں اسی طرح ہمارا با پردہ رہنا اُن نگاہوں کو ہم تک پہنچنے سے روکتا ہے۔" اچھا اب اپنا موڈ بہتر کرو اور اب اُن دونوں کے پاس چلتے ہیں۔ کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انسان کے دل میں بس اپنے اللہ کا ڈر ہونا چاہیے، حیا دل میں خود بخود آجاتی ہے۔" بڑے پیار سے عائشہ صدیقہ نے سمجھایا تھا۔

"جی عائشہ۔۔ لیکن ہم کون سا کچھ غلط کرتے ہمارے دل میں بھی اپنے اللہ کا ڈر ہے، ہم بھی نماز روزہ سب کرتے اور پردہ کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔" وہ اب ایم اے سی کا سمیٹکس کے پاس پہنچ چکے تھے۔" کنول بس یہ کوشش ہمیشہ جاری رکھنی ہے۔" گالوں کو تھپتپایا تھا۔

"شانزے کیا تمہاری سرخی کی خریداری ہو گئی ہے؟" قریب پہنچتے ہی طنزیہ انداز میں کہا تھا۔" اتنے میں ہم فراک بھی پسند کر کے آگئے مگر تم سے صرف دو لپ اسٹکس نہیں خریدی گئی ہیں۔" اچھا چلو جلدی کرو اس کے بعد کچھ کھاتے پیتے اور گھر چلتے ہیں۔

"کنول تم شانزے کی لپ اسٹکس کو صرف نہیں کہو، ہم اگر پورا مال خرید آتے لیکن جب بھی

آتے یہ ہمیں یہاں سرخیوں کے ساتھ کھیلتی ہوئی ہی نظر آنی تھی۔۔"شانزے اب واقعی شرمندہ ہو رہی تھی۔ لیکن اس میں اُس کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔جہاں اُن کا پورا مال گھومنا اور باقی خریداری کرنا تھا وہاں صرف شانزے کو لپ اسٹکس کی خریداری کرنا پسند تھا۔زاویار کوئی بھی تاثرات دیے بغیر بس صرف اُن کی باتیں سن رہا تھا۔

"یہ لو شانزے دیکھو میرا فیری فراک۔"ہاتھ آگے کی جانب بڑھایا تھا۔اُس نے جامنی رنگ کا فراک لیا تھا،پورے مال میں اُسے سب سے خوبصورت پہلی نظر میں وہی لگا تھا۔مال میں آتے ہی شانزے نے طے کر لیا تھا کہ وہ باقی اور کوئی خریداری نہیں کرے گی،اُس کی طبیعت ناساز تھی۔اس لیے بس وہ صرف ایم اے سی کا سمیٹکس گئی تھی اور وہ دونوں باقی سب خریداری کرنے گئے تھے۔ کنول اور عائشہ دونوں ساتھ تھیں۔شانزے کے اکیلے ہونے کی وجہ سے کنول نے زاویار کو گراونڈ فلور پر اُس کے ساتھ رہنے کا کہا تھا۔عائشہ نے تھیم بدل لیا تھا،اُسے وہ فراک بہت خوبصورت لگا جس کی وجہ سے اُس نے وہ خریدا تھا۔ شانزے جانتی نہ تھی کہ زاویار اُس کے ساتھ رہ کر اُسے پہچان لے گا۔مگر وہ کیسے نہ پہچانتا وہ

واحد تھی، جس نے اُسے ہر لحاظ سے پریشان کیا تھا۔

"تم دونوں اتنی دیر میں سب پسند بھی کر آئے ہو؟" وہ ہاتھ سے شاپنگ بیگ لیتے ہوئے حیران ہوئی تھی۔ "یہ سچ ہے کہ اپنے پسندیدہ انسان کے ساتھ گزارا ہوا وقت بہت تیزی سے گزرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن یہ شاید اس لیے کیونکہ ہم وقت کو نہیں اُس انسان کو اہمیت دے رہے ہوتے ہیں۔ ہم اُس انسان میں اتنا کھوئے ہوتے ہیں کہ ہم وقت کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے، اور لگتا کہ وقت جلدی گزر رہا ہے۔" وہ اُس کے ساتھ کھڑی بھول چکی تھی کہ وہ یہاں لپ اسٹکس لینے کے لیے آئی تھی۔ اُسے تب اندازہ ہوا تھا جب باقی دوستیں ساری خریداری کر کے آچکی تھیں۔

"جی محترمہ ہم سب خرید آئے مگر آپ کی خریداری ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہے۔" عائشہ اُس کے ساتھ کھڑی شانزے کو باتیں سنانے میں مصروف ہوئی تھی جبکہ کنول زاویار کے ساتھ آگے جا کر لپ اسٹکس کا بل بنانے کے لیے گئی تھی۔ وہ اب سب کچھ پسند کر کے مال سے باہر آچکے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سب گاڑی میں بیٹھ کر اگلے پلان کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ زاویار نے سر اسٹیرنگ پر رکھ لیا تھا۔ ماتھا ٹکا لیا، جب کے باقی سب کھانے کے پروگرام کی تصدیق کر رہے تھے۔

"اگر میری سنو تو گھر چلتے ہیں، باقی آپ سب کو جو مناسب لگے۔" شانزے نے اُن سب کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"شانزے اگر عائشہ خاموش ہے تو پلیز۔۔ اُس کی ڈیوٹی اب تم نہ مکمل کرو۔" اور اب تم سب گھر ہی رہنا، لیکن میری شادی ہونے تک مجھے برداشت کرو۔ میں اب ایک مہینہ بس اپنی مرضی کروں گی اور یہ سچ ہے میں دھمکی آمیز انداز میں کہہ رہی ہوں۔ ورنہ میری شادی کی بریانی تم سب کے لیے مہنگی ہو جانی ہے۔

"کنول مجھے کیوں فضول میں گھسیٹ رہی ہو، میں نے اب تمہارا خون پی جانا ہے۔" ماتھے پر شکنے لائے وہ اب ہاتھوں کو اُس کی گردن کے قریب رکھتے ہوئے بولی تھی۔ زاویار جو کہ

اسٹیر نگ پر ماتھا رکھے تھک چکا تھا۔ایک تو اُس کا کھانے کا وقت بھی تھا اور دوسرا آس پاس خاموشی ہونے کے باوجود گاڑی میں صرف دو لڑکیوں کی آوازیں اُس کا مزید سر درد کر رہی تھیں۔اُن میں ایک اُس کی کزن بھی شامل تھی۔

"میری مانو تو ہم کچھ کھا لیتے ہیں،مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔"آخر کار اُس نے ہمت کر کے بول ہی دیا تھا اور بولا بھی اتنے دھیمے لہجے میں تھا جیسے التجا کر رہا ہو کہ خاموش ہو جاؤ ہم کہیں چلے جاتے ہیں۔۔بس شور نہیں کرو۔شانزے بھی اُن کی چڑ پڑ سے تنگ آچکی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے ہم کچھ کھا پی لیتے ہیں۔"شانزے بھی سب کی باتوں سے متفق ہوئی تھی۔

اگر زاویار بھوک کا نہیں بولتا تو اُس نے ہمیشہ کی طرح ضد کر کے گھر چلے جانا تھا مگر اُسے لگا کہ اب کچھ کھا پی لینا چاہیے۔زاویار نے گاڑی پارکنگ ایریا سے نکالی اور ایریزونا گرل (arizona grill) کی جانب دہرائی تھی۔

ایریزونا گرل کراچی میں ایٹریئم مال کے دائیں جانب واقع ہے۔اگر مال کے داخلی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دروازے کا سامنا کیا جائے، تو دائیں جانب ایریزونا گرل نظر آئے گی۔

سب کھا پی کر اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

○○□□○○□□○○□□○○□□○○

"کائنات بس کرو، مجھے بہت زیادہ ٹھنڈ لگ رہی ہے۔" وہ دونوں برف کے گولے بنا کر ایک دوسرے پر اچھال رہے تھے۔ وہ بالکل نڈھال ہو چکی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اُن کے گھر واپس جانے کا وقت آ گیا تھا۔ سب جدا تو ہو رہے تھے مگر اپنے وطن لوٹنے کی بے حد خوشی بھی تھی۔ آخری لمحات سب دوست ایک دوسرے کے ساتھ خوشی سے گزار رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے اُن کا ایک دوسرے کے ساتھ گزارا ہوا ہر اچھا پل یادگار رہے۔ وہ دونوں موٹے کپڑے پہنے اپنے آپ کو موسم کے لحاظ سے ڈھانپے ہوئے تھے۔

"دیکھو میں نے آج بس نہیں کرنا،اس لیے یہ بس لفظ اپنے دماغ سے بس۔۔۔ نکال دو۔"

ایک اور گولا بنا کر سامنے ماریا کی جانب پھینکا تھا۔اس بار برف کا گولا بازو پر لگ کے نیچے پھیلی برف میں گھل گیا تھا۔پارک کی ہر چیز برف سے ڈھکی چھپی تھی۔یہ وہ تھور تھ پارک تھا جہاں وہ سب برف کے ساتھ مزید وقت گزارنے آئے تھے۔درخت،روشن بلب،بیٹھنے کی ہر جگہ برف سے ڈھکی چھپی ہوئی تھی۔صرف آسمان کی مدھم روشنی تھی جو منظر کو شفاف دیکھنے میں مدد دے رہی تھی۔

"اچھا تو ایسی بات ہے،تو یہ لو پھر میری طرف سے بھی برف کا تحفہ۔"یہ کہتے ہی وہ نیچے جھکی اور دونوں ہاتھوں میں برف کو اکٹھا کیا تھا۔کائنات کے قریب جا کر پکڑی ہوئی برف کو آسمان کی طرف اچھال کر گھومنے لگی تھی۔وہ دونوں اپنی ہی دنیا میں گم تھے۔ماریا بہت سنجیدہ لڑکی تھی،مگر آس پاس زیادہ رش نہ ہونے کی وجہ سے وہ اب اس طرح ماحول سے لطف اٹھا رہی تھی جیسے وہ اپنے کمرے میں موجود ہو۔

"میرے خیال سے اب ہمیں بس لفظ دماغ میں لے ہی آنا چاہیے۔"کائنات ماریا ندیم کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاتھ کو ہاتھ میں لیے آہستگی سی آواز میں بولی تھی۔

"نہیں محترمہ نہیں! ابھی میری باری باقی ہے، مجھے بدلہ تو لینے دو۔" یہ کہتے وہ کائنات کے پیچھے بھاگنے لگی تھی۔ تھوڑی دور پہنچ کر آگے 'چار منگ گرلز گروپ' کی لڑکیوں کو دیکھ کر واپس مڑی تھی۔

"رکو کنگارو اتنی بھی کیا جلدی ہے، تم ہمیں چھوڑ کر کدھر جا رہی ہو۔" کائنات نے کندھوں پر ہاتھوں کا لمس محسوس کیا۔ یہ چار منگ گروپ کی ممبر زی تھی۔ جو ایک بہت اچھی لڑکی ہوا کرتی تھی مگر اب وہ چار منگ گروپ کے نام سے جانی جاتی تھی۔

"دیکھو زی مجھے چھوڑ دو نہیں تو تم بہت پچھتاؤ گی۔" وہ اُس کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹکتے ہوئے بولی تھی۔

"اگر تم نے دوبارہ مجھے ایسا بولا تو تم بہت پچھتاؤ گی۔" وہ کائنات کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ بوائے کٹ، جدید طرز کا لباس، ہونٹوں پر سرخ رنگ کی سرخی وہ ایک مختلف شخصیت لگ رہی تھی۔

"کراچی میں کبھی آمنا سامنا ہوا تو پوچھوں گی، ویسے۔۔ گھر والوں کو تمہارے اس گیٹ اپ کا اندازہ ہے؟" کائنات نے سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے مسکان دباتے ہوئے کہا، وہ اب سر سے لے کر پاؤں تک حلیے کا جائزہ لے رہی تھی۔ شدید سردی میں بھی اُس نے فیشن کو ترجیح دے رکھی تھی۔

"میرے سے پنگے مت لو کائنات۔" وہ اُس کے مزید قریب تر ہو کر بولی تھی۔

"جس کا دماغ ہی نہ ہو اُس سے الجھ کر اپنا وقت ضائع کرنے کا مجھے کوئی فائدہ نہیں ہے، مائے بے بی۔" کانوں میں سرگوشی کی اور کندھے سے کندھا جھٹکتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔ زی کا اصل نام زمل فاطمہ تھا۔ سب اُس کو پیار سے زی کہتے تھے۔ کائنات اُس سے سبحان اور علینا کی شادی پر ملی تھی۔ وہ ایک نہایت اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ "وقت انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے۔ جیتے جی انسان اپنی ہی وجہ سے خاص سے خاک ہو کر رہ جاتا ہے۔"

وہ دونوں اب پارک سے آچکے تھے۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد بیڈ پر لیٹے باتیں کرنے

میں مصروف تھے۔

"کائنات زی تمہیں کیا کہہ رہی تھی۔۔؟"ماریا نے کروٹ بدلتے ہوئے دھیمی آواز میں سوال کیا تھا۔ کمرے میں صرف لیمپ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

"جس کا خود کا دماغ ہی نہیں ہو اُس نے کیا کہنا اور کیا کر لینا ہے۔ وہ باقی گروپ کے لیے صرف ایک مہرہ ہے۔ سب اُس کا استعمال کر رہے ہیں۔"وہ سر کے نیچے بازو کو رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

"کوئی بات نہیں تم بس اچھے کی امید رکھو۔"ہم صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔ تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اُسے غلط کاموں سے روکنا چاہا،

"اگر وہ سب کو نظر انداز کر رہی ہے تو تم بھی اُسے نظر انداز کر دو۔"

"کیا وہ اللہ کے احکامات کو بھی نظر انداز کر رہی ہے۔۔؟"سوال کا جواب تو آسان تھا مگر وہ ماریا کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

"دیکھو انسان گمراہ ہو جاتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر اللہ! اللہ اپنی بنائی ہوئی مخلوق کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نظر انداز نہیں کرتا ہے۔ وہ خود تک آنے کے دروازے ہمیشہ کھولی رکھتا ہے۔ اللہ گناہوں کو نہیں انسان کی دل سے کی گئی توبہ کو دیکھتا ہے۔" وہ بڑے پیار سے ہر بات کی وضاحت کر رہی تھی۔ ماریا اُس کو ماضی کے بارے میں غلط محسوس نہیں ہونے دیتی تھی۔ وہ ہمیشہ دل سے کی گئی توبہ پر زور دیتی تھی تاکہ اُسے کوئی شرمندگی محسوس نہیں ہو۔

"تو انسان اپنے ارد گرد کے غلط ماحول اور برائیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا کیوں نہیں چاہتا ہے؟ ایسے لوگوں کو ہدایت کیوں نہیں ملتی ہے۔؟" ہم اپنے عزیزوں کو سمجھاتے ہیں مگر وہ کیوں ہماری باتوں کو در گزر کرتے ہیں۔

"ہدایت انھی کو ملتی ہے جو ہدایت پانا چاہتے ہیں۔ جن کے دل میں حیا باقی نہ رہے وہ حیا اور ہدایت دونوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔" تمہیں بھی وہ ماحول، اُن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا اور وقت گزارنا پسند تھا۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ لڑکیاں نئی لڑکیوں کو غلط کاموں کی طرف گامزن کرتی ہیں۔ مگر جب تمہیں احساس ہوا رو تم نے اُن سب کا ساتھ چھوڑ دیا، باوجود اس کہ کے وہ سب تمہاری دوستیں تھی۔" کبھی کسی پسندیدہ چیز کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہمیں اُس سے محبت نہیں، بلکہ کبھی ہم وہ اس لیے بھی قربان کرتے تا کہ وہ ہمارے لیے پھندا نہ بن جائیں۔" وہ اب اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ تم یہ مت سمجھنا کہ میں نے تمہیں اُن غلط لڑکیوں سے دور کیا ہے۔ تمہارے دل میں حیا باقی تھی، اس لیے اللہ نے مجھے تمہاری مدد کرنے کے لیے وسیلہ بنا کر بھیجا تھا۔ اب دیکھو تم اللہ کے کتنے قریب تر ہو گئی ہو۔ اپنا ہاتھ اُس کے دائیں گال پر تھپتپایا تھا۔

"لیکن اللہ نے حرام چیز سے منع فرمایا اور م۔۔ میں نے تو۔۔ شراب نوشی کی ہوئی ہے۔" آنکھوں سے آنسو اب اُس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ الفاظ دب گئے تھے، پچھتاوا ہوا تھا مگر ماریا نے بہت سے بڑے نقصانات سے بچا لیا تھا۔

"تم نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا، اللہ معاف کرنے والا ہے۔ اب ماضی کو بھول جاؤ۔" آنسوؤں کو چہرے سے ہٹایا تھا۔ تم نے کون سا شراب کو اندر انڈیلا تھا۔ جب تمہیں معلوم ہوا اس کا ذائقہ بد مزہ ہے تم نے فوراً اُسے اپنے منہ سے نکال پھینکا تھا۔ ماریا مزید اُسے غلط سوچوں سے آزاد کر رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کائنات کا رخ واپس سے ماضی کی تلخ

یادوں میں جائے، کائنات اپنے اللہ کے بہت قریب ہو گئی جس کے باعث وہ ہمیشہ اُسے پرانے خیالات کو سوچنے سے روکا کرتی تھی۔

ماریا ہم کیفے گئے اور کولڈ ڈرنک کی صورت میں انھوں نے مجھے شراب پیلانا چاہی تھی۔ میں جب اس حرکت پر سب سے ناراض ہوئی تو وہ سب بولی ہمارے ساتھ رہنے کے لیے یہ سب کرنا پڑے گا۔" وہ جانتی تھی مجھے اُن سب کی عادت ہو گئی ہے، اس لیے اب وہ مجھے ستاتی تھی۔ مگر پھر تم آ گئی، میں اللہ کا شکر ادا کرنا اور اُن کا بھیجا گیا وسیلہ کبھی نہیں بھولوں گی۔"

آبدیدہ چہرے کے ساتھ مسکرائی اور آگے ہو کر ماریا سے بغل گیر ہوئی تھی۔

"میں غفلت میں تھی۔ وہ میرے لیے ایسے ضروری ہو گئے تھے جیسے جسم میں جان، میں بھٹک گئی تھی۔ میں کھو گئی تھی، بلکہ خود میں گم ہو گئی تھی۔ اُن سے دور رہنا آسان نہیں تھا شروع میں تو خود کو بے جان لگتی تھی۔ پھر کیا تھا آہستہ آہستہ بے جان ہو گئی، اپنے لیے انجان ہو گئی تھی۔ سکون چاہتی تھی اور آخر مجھے سکون میسر ہو گیا۔ میں اُن سب سے آزاد ہو گئی اور یہ سب پتہ کیسے ہوا ہے۔۔؟ میں پہلے چارمنگ گرلز گروپ سے ڈرتی تھی۔ وہ مجھے

تنگ کرنا شروع ہو گئی تھیں میری بے بسی پر ہنستی تھیں،وہ جانتی تھی کہ مجھے اُن کی عادت ہو گئی ہے۔ لیکن میرا ڈر آہستہ آہستہ ختم ہو گیا تھا اور پتہ ایسا کیوں ہوا۔۔؟ کیونکہ۔۔ تم۔۔ ہاں تم۔۔ تم نے مجھے غفلت بھری زندگی اور گمراہی کے راستے سے بچایا تھا۔ تم ایک خدا کا دیا ہوا انمول تحفہ ہو۔۔ تم میری ماریا ہو۔۔"وہ بے اختیار ہوتے ہوئے رو رہی تھی۔ وہ اُس کو گلے سے لگائے دل کو سکون پہنچا رہی تھی۔ لیکن ماریا صرف بچوں کی طرح اپنا ہاتھ اُس ہر سہلا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

●●●●●●●●●●●●●●

شاہراہِ فیصل کی روڈ پر اُس کی گاڑی بے تحاشا رفتاری سے چل رہی تھی۔ شاید وہ میٹنگ کی وجہ سے لیٹ ہو گیا تھا اور اب ہواؤں کے گھوڑے پر سوار تھا۔ کراچی انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر پہنچتے ہی اُس نے شامیر کو کال کی۔ لیکن کال موصول نہیں ہو رہی تھی۔

دوسری جانب شامیر سلیمان سارا سامان اکھٹا کیے اب ویٹنگ ایریا میں زاویار کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ پچھلے بیس منٹ سے ایک ہی جگہ بیٹھا زاویار کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے آنے میں کافی دیر ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اب اُس کی کال بھی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا زاویار ایئر پورٹ پر آ پہنچا ہے۔ کال اٹھائے بغیر سامان لیے وہ ویٹنگ ایریا سے باہر آ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایئر پورٹ سے نکل آیا اور تھوڑے ہی فاصلے پر زاویار کی کھڑی گاڑی کو دور سے ہی پہچان لیا تھا۔

" زاویار تم کہاں رہ گئے تھے۔" پاس آتے ہی سلام دعا کیے بغیر وہ اُس پر برسنے لگا تھا۔ وہ تو زاویار کی خوش نصیبی تھی کہ موسم گرما نہیں تھا، ورنہ باتوں کی تپش اور چپلوں کی برسات کے ساتھ اُس پر سورج نے بھی برسنا تھا۔

"وہ میٹنگ تھوڑی طویل ہو گئی تھی ورنہ میں وہاں سے پہلے ہی نکل آتا۔" چشمے کو آنکھوں سے ہٹائے وہ نہایت دھیمے لہجے میں اُس سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ اُسے اپنے سامنے پا کر بے حد خوش تھا۔

"ویسے تم لوگوں کی ہمت ہے، میں تو یہاں نہیں رہ سکتا ہوں۔" سردی کے موسم میں بھی اُسے پسینے آرہے تھے۔ یہ شاید اس لیے بھی تھا کیونکہ رش میں زیادہ گرمی بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

"اچھا آ تجھے اے سی کے سامنے بیٹھاؤں۔" یہ کہتے ہی زاویار نے شامیر سے سارا سامان لے کر گاڑی میں رکھ دیا تھا۔

"تیری مہربانی۔۔ زیادہ فلمی نہ بن بس اب ہم جلدی سے گھر پہنچتے ہیں۔" کورٹ اتار کر ہاتھ میں رکھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زاویار نے آتے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔

"یہ لے آجا تیرے لیے پرنسز ٹریٹمنٹ اب اس سے زیادہ اور کیا چاہیے ہے۔" اُس کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھوں کو پھیلائے گاڑی کے اندر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ اپنی ہنسی کو دبائے ہوئے وہاں موجود تھا۔ ٹھوڑی پر پڑتا ڈمپل ہنسنے کی وجہ سے واضح ہو رہا تھا۔

"میری زاوی اب ویسے یہ زیادہ فلمی ہو گیا ہے۔" اُس کے اس قدر ہنسنے پر اُسے لڑکی ہی بنا ڈالا تھا۔ دیکھ یہ پرنسز ٹریٹمنٹ سنبھال کر رکھ آگے کام آنے ہیں، مجھے تو تم بخش ہی دو۔

"ویسے اب غصہ چھوڑ بھی دے، اتنے ٹائم بعد مل رہے ہیں۔ اپنی زاوی سے گلے نہیں ملے گا۔۔؟" اب گاڑی کے دروازے کو چھوڑتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے کی جانب ہوا۔ یہ اُن کا ملنے کا انداز تھا۔ ان کی دوستی میں منفرد کشش تھی۔ وہ دو قدم پیچھے کی جانب ہوا اور دوسری جانب سے شامیر بھی دو قدم پیچھے کو ہوا تھا۔ کچھ اور قدم دور ہونے کے بعد وہ بھاگتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے۔ شامیر نے زاوی یعنی کے زاویار سے بغل گیر ہوتے ہوئے اُسے اٹھالیا تھا۔ جبکہ زاویار نے گلے ملتے ہی اپنے پاؤں زمین سے اٹھا لیے تھے۔

"چل آ میری زاوی اب تجھے پرنسز ٹریٹمنٹ دینے کی باری میری ہے۔" ایسے ہی اُسے ہاتھوں میں لیے ڈرائیونگ سیٹ کی جانب کا دروازہ کھولا تھا۔ دروازہ کھولتے ساتھ ہی اُسے سیٹ پر بیٹھایا تھا۔

"مجھے نہیں چاہیے، تیرے ٹریٹمنٹ مجھے مہنگے پڑ جاتے ہیں۔" منہ بسورتے ہوئے بولا تھا۔

"دیکھ ایسا پرنسز ٹریٹمنٹ تجھے کبھی کسی نے نہیں دینا ہے۔" گاڑی کا دروازہ بند کرتے اب وہ دوسری جانب جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اگر آس پاس نظر گھمائی جاتی تو سب آس پاس سے گزرتے ہوئے لوگ انھی کی احمقانہ حرکتوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سب کیا جانتے تھے؛ دو سال سے بچھڑے ہوئے انسان اکثر ملتے ہوئے اپنی شناخت، پہچان سب بھول جاتے ہیں۔ تب یہ نہیں دکھائی دیتا کہ ہم کتنے پروفیشنل ہیں۔ بس تب صرف انسان ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے کچھ سالوں پہلے تھا۔ عمر گزرنے کے ساتھ دوستی اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔ وقت گزر جاتا، مگر دوستوں کے لیے دل ہمیشہ بچہ ہی رہتا ہے۔

"کیسے دے سکتا کوئی؟ باقی سب کے لیے میں زاویار اور بس صرف تیرے لیے زاوی جو ہوں۔" وہ اب ایئر پورٹ سے نکل چکے تھے۔ اُن کی گاڑی شاہراہِ فیصل کی طویل سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر قیام پذیر بنگلہ زاویار کی ملکیت تھا۔ وہ گاڑی کو دہراتے ہوئے اپنے گھر کی طرف لے کر جا رہا تھا۔

"میری کزن کی شادی ہے، اُس کی شادی ہونے تک تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔" یہ زاویار نے اپنا آخری فیصلہ سنایا تھا۔ وہ جانتا تھا شامیر زیادہ دنوں کے لیے رکنے والا نہیں ہے۔ اس لیے دو ٹوک الفاظ میں کہہ گیا تھا۔

"یار میں ضرور رکتا، مگر اتنے عرصے کے بعد میری بہن بھی آ رہی ہے، میرا سب گھر والوں کے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ میرے بھائی کو بھی گئے ہوئے ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا ہے اُس نے بھی آجانا ہے۔" اب وہ مظلوم، لاچار عورتوں کی طرح اپنے دکھڑے سنا رہا تھا، جیسے اُس جیسا بے بس کوئی دوسرا دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔

"دیکھ تیرے بھائی کو گھومنے کا بہت شوق ہے اُسے بھی تم۔۔۔ کراچی بلا لو۔" زاویار اس بار پکی ٹھان چکا تھا۔ اُس کا سارا دھیان گاڑی چلانے میں مصروف تھا، مگر شامیر کی بات ماننے سے وہ صاف انکار کر رہا تھا۔

"تم جانتے نہیں ہو وہاج کو، وہ اپنے دوستوں کے علاوہ کہیں نہیں جاتا ہے۔ اُس کا گھومنا دوستوں کے بغیر ادھورا ہے۔" وہ کندھا جھٹکتے ہوئے بولا تھا۔ گاڑی کے سامنے لگے شیشے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے وہ باہر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ گاڑیاں کچھ آگے کچھ پیچھے روڈ پر دوڑ رہی تھیں۔

"تو کوئی بات نہیں اُسے کہو اپنے دوستوں کو بھی لے آئے، ویسے اب تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔" وہ ساری لگامیں کھینچتے ہی چلا جا رہا تھا۔ اس بار اب وہ پکا ارادہ کر چکا تھا۔ وہ سارے راستے صاف کر چکا تھا۔

"اچھا دیکھ لیتے ہیں، ابھی جلدی سے مجھے تایا کے گھر چھوڑ دو۔" سر پر ہاتھ پھیرتے وہ اُس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کون سے گھر؟ یہ جو میں نے اتنا بڑا بنگلا لے رکھا ہے، وہ بالکل تمہارے شان کے مطابق ہے۔ اب تم شادی ہونے تک میرے گھر ہی رہو گے، اور دوسرا میرے گھر کوئی نہیں ہوتا ہے، یہ بات تم مجھ سے بہتر جانتے ہو اور تمہارا بھائی اور اُس کے دوست بھی وہاں رہ سکتے ہیں۔" اب اور کوئی مسئلہ ہے تو وہ بھی بتا دو، تاکہ میں جلد ہی حل کر لوں۔

"ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔" وہ فوراً سے بولا تھا۔

"اور وہ کیا ہے۔۔؟" اس بار پھر زاویار اُس کے سب آرمانوں پر پانی پھیرنے کے لیے تیار

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔

"وہ میری امی نے کہا ہے کہ خرم تایا کہ گھر کے علاوہ کہیں نہیں رہنا ہے۔" میں تیرے ساتھ ہوں میری زاوی۔۔ مگر اُن کے گھر بھی جانا ضروری ہے۔ یہ وہ واحد مسئلہ تھا جس سے شامیر کو رہائی مل سکتی تھی۔

"دیکھ میں گھر جاتے ساتھ تیری ماما سے بات کرتا ہوں، اور وہ مجھے نہیں روکیں گی۔ تجھ سے زیادہ وہ مجھے جانتی ہیں، تو بہتر یہ ہو گا کہ ڈرامے کرنے کی ضروت نہیں، یہ کام نہیں آئیں گے۔" اس بار پھر وہ اُسے لاجواب کر گیا تھا۔ شامیر جانتا تھا، ایمن بیگم کبھی نہیں روکیں گی۔ زاویار اُس کا واحد دوست تھا، جسے وہ اچھے سے جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی شامیر دو ہی جگہ رہ سکتا ہے۔ ایک زاویار کے گھر اور دوسرا اپنے تایا تائی کے گھر۔ زاویار اور شامیر کالج میں ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ زاویار اسلام آباد ہاسٹل میں رہتا تھا۔ ان دونوں کی بہت گہری دوستی تھی۔ زاویار کی بہن کی وفات کے بعد ان تینوں کی ایک بہن تھی اور وہ کائنات تھی۔ زاویار کو وہ اپنی چھوٹی بہن مشائم کی طرح لگتی تھی۔ زاویار کبھی کبھار ہاسٹل سے تنگ آ کر ان کے گھر

میں بھی رہا کرتا تھا۔ کالج مکمل کرنے کے بعد شامیر نے اپنی تعلیم اسلام آباد رہ کر ہی مکمل کی جبکہ زاویار تعلیم کے لیے جرمنی چلا گیا تھا۔ بہت مصروف زندگی کے ہوتے ہوئے یہ اتنے وقت بعد اکٹھے ہوئے تھے۔ شامیر پہلی بار زاویار کے گھر جا رہا تھا۔ وہ کراچی کبھی نہیں آتا تھا، لیکن اس بار دوست کی محبت کھینچ لائی تھی۔

●●○○●●●●●●○○●●

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں میں پہنچ چکا ہوں۔ کیا تم سب بھی پہنچ گئے ہو۔۔؟" وہاج اس وقت گھر کے باہر کھڑا اپنے دوستوں سے گروپ کال پر بات کر رہا تھا۔

"ہاں ہم سب پہنچ گئے ہیں۔ میں تو اب اپنے کمرے میں فریش ہو کر لیٹ بھی چکا ہوں۔" علی جو کہ بیڈ پر لیٹا کروٹ بدلتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔ آواز سے تھکن صاف ظاہر تھی۔ کیسے نہ ہوتی اتنا لمبا سفر طے کر کے جو سب آئے تھے۔ کاشف ان سب کے ساتھ کال

میں نہیں تھا۔ گھر پہنچتے ساتھ ہی اُس نے سب کو میسج کر دیا تھا کہ مجھے اب اگلے مہینے تک کسی کے منحوس میسج نہ آئیں۔ اُس کی شادی کچھ ماہ قبل ہوئی تھی۔ وہ اپنی نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر اُن سب کے ساتھ ایک ماہ کے ترکی ٹرپ پر گیا تھا، اگر نہ جاتا تو باقی سب دوست کاشف کو گھر سے اٹھوا لیتے۔

"عاطف تو کیوں خاموشی سے سب کی باتیں سن رہا ہے۔" علی نے سوال کیا تھا۔

"یار تو بیڈ پر کروٹ بدل رہا ہے اور میں صوفے پر نیند پوری کر رہا ہوں۔" آنکھیں میچتے ہوئے اُس نے یکدم کہا تھا۔

"اور میں گھر کے باہر کھڑا ہوں، چلو بھاگو سب جا کر سو جاؤ۔" لبوں پر زبان پھیرتے وہاج نے کال بند کر دی تھی۔ صرف اُس کی واپسی کا شامیر کو پتہ تھا، جو کہ خود کراچی گیا ہوا تھا۔ اُس نے شامیر کو کال کرنا چاہی مگر کال ریسیو نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کار ڈور بیل بجائی، دو بار بیل بجانے کے بعد اندر سے ملازمہ کی آواز آئی تھی۔

"کون ہے۔۔؟" دروازے کے قریب آتے ہی شیلا نے سوال کیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں ہوں وہاج۔۔خاموشی سے دروازہ کھولو۔" آہستہ سی آواز میں آگاہ کیا تھا۔وہ کوئی شور نہیں چاہتا تھا جس کے باعث ایمن بیگم اور سلیمان صاحب کو اُس کے آنے کی اطلاع ملے۔

"صاحب جی آپ واپس آگئے ہیں۔۔"شیلا نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیرت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں میں ابھی ترکی ہی ہوں۔"سامان کو اندر کرتے ساتھ وہ مزاحیہ انداز میں بولا تھا۔

"صاحب جی آپ تو گھر کی رونق ہیں۔ تین دن سے یہ گھر کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔"وہ اب ہاتھ سے سارا سامان لے چکی تھی۔ شیلا ان کی بہت پرانی ملازمہ تھی اور وہاج کی حرکتوں سے بخوبی واقف تھیں۔

"بس تین دن سے۔۔؟ مجھے لگا ایک مہینے سے تم سب میری تاک میں ہو گے۔ کیا شیلا باجی آپ نے میرا دل ہی توڑ دیا ہے۔"ہنسی کو دباتے ہوئے وہ نہایت سنجیدہ انداز میں بولا تھا۔

"نہیں نہیں صاحب جی۔۔ میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ آپ تو ہر روز ہی یاد آتے تھے۔ مگر تین دن سے بہت زیادہ آئے،شا میر صاحب بھی گھر نہیں نا اس لیے۔"وہ وہاج کے انداز کو

جانتی تو تھی مگر پھر بھی وہ احتیاط کرتی تھی کہ کہیں برا نہ لگ جائے۔ اتنے میں ایمن بیگم دروازے کے باہر بنی سیڑھیوں سے اتر کر باغ میں آئی تھیں۔ پہلے تو ساری ڈانٹ سننے کے لیے شامیر موجود تھا، مگر اُس کے جانے کے بعد ڈانٹ ویسی ہی رہی لیکن بندے تبدیل ہو گئے تھے۔ اب سارا غصہ ایمن بیگم ملازمین پر نکالتی تھی۔

"واہ جی واہ! میرے آوارہ بیٹے کو آخر کار گھر کی یاد آ ہی گئی ہے۔" وہ اُس کے پاس جاتے پیار دینے کے بجائے کان مڑوڑتے ہوئے بولی تھیں۔ اُن کی خوشی کی انتہا نہیں تھی مگر وہ خفا بھی تھیں، جب سے میرے بچوں نے تھوڑا ہوش سنبھال لیا، یہ تو ہاتھ میں ہی نہیں آتے ہیں۔ ایک گھر میں ہوتا تو دو باہر ہوتے ہیں۔ اب تم سب کے پر کاٹنے کے لیے مجھے تم سب کی شادیاں کروا دینی چاہیے ہیں۔ اپنے بیٹے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے وہ دونوں اب اندر ٹی وی لاؤنج میں آ گئے تھے اور شیلا سامان سنبھالنے میں مصروف ہوئی تھی۔ ملازموں نے سارا سامان وہاج کے کمرے میں رکھوا دیا تھا۔ ایمن بیگم نے شیلا سے کھانے پینے کا انتظام کرنے کو کہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہارا سفر کیسا رہا۔۔؟" امی اب بیٹے کے گزارے دنوں کے بارے میں پوچھنے لگی تھیں۔

"امی بہت اچھا وقت گزرا، لیکن میں نے آپ سب کو بہت یاد کیا تھا۔" ایمن بیگم کے ہاتھ چومتے ہوئے وہ نہایت پر سکون ہو کر بولا تھا۔

"ہاں وہ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ گھر والوں کو تم نے کتنا یاد کیا ہے۔ ایک کال تو تم سے کی نہیں گئی ہے، آئے بڑے تم یاد کرنے والے۔" وہ نہایت تعجب انداز میں بولی تھیں۔ ایمن بیگم جانتی تھیں کہ یہ آوارہ انسان صرف اپنے دوستوں کا ہے۔ انھوں نے اپنا ہاتھ وہاج کے ہاتھ سے چھڑوالیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"امی سم کارڈ نہیں چل رہا تھا۔" وہ مزید اُن کے قریب ہو کر بولا تھا۔ اُسے لگا اس بار اُس کی بچت ہو گئی ہے۔ وہ پر سکون ہو کر پیچھے صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹ گیا تھا۔

"بیٹا اگر وہ چلتی بھی ہوتی تو تم نے زحمت نہیں کرنی تھی۔ تم کسی اور کو بیوقوف بنا سکتے ہو مگر اپنی ماں کو نہیں۔" چلو اب تم اپنے کمرے میں جا کر لیٹ جاؤ کھانا بننے تک آرام کر لو، پھر ہم خوب ساری باتیں کریں گے۔ لیکن ابھی تم آرام کرو، وہ اُس کی فکر کرنے کے ساتھ

ہاتھوں کو گرد لپیٹے ہوئے بولی تھیں۔

"بابا کدھر ہیں آج نظر نہیں آرہے ہیں۔۔۔؟" شیلا سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے نظریں گھر میں گھماتے ہوئے بولا تھا۔ وہ جانتا تھا ایمن بیگم سے بچنا بہت مشکل ہے۔ باپ کے ساتھ ہونے سے پھر دل کو تھوڑی تسلی مل جاتی تھی۔

"اُن کو تمہارے آنے کی کیا خبر تھی، اپنے دوستوں کے ساتھ باہر گئے ہوئے ہیں۔" نظریں موبائل کی طرف مرکوز تھیں۔ تم ایسا کرو اپنے کمرے میں جا کر آرام کر لو، تب تک تمہارے بابا بھی آجائیں گے۔ پھر سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ یہ کہتے ہی وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اب وہاج اپنا موبائل ہاتھ میں لیے اپنے کمرے کی جانب جانے لگا تھا۔

"ویلکم بیک ٹو پاکستان۔۔" کمرے کی بجھی ہوئی لائٹوں کو روشن کیا ہی تھا کہ اُس پر پھول برسنے لگے تھے۔ باپ کی آواز میں پیار بخوبی تھا اور اب وہاج کے اوپر پھول برس رہے تھے۔ یہ ایک شاندار استقبال تھا جو اُس کے آنے کی خوشی میں کیا گیا تھا۔ وہ اپنی خوش

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نصیبی پر ناز کر رہا تھا، آگے بڑھتے ہی وہ اپنے باپ کے گلے جا لگا تھا۔

" تھینکس بابا۔" کمرے کی ہر چیز کو سرخ پھولوں اور اُن کی پتیوں سے بھرا گیا تھا۔ کمرے میں رکھے گئے ٹیبل پر کیک اور آس پاس پھولوں کی پتیوں سے سجاوٹ کی گئی تھی۔

"بیٹا ہمارا سرپرائز کیسا لگا۔۔۔ ہم بھی پھر تمہارے ہی ماں باپ ہیں۔" ایمن بیگم سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھیں۔

"میرے آنے کا آپ سب کو کس نے بتایا ہے۔۔؟" حیرانگی سے دونوں کی طرف ایک ایک نظر ڈال کر دیکھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمہاری توسم نہیں چل رہی تھی، مگر شامیر سے ہمارا رابطہ ہو جاتا ہے۔" "چلو اب فالتو باتوں کو چھوڑو۔ اپنے آنے کے غم میں کیک کاٹ لو۔ کیونکہ گھر تو تم کم ہی پائے جاتے ہو۔ تمہارا گھر میں دل ہی کہاں لگتا ہے۔ طنز پر طنز کیے جا رہے تھے، ایمن بیگم یہ جتلانے میں مصروف تھی کہ اب تم گھر آ گئے ہو تو اس میں تمہارا ہی نقصان۔۔ نہ جانے وہ گھر کیسے بیٹھے گا۔ ترکی جانے سے پہلے وہ سب کو اعتماد میں لے کر گیا تھا۔ اُس کی وکالت کی ڈگری صرف

صنعتوں میں اضافے کا باعث بنی تھی۔ واپس آ کر اُس نے باپ کے ساتھ بزنس سنبھالنا تھا مگر وہ سب تو وقتی باتیں تھیں، جو اب تک اُسے بھول چکی تھیں یا وہ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"اچھا نا امی آئیں کیک کاٹیں، لیکن اس سے پہلے مجھے تصویر بنانے دیں۔" یہ کہتے ہی کیمرا پورے کمرے میں گھماتا ہوا وہ اب ٹیبل کے قریب جا پہنچا تھا۔ سب نے ساتھ مل کر خوشی کو منایا تھا۔ لیکن وہ اپنے اندر غصے کو دبائے بیٹھا تھا۔ سارا سرپرائز شامیر سلیمان نے خراب کر دیا تھا۔ گھر والوں کو سرپرائز دینے کی جگہ گھر والوں نے اُسے سرپرائز دے دیا تھا۔ غصہ اپنی جگہ لیکن سب ایک ساتھ بہت خوش تھے۔

●●●○●●●●○●●●○●●●○●●●○●●●

وہ بالکونی میں بیٹھی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی بالکونی سے نیچے باغیچے کی جگہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ہوائیں اپنا کام دل لگی سے کر رہی تھیں۔ بالکونی اور گارڈن کے تمام تر

پودے ہوا کی سمت کے مطابق جھول رہے تھے،اور اس کے دماغ میں سوچوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل رہا تھا۔دن کا وقت تھا ناشتہ کرنے کے فوراً بعد وہ اپنے کمرے کی بالکونی میں جھولے میں بیٹھی جھول رہی تھی۔اب اُس کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر تھی۔

"طبیعت بہتر کیسے نہ ہوتی،وہ تو پیار کا بخار تھا جو محبوب کو دیکھتے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔"

ایک بات کی حیرانی اُسے ابھی تک تھی کہ وہ کنول کا کزن ہے۔اس بات کا ذکر کبھی کنول نے نہیں کیا تھا۔وہ اپنے کیے پر بھی نہایت شرمندہ تھی۔اُسے آئس کریم والا واقعہ بار بار یاد آتا تھا۔آئس کریم کی یاد آتے ہی اُسے خیال آیا کہ وہ کافی دنوں سے عثمان کی شاپ پر نہیں گئی ہے۔فوراً سے جھولتے ہوئے جھولے کو روک لیا،اب وہ کمرے میں جا چکی تھی۔

"کیا کروں اس ٹھنڈ میں گھر والوں کو یہ کہوں کہ آئس کریم کھانے جا رہی ہوں؟علینا بھابھی نے سن کر بہت ڈانٹنا ہے۔"ہاتھ میں فون کو لیے وہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کہیں جا رہی ہو۔۔؟" تھوڑی دیر کے بعد جب وہ کمرے سے باہر نکلی تو نادیہ بیگم سامنے سے آ رہی تھیں۔

"جی امی۔۔شادی میں تھوڑی مدد کروانے کے لیے میں کنول کی طرف جا رہی ہوں۔" ساتھ بیگ میں فون ڈالنے میں مصروف تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے، لیکن ڈرائیور تو تمہارے پاپا کے ساتھ گیا ہوا ہے۔" خرم اور اُن کے بھائی سلیمان بیگ دونوں وکیل تھے۔ کراچی کا سارا کام خرم صاحب دیکھتے تھے، جبکہ اسلام آباد کا سارا کام سلیمان صاحب کو کرنا پڑھتا تھا۔ یہ صرف تین بہن بھائی تھے۔ دو بھائی اور ایک بہن، اپنی اپنی پسند کے مطابق شہروں میں اپنی فیملیز کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ ارفع پھوپھو بھی اسلام آباد ہوتی تھیں۔

"کوئی بات نہیں میں اکیلی چلی جاؤں گی۔" نادیہ بیگم کے گالوں پر ہاتھ کا لمس رکھا تھا۔

"لیکن بیٹا تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ نہایت افسردگی سے بولی تھی۔ ایک تو آج کل سہی سے تم کھاتی پیتی بھی نہیں ہو، تم واپس آو میں ذرا تمہاری خبر لیتی ہوں۔

"امی ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ تو جانتی ہیں کہ کنول اور عائشہ مجھے کتنی عزیز ہیں۔ بس اسی لیے میں تھوڑی پریشان ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ نادیہ بیگم کے ارد گرد ہاتھوں کو لپیٹتے ہوئے گرفت کو مضبوط کر چکی تھی۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا وہ واقعی کنول کے اتنے دور جانے پر دکھی تھی۔ امی وہ بہت دور چلی جائے گی۔

"دیکھو بیٹیوں کو ایک نہ ایک دن ماں باپ کا گھر چھوڑنا ہی پڑتا ہے۔ تم بھی تو اب کچھ ٹائم کی مہمان ہو۔" یہ کہتے ہی پیچھے ہو کر شانزے کا ماتھا چومنے لگی تھیں۔

" وقت کتنی جلدی بدل جاتا ہے۔ کبھی ہم کسی کے گھر چلے جاتے، تو کبھی کوئی ہمارے گھروں کو آجاتا ہے۔" آنکھوں کو موند لیا تھا۔ شانزے نے نادیہ بیگم کے دوپٹے کو مضبوطی سے ہاتھوں میں جکڑ لیا تھا۔

"ارے پاگل وہ کوئی یا کسی نہیں ہوتے، یہاں سے ہی تو اصل زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ نئے رشتوں میں بندھ کر نئی زندگیوں، نئے لوگوں کے ساتھ جینا ہوتا ہے۔ دنیا کا یہی دستور ہے اور تا عمر یہی رہے گا۔" ہنسی کو روکتے ہوئے وہ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھیں۔ اچھا

اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم کون سا غیروں میں جاؤ گی۔ وہاں سب تمہارے اپنے ہی ہیں۔

دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔

"شامیر سے تمہارا رابطہ نہیں ہے۔۔؟ وہ کراچی آیا ہوا ہے اور کچھ دنوں بعد تمہارے چاچو چاچی سب آجائیں گے۔" خاموشی کو توڑتے وہ شانزے کو خود سے الگ کرتے ہوئے بولی تھیں۔ چلو اب تم جاؤ باقی باتیں تم جب آؤ گی پھر کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہی وہ اُس کے کمرے میں چلی گئی اور شانزے گیراج کی طرف آگئی تھی۔ "امتحان پر امتحان۔۔۔ یہ زندگی امتحان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔" گاڑی میں بیٹھے کافی دیر تک ساری صورتحال پر غور کرنے کے بعد زندگی کو ایک جملے میں آسانی سے بدل دیا تھا۔ گاڑی۔۔۔ اسٹیرنگ پر ماتھا ٹکا لیا تھا۔ وہ جانتی تھی کچھ بھی اُس کے بس میں نہیں، صرف دعا کرنے کے علاوہ کچھ بھی اُس کے بس میں نہیں ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"باجی آپ تو مجھ غریب کو بھول ہی گیا ہے۔"منہ بسورتے نظروں کو نیچے کیے ہوئے عثمان اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا۔صاحبہ،میڈم۔۔یہ سب کہنا شانزے کو بالکل بھی پسند نہیں تھا۔اس لیے عثمان شانزے کو باجی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

"ارے نہیں۔۔۔میں بھلا اتنے پیارے اور ذہین بچے کو کیسے بھول سکتی ہوں۔"نیچے جھک کر ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔شہزادے کو بہت بہت مبارک ہو۔اتنے اچھے نمبر جو لیے ہیں۔

"اگر آپ نہیں بھولتی تو میرے سے ٹریٹ لینے ضرور آتی،دیکھو تو کتنے دنوں بعد مجھے اپنی شکل دکھا رہی ہو۔"وہ ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا۔آنکھوں میں چمک موجود تھی۔یہ شاید اس لیے کہ وہ شانزے سے بے حد پیار کرتا تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ شانزے کو بھی وہ بہت عزیز تھا۔

"ارے۔۔روز روز ٹریٹ تھوڑی ملتی،میں نے تم سے ٹریٹ لے جو لی ہے۔"حیرانگی سے بات کا جواب دیا تھا۔وہ کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی،جبکہ عثمان ہاتھ میں آرڈر کارڈ لے کر اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

"میں نے تو آپ کو کوئی ٹریٹ نہیں دی ہے، میں تو کب سے آپ کے انتظار میں تھا کہ آپ مجھ سے کچھ لیں گی۔ اب آپ زیادہ اچھی نہیں بنیں مجھ سے آپ میری خوشی کو نہیں چھین سکتی ہیں۔" آرڈر کارڈ کو اپنے ارد گرد ہاتھوں میں پھنس لیا تھا۔

"شہزادے! کون آپ سے آپ کی خوشی کو چھین رہا ہے۔۔؟" زاویار کورٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تیزی سے عثمان کی طرف بڑھا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کسی لڑکی سے بات کر رہا ہے، مگر قریب آ کر پشت کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوا کہ اُسے یہ جملہ یہاں نہیں بولنا چاہیے تھا۔ شانزے زاویار کی آواز سے بخوبی واقف تھی۔ ان اتفاقات کا ہونا اُسے بہت تکلیف اور محبت کے اور قریب کرتا جا رہا تھا۔ اُس کا جسم اُس کے بس میں نہیں رہا، وہ حرکت کرنے کی بے شمار کوشش کر رہی مگر ناکام ہو جاتی تھی۔ وہ عثمان کے ٹریٹ کے لفظ پر ماضی میں ہوئے جانے والا واقعہ یاد کرنے لگی اور اتنے میں اُس کے کانوں میں زاویار کی آواز گونجی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"صاحب جی آپ بہت اچھے وقت پر آئے ہیں۔ چلیں مجھے بتائیں اگر کوئی جھوٹ بولے تو اُسے کیا سزا دینی چاہیے؟" وہ زاویار سے سلام کرتے ساتھ ہی پوچھنے لگ پڑا تھا۔

"یہ تو جھوٹ اور جھوٹ بولنے والے پر انحصار ہے کہ اُسے کیا سزا دینی چاہیے۔" گالوں کو کھینچتے ہوئے بولا۔ اچھا تم یہ بتاؤ باقی لڑکے کام کیسا کر رہے ہیں؟ زاویار نے اس آئس کریم کی چھوٹی سی جگہ کو کافی طویل کر کے دو کارکنان بھی رکھ دیے تھے۔ باقی کا سارا کام وہ دو لڑکے سنبھالتے تھے۔ عثمان صرف پیسوں کا حساب کرتا، ساتھ ہی پڑھائی اور اپنے والد کی صحت پر دھیان دیتا تھا۔

صاحب جی سب بہت اچھا جا رہا ہے،" اچھا آپ میری باجی کہ پاس بیٹھیں میں آپ دونوں کے لیے کچھ لے کر آتا ہوں۔" زاویار کے کان میں گوشہ کرتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ اب وہ اُس کی باجی کو نہیں جانتا تھا۔ آس پاس اگر دیکھا جائے تو کوئی ٹیبل خالی نہیں تھا۔ آخر کار اُس لڑکی کے سامنے والی کرسی خالی تھی۔ وہ سوچے سمجھے بغیر کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ شانزے کی نظریں زاویار کی جانب تھیں وہ باقی لڑکوں سے بہت مختلف تھا۔ کہیں اور جگہ نہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ملنے پر وہ نظریں نیچے کیے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تھا۔

"آپ نے اُس دن میرے سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔؟"خاموشی کو توڑتے ہوئے آخر اُس نے اپنے اندر کے سوال کو سامنے بیٹھے ہوئے شخص سے کر ہی لیا تھا۔

"میں نے کیا جھوٹ بولا؟"کافی ہمت باندھتے ہوئے وہ اُس سے مخاطب ہوا تھا۔ آواز تو اُسے بھی جانی پہچانی لگی مگر پھر بھی اُسے یقین نہیں تھا کہ سامنے بیٹھی لڑکی نے زاویار سے سوال کیا ہے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد آخر اُس کی نظریں سامنے بیٹھی لڑکی سے ٹکرائی تو اُسے اندازہ ہوا کہ یہ سوال واقعی اُسی کے لیے تھا۔

"یہی کہ سادی چاکلیٹ فلیور آئس کریم لینے والی لڑکی سے پیسے نہیں لینے ہیں۔"ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہاتھوں کو گرد لپیٹے وہ بڑے پر جوش انداز میں بولی تھی۔ شانزے کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ آئس کریم عثمان کی طرف سے نہیں تھی۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔"وہ اب بھی اپنی نگاہیں جھکائے ہوئے تھا۔ آخر وہ اُسے پسند کیسے نہیں آتا۔۔ وہ انسان کہلانے کے قابل تھا۔ اُس کی نگاہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں شرم باقی تھی۔ اُس کا انداز، اچھا اخلاق سب اُس کی جانب متوجہ ہونے کی دلیل تھا۔

"مگر میں آپ کی بات کو جانتی، آپ کو جھوٹ بولنے کی سزا ضرور ملے گی۔" وہ اُسی کے کہے گئے الفاظ اُس پر ہی لوٹانا شروع کر رہی تھی۔ زاویار تو اب بھی جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ اُس کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا، اور بات کا رخ موڑ لیا، وہ اُس باتونی لڑکی سے تنگ آ کر اُسے خاموش ہونے کی خوشی میں ایک اعزاز کے طور پر اپنے اوپر رحم کھانے کے باعث آئس کریم دے چکا تھا۔

"جی میری غلطی۔۔ آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں مجھے قبول ہو گی۔" وہ اپنے بار بار جھوٹ بولنے پر شرمندہ تھا۔ وہ اب بھی نیچے دیکھتے ہوئے بات کر رہا تھا۔ مگر وہ سامنے بیٹھی لڑکی کے جذباتوں سے ناواقف تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ شانزے اُس کی محبت میں قید ہے۔ زاویار بھی گہری سوچوں میں مبتلا تھا، آخر وہ بار بار اُس کے سامنے کیوں آجاتی، اور ہر رشتہ اُس سے کیوں جڑ جاتا ہے۔ اُس کے لیے ایک حیران کن بات یہ بھی تھی کہ وہ کنول کی دوست بھی ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا میں ساری زندگی آپ کے ہاتھ سے آئس کریم کھا سکتی ہوں۔۔؟"وہ اُس کے چہرے کی طرف نظریں جمائے دیکھی جا رہی تھی۔ آخر یہ سب کہنا اتنا آسان نہیں تھا،"اور پھر محبت نے وہ رنگ چھوڑ دیے جن کے نشانات ختم ہونے سے بھی نہیں گئے تھے۔"مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں سنہری آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ عثمان سارا کام ختم کر کے اُن کے لیے آئس کریم لے آیا تھا۔ بات وہاں ہی ادھوری رہ گئی تھی۔ شانزے نے جب ہوش سنبھالا تو اُسے ایسا کہنا مناسب نہیں لگا تھا،وہ اب بھی شانزے کو ہی دیکھ رہا تھا۔ لیکن عثمان کے آتے ہی شانزے اپنی جگہ سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ وہ نوڈلز جیسے بالوں والا معصوم شہزادہ اُس کی بات سمجھ نہیں سکا تھا یا وہ سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

"صاحب جی باجی کو کیا ہوا ہے،وہ آئس کریم کھائے بغیر کیسے چلی گئی ہیں۔۔؟"وہ گردن پیچھے کی جانب موڑتے ہوئے اُسے اپنے سے دور جاتا دیکھ رہا تھا۔ صاحب جی یہ کبھی ایسے واپس نہیں گئی ہیں۔ یہاں کی آئس کریم باجی کو بہت پسند ہے۔

"مجھے نہیں معلوم شاید انھیں کوئی کام یاد آ گیا ہو،چلو اب یہ آئس کریم میں اور تم کھاتے

ہیں۔" بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا اور دوسرے ہاتھ سے ٹیبل پر پڑی آئس کریم کو اُس کی جانب کیا تھا۔ ایک چمچ آئس کریم کی لیتے ہوئے اُسے شانزے کے الفاظ یاد آئے تھے۔ مگر وہ بھی اُس کے اس ردعمل سے انجان تھا، بلکہ وہ تو اُس کے اظہارِ محبت کرنے سے بھی انجان تھا۔ شاید اُس نے لفظوں پر غور کرنے کے بجائے اُس کے جانے کے برتاؤ کو زیادہ محسوس کیا یا وہ لفظوں کو محسوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"صاحب جی باجی بہت اچھی ہیں، یہ میری پڑھائی میں بھی میری بہت مدد کرتی ہیں۔ ان کے بغیر شاید نہیں۔۔ یقینن میری تعلیم ادھوری رہ جانی تھی۔" وہ اپنے ماضی کو یاد کرنے لگا، وہ کیا تھا اور خدا نے اُس کو کتنا نواز دیا تھا۔ اللہ انسان کی محنت اور لگن کے ساتھ کیے گئے کام کو کبھی بھولتا نہیں ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے جب انسان کے پاس سب ہوتا ہے اور وہ اپنے ماضی کہ بارے میں سوچ کر مسکراتا ضرور ہے۔ کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ انسان کو یقین کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے، کبھی بھی وقت ایک سا نہیں رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ حالات میں بھی تبدیلیوں کا آنا لازم ہوتا ہے۔" جیسے ڈھلتا سورج اپنے

روشن ہونے کی خبر دیتا ہے، ویسے ہی بُرا وقت اچھے لمحات کو زندگی میں لانے کی خبر دیتا ہے۔ "یہ دنیا ہے یہاں کوئی سدا خوش نہیں رہتا۔۔ زندگی میں اونچ نیچ انسان کو سمیٹنے کے لیے بہت ضروری ہوتی ہے۔

"ہاں جی، آپ کی باجی اچھی ہیں۔۔ بہت زیادہ بولتی لیکن وہ اچھی ہیں۔" ہنسی کو مشکل سے روک رکھا تھا۔ زاویار یہاں اپنے دوست کے لیے آئس کریم لینے آیا تھا، مگر وہ عثمان کے فارغ ہونے تک انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔

"چلو اب مجھے میرا پارسل دو میرا دوست آئس کریم کے انتظار میں ہو گا۔" یہ کہتے ہی اُس نے موبائل پر آئی شامیر کی کال کو کاٹ دیا تھا۔

○○○•°°•○○•°°•○○○

"ایک لڑکی تم سے سنبھالی نہیں جاتی۔۔ کس قدر یہ چیخ رہی ہے۔" آوازیں بہت واضح سنائی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دے رہی تھیں۔ وہ لڑکی اپنے کیے گئے قصور کی وضاحت چاہتی تھی۔

"س۔۔ سر جی آپ نے خود۔۔ ہی ک۔۔ کہا تھا کہ لڑکی کو کوئی تکلیف نہیں دینی ہے۔" وہ اپنے گلے پر تانی گئی پستول کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ جانتا تھا اگر پستول گلے تک آسکتی ہے تو یہ آسانی سے چل بھی سکتی ہے۔

"میں نے تمہیں زیادہ تنگ کرنے کو نہیں کہا تھا، لیکن تم اس کی آوازوں کو بند کرنے کے لیے منہ پر پٹی تو بند ہی سکتے تھے۔" کب سے اس کی بکواس سنی جا رہے ہو۔ پہلے تو میں اُس کو درست کر لوں پھر آ کر تمہاری خبر لیتا ہوں۔ یہ کہتے ہی اُس نے گلے کو پستول سے آزاد کر دیا تھا۔ دوسری جانب کھڑے اُس آدمی نے سکون کا سانس لیا اور اپنے کام پر لگ گیا تھا۔

"شش۔۔۔۔۔ خاموش۔۔ کیوں اس خوبصورت سی جگہ پر یوں مچھلی کی طرح پھر پھرا رہی ہو، اسے اپنا دوسرا خوبصورت گھر سمجھو۔ بلکہ دوسرا نہیں اسے اپنا تیسرا خوبصورت گھر سمجھو۔" لڑکی کو کرسی پر بیٹھا کر رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھی ہلنے جھلنے کی

کو شش کر رہی تھی، مگر اُس کے ہاتھوں اور پاؤں کو مضبوطی سے رسیوں میں جکڑا گیا جس کی بدولت وہ ہلنے جھلنے کے قابل نہ رہی تھی۔ اُس کی مسلسل کوششوں کے باوجود گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی تھی۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو گھٹیا انسان۔۔۔"بات جاری ہی تھی کہ ہارٹ لیس نے قریب ہو کر اُس کے چہرے کو مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔

"شکر کرو یہاں سہی سلامت بیٹھی ہوئی ہو، اب تمہاری مزید کوئی آواز آئی تو تمہیں اپنے پیدا ہونے پر پچھتاوا ہو گا۔"یہ کہتے ہی اُس کے چہرے کو زور سے دوسری جانب جھٹکا تھا۔ ماتھے پر لگا سنہرے رنگ کا جھومر زور سے جھٹکنے کی وجہ سے زمین بوس ہوا تھا۔

"آخر میرا قصور کیا ہے۔۔؟"اپنے چہرے کو پھر سے اُس کی سمت موڑا تھا۔ دلہن کے لباس میں ملبوس وہ لڑکی کسی ڈر اور لحاظ کے بغیر بولی تھی۔ میک اپ سے لدا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اور ہونٹوں پر لگی سرخی کا چہرے پر پھیلاؤ واضح طور پر اُس کے دل کا حال بیان کر رہا تھا۔ اُس کے دل کا حال بیان کیسے نہیں ہوتا۔ شادی کے دن اغوا ہونا کسی ذلت

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے کم نہیں تھا اور وہ یہی تو چاہتا تھا، ناز خاندان کے ناز کو ہی تو وہ مٹی میں ملانا چاہتا تھا۔ یہ ہارٹ لیس کا دوسرا وار تھا۔

"تمہارا قصور یہ ہے کہ بد قسمتی سے تمہارا تعلق ناز خاندان سے ہے۔" وہ ٹیبل کو اُس کے قریب کرتے ہوئے بولا تھا۔

"آخر میرے۔۔ گھ۔۔ گھر والوں۔۔ نے تم۔۔ تمہارا کیا بگاڑا ہے۔۔" خاندان کا نام لینے پر وہ اور تڑپ اٹھی تھی۔ اُس کے دماغ میں ذلالت کا سماں پھر سے اجاگر ہو گیا تھا۔ وہ کتنا روتی۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اُسے یہاں لائے ہوئے دن سے شام ہو گئی تھی۔ رو رو کر چیخ چیخ کر سجی سنوری دلہن کے گلے سے آواز کا نکلنا مشکل ہو گیا تھا، مگر وہ پھر بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔

"وہ ہمارا پرسنل پرابلم ہے سویٹ ہارٹ۔ تم پریشان نہیں ہو۔" وہ کیسے بتاتا کہ آخر اُس کی کیا دشمنی ہے۔ وہ تو بس اُن کی بدنامی چاہتا تھا جس کی خبر اُس کے سامنے ایک لڑکی کی صورت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ ویسے تمہارے شایانِ شان کے مطابق تمہیں اغوا کیا گیا ہے۔

آس پاس دیکھو تو صفائی کا کس قدر خیال رکھا گیا ہے۔

"تم نے ناز خاندان سے پنگا لیا ہے گھٹیا انسان۔ تم برباد ہو جاؤ گے۔" بمشکل سے لڑکی کی آواز ہارٹ لیس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

"اب تو وہ بے ناز پو چکا ہے پگلی۔ میں ہارٹ لیس ہوں، مجھ تک پہنچنے کے لیے انھیں خود کو قربان بھی کرنا پڑ جائے پھر بھی نا ممکن ہو گا۔" مجھے کیا۔۔۔۔ میری دھڑکن تک تو اُن کو سنائی دے نہیں سکتی، میرے سے وہ ہمیشہ انجان ہی رہیں گے۔

"تم واقعی دل کے بغیر ہو، تمہارا دل مر چکا ہے۔ لیکن یاد رکھنا تم برباد ہو جاؤ گے،. بہت پچھتاؤ گے،. بہت تڑپو گے۔ تمہاری کوئی لاش دفن کرنے والا بھی نہیں ہو گا۔" وہ لڑکی بہت کوشش میں تھی کہ کسی طرح ہاتھ اور پاؤں پر باندھی گئی رسیوں سے وہ آزاد ہو جائے۔ مگر اُس کے گلے کے ساتھ ہاتھ پاؤں نے بھی اُس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ناک کی نتھلی گر چکی تھی۔ وہ اپنے ناک کو زور سے اپنے دائیں کندھے پر رگڑ رہی تھی۔ کافی خون ناک پر ہوئے زخم سے نکل رہا تھا۔ مگر وہ پر سکون ہو کر کمرے میں چہل قدمی کر رہا تھا "چلو اب کچھ کھا لو،

ورنہ تم میرے سے مزید اور بحث نہیں کر سکو گی۔" ٹیبل پر پڑا کھانا ہاتھ سے اُس کے اور قریب کیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی یہ کس قسم کا انسان ہے۔ اسے ذلیل کہے یا پتھر دل۔۔ مگر پتھر بھی موم ہو جایا کرتے ہیں، یہ تو ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ "اب کیا نوالے بنا کر تمہارے منہ میں ڈالوں۔۔؟ دیکھو یہ کھانا تمہارے لیے ضروری ہے، ورنہ تم بے جان ہو جاؤ گئی، جیسے تمہاری آواز میں جان نہیں رہی ہے؛ اور میں نہیں چاہتا کہ میرے کان اور تمہاری تڑپتی آواز کے بیچ میں کوئی خلل پیدا ہو۔" ٹیبل سے چار قدم کی دوری پر جا کھڑا ہوا تھا۔ وہ اُس کی آوازوں سے تنگ تھا مگر وہ اُسے اور اذیت دے رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُس کی حالت دیکھ کر گھر والوں کو ضرور درد ہو۔

"تم میرے ایک بار ہاتھ تو کھولو۔" وہ دانتوں کو پیستے ہوئے بولی تھی۔ آنکھیں بمشکل سے کھلی ہوئی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ اُس سے مقابلہ کرنا آسان نہیں مگر وہ اپنے اندر کا ڈر ظاہر نہیں کر رہی تھی۔ ناز خاندان کا فرد ڈر سکتا بھی نہیں تھا۔ اُس میں بولنے کی ہمت مزید باقی نہ رہی تھی لیکن وہ اُس سے اپنے لفظوں کے ذریعے وار کر رہی تھی۔

"ہاں،ہاتھ تو میں کھول دوں گا آخر تم نے کھانا بھی کھانا ہے۔ لیکن یہ بہت دور جگہ ہے،چار سوں میرے بندے پھیلے ہوئے ہیں۔ تم یہاں سے کہیں باہر نہیں جا پاؤ گی۔"وہ پستول کو اپنی انگلی میں گھماتا ہوا بولا تھا۔ وہ اُس کی دلیری کو دیکھتے ہوئے حیران نہیں ہوا،اُسے معلوم تھا کہ یہ اتنی آسانی سے ڈرنے والی نہیں مگر اُس نے بھی انتظام کر رکھا تھا۔ اُس کے ہوش اڑانے کے لیے وہ تیار تھا۔

"اگر ایسی ہی بات۔۔۔ تو مجھے باندھ کر کیوں رکھا ہوا ہے۔۔؟"وہ زخمی چہرے کے ساتھ مسکرائی تھی۔

"تمہیں بند کر اس لیے رکھا گیا ہے تا کہ تمہیں اذیت محسوس ہو۔ وہ اذیت جو مجھے سکون دیتی ہے میں نے کہا ہمارا پرسنل میٹر ہے۔ بس تم۔۔۔۔اب تمہیں ان رسیوں سے آزاد کیا جا رہا ہے،جلدی سے کھا پی کر فریش ہو جاؤ اپنا حلیہ درست کرو،تم بہت خوفناک لگ رہی ہو۔"اُس کے حلیے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔ سندر زیبائش اب بالکل بھی خوبصورت نہ لگ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بہت گھٹیا ہو۔"لڑکی زیادہ بولنے سے گریز کر رہی تھی،اب اُسے بھی سامنے کی جانب کھڑے شخص کی ڈھٹائی کا اندازہ ہو چکا تھا۔اتنے ہجوم کے ہوتے ہوئے وہ اُسے اغوا کر چکا تو ضرور وہ کوئی کچا کھلاڑی نہیں تھا۔اُس میں اب مزید بحث کرنے کی ہمت بھی نہیں رہی تھی۔وہ کافی دیر سے رونے اور چیخنے کی وجہ سے تھک چکی تھی۔

"باریکی سے بھی دیکھو گی تو تب بھی اس کمرے میں ایک جالا تک نظر نہیں آئے گا۔"بات کا رخ بدل دیا تھا۔آواز شرارتی مسکان کے ساتھ کمرے میں گھونج رہی تھی۔

دیکھو کمرے میں بہترین فرنیچر بھی لگا رکھا ہے، کھانا تمہارے سامنے ہے پھر بھی دیکھو پھر بھی تم کیسے نخرے کر رہی ہو،پگلی۔اُس نے بھی نیچلے ہونٹوں کو دانتوں میں پیسا تھا۔اپنی شادی کا نہ سہی لیکن کھانا تو کھانا پڑے گا۔فی الحال کے لیے اسی کھانے سے گزارا کرو۔

آنکھوں سے کالے چشمے کو ہٹاتے ہی سامنے کرسی پر بیٹھی لڑکی کانپ چکی تھی۔وہ ساکت ہو گئی تھی،اگر اُس میں ہمت ہوتی تو وہ گھر اُس کی چیخوں سے گھونج جاتا تھا۔

"تم مجھے آزاد کرو۔۔"اپنا سر روتے ہوئے پیچھے کرسی پر دے مارا تھا۔ہاتھوں اور پاؤں کو

مزید حرکت میں لاتے ہوئے کہا تھا۔یا اللہ مجھے کس چیز کی سزا مل رہی ہے۔مجھے میرا قصور بتا دیں، آپ مجھے اپنے پاس ہی بلا لیں۔میں مزید اور یہاں نہیں رہ سکتی ہوں۔کہتے ہی اُس نے اپنی آنکھوں کو موند لیا تھا۔وہ انسان سفید رنگ کے لینز آنکھوں میں پہنے ہوئے تھا۔ان کو آنکھوں میں ڈالنے کا مطلب لڑکی کو ڈرانا اور اپنی شناخت کے بارے میں کوئی نشان نہیں چھوڑنا تھا۔

○●○●○●○●○●○○●○●○

شانزے تم کچھ زیادہ ہی گم صم نہیں رہنے لگ گئی ہو۔۔؟"قدرِے حیرانگی سے سوال کیا تھا۔وہ جب سے لاہور واپس آئی،شانزے کو کہیں کھویا ہوا محسوس کرتی تھی۔عائشہ کی پھوپھو کا گھر شانزے کے گھر کے ساتھ تھا۔وہ لاہور کی رہنے والی تھی۔اُس کی فیملی سعودیہ عرب رہتی تھی۔جبکہ عائشہ نے اپنی تعلیم کراچی میں مکمل کی تھی۔لاہور سے واپس وہ صرف اپنی دوست کی شادی میں شرکت کے لیے آئی تھی۔عائشہ کا آنا جانا اکثر شانزے کے گھر لگا رہتا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"وہ مال میں سے لی گئی سرخیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

"کیا زمانہ آگیا ہے اب ہم سے باتیں چھپائی جا رہی ہیں۔۔" آبرو چڑھاتے ہوئے وہ بڑے دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ چلو اب بتا بھی دو، کہیں دنوں سے منہ پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔ اتنا خوبصورت چہرہ کیوں مایوسی میں چھپایا ہوا ہے۔ وہ شانزے کے چہرے کو اپنی سمت موڑ چکی تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟"وہ جانتی تھی عائشہ سے بہتر حل اُسے کوئی نہیں دے سکتا ہے۔ ایک نظر ہاتھ میں پکڑی ہوئی سرخیوں کی طرف دہرائی تھی۔

"ہاں پوچھو۔"اُس کے افسردہ چہرے کے مزید قریب ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم جتنا لپ اسٹکس کو استعمال کریں، وہ اپنا رنگ کبھی نہیں بدلتی ہیں۔ خود کو ختم کر دیتی مگر آخر تک ویسا ہی رنگ دیتی جیسے وہ ہمیشہ سے دیتی تھیں۔ تو پھر ہمیں دل میں پیدا ہونے والے محبت کے پودے کو پانی دینا چاہیے یا۔۔ اُس کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہیے؟ کیا ہمیں رخ موڑ لینا چاہیے۔۔؟"بڑے تجسّس سے پوچھا تھا۔ اپنی کیفیت کو بیان کرنا اُس کے لیے آسان

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نہیں تھا۔ آگے پیچھے کی مثالوں کے ذریعے وہ عائشہ کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وسوسوں نے دل کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔

"دیکھو اگر ایک بے جان چیز اپنی شناخت ختم کرنے کے باوجود ہمارے مقاصد اور امیدوں پر پورا اترتی ہے تو ہم کیوں ایک جاندار چیز کو پلنے پھولنے سے روکیں؟؟" اب ماتھے پر شکنے صاف واضح تھے۔ دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبتیں اللہ ڈالتا ہے۔ بس یہ صرف ہمارے بس میں ہوتا ہے کہ اللہ سے مانگ کر اُن چیزوں کو اپنا بنانے کی کوشش کرنی ہے یا نہیں۔ خدا ہماری نیتوں کو دیکھتا ہے، یاد رہے "نیت میں کھوٹ کے پودے کو پانی کبھی نہیں دینا چاہیے۔" محبتیں ہو جایا کرتی ہیں۔ اس پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔ مگر اپنے نفس پر قابو پانا اپنی محبت کو پاک رکھنا یہ انسان کے بس میں ہوتا ہے۔ "کبھی بھی محبت کو رسوائی میں بدلنے کی کوشش نہیں کرنا، یہ ایک بہت پاک جذبہ ہے، جتنا یہ پاک رہے گا اتنا ہی ساتھ رہے گا۔"

"اگر ہم جانتے ہوں کہ وہ ہمارے نصیب میں نہیں۔۔ پھر بھی اُس کو مانگنے کی پاک جستجو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرتے رہنا۔۔اُسی سے محبت کرتے رہنا۔۔۔ کیا ایسا کرنا درست اور جائز ہے؟"اب اُس کا اختیار اُس کے آنسوؤں پر نہیں تھا۔ایک ماہ سے یہ آنسوؤں اُس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔شاید آج کے دن وہ اپنے دل کا بوجھ اور گلے میں لٹکتا منگنی نام کا پھندا ان سب سے آج وہ اپنے دل کو ہلکا کرنے لگی تھی۔

"انسان انس سی نکلا ہے۔۔۔جس کا مطلب ہے محبت۔۔۔جب اللہ نے انسان کو بنایا ہی محبت کے لیے ہے تو محبت کرنا جائز نہیں یہ کہنا کیسے ٹھیک ہے۔؟"اب وہ اُس سے سوال پر سوال کرنے لگی تھی۔دیکھو اللہ کی مرضی کے بغیر ایک پتا بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔۔۔تو اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے دل میں کسی کا خیال آنا۔۔یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟؟ہم کچھ نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔شانزے کے چہرے سے آنسوؤں کو ہٹاتے ہوئے اُسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

" تم مانگنے کی جستجو قائم رکھو وہ تمہیں اُس تک پہنچانے کے دروازے کھولتا رہے گا۔"چلو بہت ہو گیا رونا۔۔ان آنسوؤں کو اپنی زندگی سے دور رکھو،ان پر اختیار لاؤ۔اگر ان پر

اختیار نہ پایا تو یہ تمہاری زندگی کا حصہ بن جائیں گے۔

"مجھے شامیر سے محبت نہیں ہے۔۔۔وہ بے شک بہت اچھا لڑکا ہے،خاندان میں سب اُسے بہت پسند کرتے ہیں۔ میری پھوپھو کی بیٹی ماہم بھی اُس کی دیوانی ہے مگر وہ میری پسند نہیں ہے۔"کافی حد تک باتوں کو سمجھنے کے بعد اب وہ حقیقی زندگی کی طرف آئی تھی۔یہ سب باتیں اُسے صبر تو دے سکتی تھیں اور کافی حد تک دے بھی چکی تھیں،مگر اب وہ دل کے حال کی خبر سنا رہی تھی۔

"شانزے تم جس سے محبت کرتی ہو۔۔میں تمہاری آنکھوں میں اُس کے لیے چمک دیکھ چکی ہوں۔"اُسے پل میں ایسے لگا تھا جیسے کسی نے اُس کا دل دھڑکنے سے روک دیا ہو،اُسے اپنی دھڑکن سنائی دینا بند ہو گئی تھی۔عائشہ شروع دن سے جانتی تھی کہ شامیر اُسے پسند نہیں ہے۔شانزے اپنے گھر کی اکلوتی لڑکی تھی۔ بچپن سے چاچو،چاچی اور گھر والوں سے اُسے بے حد پیار ملا تھا۔سب کو وہ بہت عزیز تھی،جس کی وجہ سے اُن کی منگنی کر دی گئی تھی۔وہ عائشہ کے گلے سے الگ ہوئی تھی۔یا وہ اپنے حواسوں میں نہیں رہی تھی۔"تم میری

دوست ہو، دوست کی زبان کچھ کہے نہ کہے لیکن دوست کی آنکھیں سب کہہ دیتی ہیں۔"

"کچھ دنوں تک چاچو لوگ سب آجائیں گے، اور آج شامیر بھی آرہا ہے، پھر کچھ باقی نہیں رہے گا۔" وہ نادیہ بیگم کی دی گئی اطلاع کے بعد اور پریشان ہو گئی تھی۔ آئس کریم شاپ سے نکلنے کے بعد گاڑی کو کنول کے گھر کی جانب گھمایا ہی تھا کہ نادیہ بیگم کی کال آگئی تھی۔ شامیر کے آنے کی خبر دینے کے بعد انھوں نے شانزے کو جلدی گھر آنے کا کہا تھا۔

"کچھ بھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ اگر ایک دروازہ بند ہوتا تو مزید کہیں اور دروازے کھول دیے جاتے ہیں، تم بس اچھے کی امید رکھو جو تمہارے حق میں بہتر ہو گا اللہ تمہیں اُسی چیز سے نوازے گا۔" انسان صرف وہی دیکھ سکتا ہے جتنا اُسے دِکھائی دیتا ہے، مگر اللہ! اللہ کو وہ سب بھی دکھائی دیتا ہے جہاں انسان کی پہنچ بھی نہیں ہوتی، اُس کے علم میں انسان کے تمام تر اعمال ہوتے ہیں۔ تو بس۔۔۔ تم اپنا کام کرو اور خدا اپنا کام کرے گا، تم اُس کی رضا میں راضی رہو۔۔۔ وہ تمہاری رضا کو اپنا لے گا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"عائشہ اس بات کا ذکر کنول سے نہیں کرنا ہے۔" وہ عائشہ کو اپنے پاس سے اٹھتا دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ دوستی اگر گہری ہو تو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی، ایک دوست دوسرے دوست کا حال کہے بغیر سمجھ جاتا ہے۔ دوست کو پریشانی بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی چہرے سے دل کا حال سب ظاہر ہو جاتا ہے۔

"ہاں تم بے فکر رہو، جب تک کوئی راستہ نہ نکل آئے تب تک یہ بات ہمارے درمیان ہی رہے گی۔" اب میں چلتی ہوں، کنول کو کہہ دوں گی تمہارے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں اس لیے تمہیں آنے کی فرصت نہیں ملی ہے۔ عائشہ شانزے کو کنول کے گھر ساتھ لے جانے کے لیے آئے تھی، مگر حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اُسے مجبور کیے بغیر وہاں سے چلی گئی تھی۔

○○●○▪●○●○○●●○○○¤▪○●●○▪

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں گھر میں سوئیاں چبھتی ہیں، جو تمہیں گھر آرام نہیں لگتا ہے۔"ایمن بیگم وہاج کو دیکھتے ساتھ ہی اُس پر برسنے لگی تھیں۔ وہ جانتی تھی ایک دن بھی وہاج ٹک کر گھر نہیں بیٹھ سکتا ہے، اور ہمیشہ کی طرح وہ اُن کی امیدوں پر پورا اترتا تھا۔ وہاج بھی انھیں خود کے متعلق کبھی مایوس نہیں ہونے دیتا تھا۔

"ارے امی! بھائی کو اُس کا دوست واپس اسلام آباد نہیں آنے دے رہا۔۔۔ اسی لیے میں اُن سے ملنے کے لیے کراچی جا رہا ہوں۔" یہ کہتے ہی اُس نے اپنا سامان پیک کر کے بیڈ کے قریب رکھ دیا تھا۔ وہ ہفتے بعد جانے والے پروگرام کی تیاری ابھی سے کر رہا تھا۔

"تم اکیلے جا رہے ہو؟ اکیلے تم سے یہاں باہر دکان پر نہیں جانے ہوتا اکیلے کراچی کیسے جاؤ گے۔۔؟"زیادہ ڈرامے بازیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اتنی ہی بھائی کی یاد آتی ہوتی تو ترکی نہ جاتے۔ آواروں کی طرح گھومتے ہوئے بھائی کی یاد نہیں آتی، لیکن آج اُس سے ملنے کراچی جا رہے ہو، صبر نہیں ہے؟ تم آرام سے گھر بیٹھو، وہ ایک ہفتے تک واپس آجائے گا۔ وہ اپنا آخری فیصلہ وہاج کو سنا چکی تھیں مگر وہ شامیر نہیں تھا جو آسانی سے بات پر جی حضوری

کر لیتا وہ وہاج سلیمان تھا۔ زندگی میں اپنے گھر والوں کی اُس نے ایک ہی بات مان کر سارے بھرم رکھ لیے تھے، اور وہ بات وکالت کی ڈگری تھی جسے وہ گھر والوں کے کہنے کے مطابق مکمل کر چکا تھا۔

"نہیں امی میں اور عاطف جا رہے ہیں۔ باقی علی اپنے کام پر جا رہا ہے اور دوسرا شادی شدہ ہے، میں اور عاطف جا رہے ہیں، اور بھائی! بھائی نہیں آئے گا۔ اُس کا دوست اُسے مہینے تک نہیں آنے دے گا۔" اور ویسے بھی میں کون سا ابھی جا رہا ہوں، ایک ہفتے تک جاؤں گا۔ ابھی عاطف کو بھی ساتھ لے جانے کے لیے راضی کرنا ہے اور باقی کائنات کو بھی تو لینے ایئر پورٹ جانا ہے۔

"تم نہ کبھی باپ کے ساتھ کسی کام میں ہاتھ بٹا لینا، بس یہی تمہاری زندگی ہے کہ آواروں کی طرح دوستوں کے ساتھ ہمیشہ گھومتے ہی رہو گے۔ تمہاری بھی شادی کر دینی چاہیے تاکہ تمہارے کندھوں پر کچھ ذمہ داریاں پڑیں اور تمہیں خیال آئے کہ کس طرح کمایا جاتا ہے۔" بیٹا صرف عیاشیوں میں زندگی نہیں گزاری جاتی ہے۔" ایمن بیگم وہاج کے سر پر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاتھ مارتے ہوئے بولی تھیں اور وہاج۔۔۔اُس کے تو جیسے سر کے اوپر سے ساری باتیں گزر رہی تھیں۔وہ جانتا تھا کہ اُس کے منہ سے نکلنے سے پہلے ہر بات۔۔۔سب پر مائشیں پوری ہو جاتی ہیں۔ماں باپ تو ماں باپ۔۔۔وہ تو شامیر کا بھی بہت لاڈلا تھا۔شامیر نے اپنے دونوں بہن بھائیوں کو اپنے سے زیادہ عزیز رکھا ہوا تھا۔اُن کی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔ساری زندگی انہی کی فرمائشیں پوری کرنے میں گزار دی تھی،وہ ایک بہت اچھا بھائی اور بیٹا تھا۔

"امی آپ صحیح جا رہی ہیں،بس۔۔۔ہمیں راہِ راست پہ لگانے کے لیے شادی کا نام لے لیتی ہیں،بس کراچی سے آنے کے بعد میں بھی بابا کے ساتھ کام پر جاؤں گا۔اب آپ خوش ہو جائیں۔"اپنی شرارتی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے ایمن بیگم کو تسلی دی تھی،یہ محض چند لمحوں کے جذبات ہوتے ہیں۔وہ ہمیشہ کہیں جانے سے پہلے اپنا یہ جملہ ضرور کہتا تھا۔جیسے کے اُس نے ترکی جانے سے پہلے بولا تھا کہ آ کر باپ کے ساتھ کام کرے گا اور اب کراچی جانے سے پہلے کہہ رہا تھا۔ایمن بیگم کو مطمئن کرنے میں وہ ماہر تھا،مگر اب تو ایمن بیگم بھی اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی چلا کیوں سے واقف ہو چکی تھیں۔

"بیٹا تم لوگوں کو تب بھی شرم نہیں آتی چاہے میں شادی کا نام لے لوں یا تم لوگوں کو گھر سے باہر نکالنے کی دھمکی دے دوں، لیکن تم اس بار آؤ اس بار تم باپ کے ساتھ دفتر جا کر ہی رہو گے۔" آئی برو اچکاتے ہوئے بولی تھیں۔ وکالت صرف ڈگری کو سنبھالنے کے لیے نہیں کروائی تھی، اس ڈگری کو استعمال کرتے ہوئے آگے باپ کے ساتھ مدد کروانے کی کوشش کرو۔ یہ خاندانی بزنس ہے، ایک تو اپنی مرضی کر کے پروفیسر کی زندگی گزار رہا ہے۔ لیکن تم! تم نے اگر یہ ڈگری کر ہی لی ہے تو اس کا کچھ صلہ بھی دے دو۔

"جی امی آپ بالکل جائز بات کر رہی ہیں، میں آپ کی بات سے بالکل متفق ہوں۔ آپ ایک بار مجھے کراچی سے آنے دیں پھر آ کر آپکی ساری خواہشات پوری کروں گا۔" وہ بیڈ پر ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹ گیا تھا۔ فرمانبرداری اور جی امی تو ایسے کر رہا تھا جیسے آ کر سانس لیے بغیر باپ کے دفتر چلا جائے گا، مگر یہ محض وقتی جذبات تھے۔ بھائی کے لاڈ پیار نے زیادہ ہی سر پر چڑھا رکھا تھا۔ اُسے نہ تو کبھی پیسوں کی کمی ہونے دی اور نا ہی کبھی کوئی کام کرنے دیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔ صرف باپ کے کہنے پر جس پر وہاج کی بھی نہیں چلی، اُس نے زبردستی ڈگری تو مکمل کر لی مگر اب وہ دو سال سے اُس کی الماری کا حصہ تھی۔ بڑے نے تو اپنی مرضی کر کے وکالت کی ڈگری سے جان چھڑا لی تھی، مگر وہاج! وہاج کے معاملے میں اُس کی نہیں سنی گئی تھی۔ وہاج نے اپنی زندگی میں پہلی بار اُن کی بات مان کر ڈگری تو کر لی مگر اس کے بعد شامیر نے اُسے کبھی کسی کام کے لیے مجبور نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا وہ پاتا تھا۔

"جی جی میری فرمانبردار اولاد۔۔۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ میں جانتی ہوں میرا بیٹا کتنا فرمانبردار ہے، اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ کراچی سے آتے ساتھ ہی مجھے ملنے بعد میں آئے گا باپ کے دفتر پہلے جائے گا۔" اب وہ اُسی کے لہجے میں اُس سے نمٹ رہی تھی۔ اگر تم سب میری اولاد ہو تو یہ نہیں بھولا کرو کہ میں تم سب کی ماں ہوں۔

"اچھا امی۔۔۔ میں کچھ دنوں تک کراچی جاؤں گا اور بھائی کو ساتھ لے کر ہی آؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے کائنات کے ساتھ بھی وقت گزار لوں گا۔" وہ موبائل پر تاریخ دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ چار دن کے بعد کائنات نے پاکستان واپس آنا تھا۔ سب بے حد خوش تھے۔

"آخر میری بیٹی اتنے عرصے بعد پاکستان آ رہی ہے، اس بار تو ہم سب مل کر خوشی بھی منائیں گے آخر ڈگری جو مکمل ہوئی ہے، لیکن اس کے لیے تم سب کا گھر موجود ہونا ضروری ہے۔" وہ آخری لائن پر زور ڈالتے ہوئے بولی تھیں۔ ان سب کا ایک ساتھ گھر موجود ہونا بہت ہی مشکل تھا۔ مگر اب تو سب خوشیاں ایک ساتھ آ رہی تھیں۔ ایک بیٹے کی شادی اور باقی دونوں کے واپس گھر آنے کی خوشی، ایمن بیگم کی تو خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooo

"جتنا تم تڑپو گی میں اتنا ہی زیادہ تمہیں تڑپاؤں گا۔ دیکھو یہ کھانا خاموشی سے کھا لو، ورنہ ابھی میری صرف یہ آنکھیں سفید ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ کمرہ تمہارے لیے مزید خوفناک بن جائے چپ چاپ کھانا کھاؤ۔" وہ اب اپنے چشموں کو ساتھ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اُسے ڈراتے ہوئے بولا تھا۔ وہ ماہین کے اڑتے ہوئے رنگ کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اُس کے ہاتھ

پاؤں کی رسیاں کھول دی گئی تھیں۔اس لڑکی کا پورا جسم درد میں مبتلا تھا۔ آزاد ہوتے ہی جیسے جسم میں سے بجلی سی دوڑ گئی ہو۔ وہ اپنے ایک ایک عضو کو چھونا چاہ رہی تھی جنہیں ان رسیوں سے جکڑا گیا تھا، آہستہ سے اپنے پاؤں کی طرف بڑی اور ہاتھوں کا لمس اپنے پاؤں پر محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ بہت تکلیف میں تھی، اُس کے آنسو، حالت اس وقت کچھ بھی دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ سفید دودھ جیسی رنگت پر رسیوں کے نشان طاری تھے۔ ہاتھوں پر گہرے سرخ نشانات واضح تھے۔ جب اس نے اپنے پاؤں کو چھوا تو پاؤں بھی نشانوں میں قید تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ماہین نے نہ جانے کس چیز سے رہائی حاصل کی تھی جبکہ اُس کے جسم کو بند کیے ہوئے صرف چند گھنٹے ہی ہوئے تھے۔ رسیوں سے آزاد ہونے کے بعد ایسا لگ رہا تھا جیسے نئی دنیا میں آ گئی ہو، اتنا سکون محسوس ہو رہا تھا جیسے کبھی درد ہی نہ تھا اگر اُس کی آنکھیں خود اُس کے جسم میں موجود نہ ہوتیں تو شاید وہ سکون کو محسوس کرتی مگر اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے اُسے ماضی اور حال میں ہونے والی ساری تکلیفیں ایک ایک کر کے سب یاد آ رہی تھیں۔ جسم پر پڑے نشانات اُس کی بے بسی اور اُس کے خاندان کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تذلیل کے گواہ تھے۔ہارٹ لیس اپنی وحشت دکھا رہا تھا۔وہ لڑکی کے ہوش اڑانے کے لیے خالی چشمہ ہٹا چکا تھا مگر مزید اُس کے قریب جاتے ہوئے آنکھوں پر چشمہ لگا لیا جسے دیکھتے ہی لڑکی خوفزدہ ہو کر کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

"چلو کھانا شروع کرو جب تک تم یہ کھانا ختم نہیں کر لیتی میں یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا، بیڈ پر کچھ کپڑے رکھے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی پہن کر سو جانا، تم سے اب صبح ملاقات ہو گی۔"ہاتھ سے بیڈ پر موجود کپڑوں کی طرف اشارہ کیا اور چہرے پر اب چشمے بھی موجود تھے۔وہ لڑکی اب تیزی سے کھانا کھا رہی تھی کیونکہ ہارٹ لیس کے یہاں سے جانے کا سن کر وہ بہت خوش ہوئی تھی۔اُس نے جلدی سے کھانا ختم کیا اور پلیٹ پیچھے سرکا دی تھی۔

ہارٹ لیس مسکراتے ہوئے پلیٹ اٹھا کر نکلا اور دروازے کو باہر سے بند کر دیا تھا۔اب اس کمرے میں لڑکی اور گھنی تنہائی کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

oooooooooooooooo

"یار حد ہوتی ہے۔۔۔۔ تو جہاں جاتا سو ہی جاتا ہے۔ تجھے نہیں معلوم کہ میں نے تایا جان کے گھر بھی جانا ہے اور میں لیٹ ہو رہا ہوں۔" شامیر جوتوں کے تسمے باندھتے ہوئے بولا تھا۔ اگر تم مزید پانچ منٹ میں نہ آتے تو میں نے تمہیں بتائے بغیر نکل جانا تھا۔

"کیا ہوا اتنی بھی کیا جلدی ہے، چلے جانا کون سا زیادہ دور جگہ ہے۔" وہ بے ساختہ ہو کر بولا، زاویار آئس کریم کو لے کر کچن میں گیا اور انہیں پلیٹ میں نکالنے لگا تھا۔

"بات دوری کی نہیں، مجھے یہاں آئے ہوئے تین دن ہو گئے ہیں، امی بھی بار بار پوچھ رہی کہ وہاں گئے ہو یا نہیں۔ انہیں ابھی تک میں نے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔" جوتے پہن کر وہ کھڑا ہوا اور اپنے کپڑوں کو ہاتھ سے جھاڑ کر اُس کے ساتھ کچن میں جا کھڑا ہوا تھا۔

"چلے جانا۔۔۔۔ تمہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے، لگتا منگیتر کی یاد آ رہی ہے۔ تجھے تایا جان سے ملنے کا شوق نہیں بلکہ تجھے اپنی منگیتر سے ملنے کا شوق ہے۔" وہ اُسے جان بوجھ کر تنگ کرنے لگا تھا، آنکھ مارتے ہوئے ایک آئس کریم سے بھری ہوئی پلیٹ کو اُس کی طرف

بڑھایا تھا۔

"زاویار تم تین گھنٹے سے یہ آئس کریم لینے کے لیے گئے ہوئے تھے؟ تجھے ٹھنڈ کا ذرا احساس نہیں ہے۔۔؟" آئس کریم کی پلیٹ لینے کے بجائے وہ اُس پر برس گیا تھا۔ یہ اُس کی بات کو نظر انداز کرنے کا ایک طریقہ بھی تھا۔

"کراچی میں کوئی ٹھنڈ نہیں ہوتی آئی سمجھ اور یہ آئس کریم میری پسندیدہ ہے۔ اُس آئس کریم کو پسند کرنے کی ایک خاص وجہ بھی تھی۔

تم اسے ایک بار کھا کر تو دیکھو، جب تک تم کراچی ہو روزانہ اسے کھانے کی فرمائش کرو گے۔" وہ اب دوبارہ سے پلیٹ کو جھٹکا دیتے ہوئے شامیر کے قریب کر گیا تھا۔ چلو یہ کھا کے چلے جاؤ، پیشانی کی شکنیں ہٹاتے ہوئے کہا تھا۔ پیلٹ کو ایک دوسرے کی طرف ایسے بھیج رہے تھے جیسے دونوں کیرم بورڈ پر گیم کھیل رہے ہوں۔

"زاویار آج شاید تایا جان مجھے واپس نہ بھیجیں، اور اگر میں نے ضد بھی کی تو باقی سب کزنز روک لیں گے۔ اس لیے آج میرے بغیر گزارا کرو۔ ہاتھ سے پلیٹ کو روکتے ہوئے بولا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔

"جتنی دیر میں تم اپنے تایا جان سے مل کر واپس آتے اتنے میں میں شداد کو ایئر پورٹ سے لے کر آجاؤں گا۔" وہ بات کو سرے سے اگنور کرتے ہوئے بولا تھا۔

"یار زاوی ضد نہ کر دیکھ میں تین دن سے یہاں ہوں، تیرے کہنے پر شادی تک کے لیے رکا ہوں۔۔۔۔ اور جہاں تک تمہارے بھائی کی بات تو سوری، لیکن میں آنے کی ضرور کوشش کروں گا اور پھر ہم تمہارے بھائی کا ویلکم بھی شاندار کریں گے۔" منہ کے قریب اپنی پلیٹ میں سے ایک چمچ آئس کریم سے بھر کر اُس کے قریب کرتے ہوئے بولا تھا۔ اب وہ چمچ کو اپنی مسکان دباتے ہوئے اُس کے منہ کے مزید قریب کر چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ زاویار کا مزاج اس وقت بہت سنجیدہ ہو چکا ہے۔ دیکھ مجبوری کو سمجھ۔۔۔۔ نادیہ تائی نے امی کو شکایت لگائی ہونی اس لیے ماما وہاں جانے کا بار بار بول رہی ہیں۔ معمول کے مطابق وہ تین دن سے لگاتار ایمن بیگم کو کال کرتا رہا تھا۔ کہا ہونا کہ ابھی تک تمہارا بیٹا یہاں نہیں آیا ہے۔ تو بس میرا تھوڑی دیر کے لیے جانا بہت ضروری ہے۔

"مجھے ابھی یاد آیا، میں نے شداد کو سرپرائز دینا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ مجھے اُس کے آنے کی خبر ہے، ہم نے اُس کے استقبال کے لیے گھر سجانا تھا۔ لیکن چلو تم وہاں سے ہو آو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" آئس کریم کھاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھا۔ اور تھوڑی دیر کا مطلب تھوڑی دیر ہی ہوتا ہے، اب تم نے اپنی بات پر قائم رہنا ہے۔

"ویسے یقین کر۔۔۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ تیرا بھائی پاکستان آرہا ہے۔ یاد ہے وہ کتنا رویا کرتا تھا لیکن پاکستان نہیں آتا تھا۔ آج خیر ہو وہ پاکستان آرہا ہے؟ شداد پاکستان آرہا ہے۔۔۔۔" وہ بہت حیران تھا۔ میں نے تیرے بھائی کو صرف ایک بار دیکھا ہوا ہے۔ یاد ہے وہ پاکستان جب آتا تھا صرف سویا ہی کرتا تھا۔ یہاں کا ماحول، لوگ اُسے کچھ بھی سمجھ نہیں آتا تھا۔ اب کی بار زاویار بہت خاموش ہو چکا تھا۔

"ہاں۔۔۔ وہ پاکستان نہیں رہ سکتا ہے۔ ابھی بھی ماما نے زبردستی بھیجا، صرف شادی میں شرکت کے لیے آرہا ہے۔" بات کا اچھے سے وضاحتی جواب دیا تھا۔ اُس کے وہاں دوست ہیں اور وہ وہاں پلا بڑھا، اس لیے وہ وہاں کے ماحول کا عادی ہو چکا ہے۔ زاویار اپنے دماغ کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوسری جانب نہیں لے کر گیا تھا۔ وہ ابھی بھی یہاں زیادہ نہیں رہے گا۔ شادی کے فوراً بعد وہ واپس جرمنی چلا جائے گا۔ یہاں رہ کر اُسے مشائم بہت یاد آتی ہے۔ وہ اب آئس کریم کھانا بھول چکا تھا۔ آئس کریم کے ساتھ اُسے اور بھی زیادہ مشائم کی یاد آ رہی تھی

"اس بار ہم اُسے واپس نہیں جانے دیں گے۔"

"جامنی اور جرمنی یہ دونوں تو شداد کا سکون ہیں۔" شامیر پلیٹ کو سنک میں رکھتے ہوئے بولا تھا۔ ہم اُسے پاکستان سے محبت کروائیں گے۔ اُسے یہاں آنے کے لیے منہ نہیں بنانا پڑے گا۔ اُسے ہم پاکستان میں آراستہ کریں گے۔ وہ اُس کی اداسی کو ختم کرنے کی کوشش میں مشغول ہوا تھا۔

"تمہاری سب کوششیں فضول ہو جائیں گی، وہ ایک دن بھی مزید پاکستان نہیں رکے گا۔ یہاں کوئی ایسی چیز ہے ہی نہیں جس سے وہ متاثر ہو جائے۔" بس۔۔۔۔ وہ جرمنی کا ہی ہے۔

"ہاں وہ تو میں جان ہی چکا ہوں، تمہارے سے میں نے شداد کے قصے تھوڑے نہیں سنے

ہیں۔ زاویار کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"سب ممکن ہو سکتا ہے، مگر شداد پاکستان نہیں رہ سکتا ہے۔" وہ اب کچن سے باہر آتے ہوئے ایک بات سے متفق ہو گئے تھے۔

"اچھا چلو اب تم جاؤ بھی۔۔۔ یہ نہ ہو کہ میں تمہیں کسی سے ملنے بھی نہ دوں اور واپس ادھر روک لوں۔" اپنی ہنسی کو دباتے وہ بڑے پر جوش انداز میں بولا تھا۔ وہ جانتا تھا اس بات سے شامیر کا رویہ مزید بگڑ جاتا ہے، پھر بھی اُس نے طنز کرنا نہیں چھوڑا تھا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے اب میں چلتا ہوں، تاکہ واپس جلدی آسکوں۔" یہ کہتے ہی وہ اُس سے گلے لگا تھا۔

"یار لیکن میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں، اکیلے جانے کی ضد کیوں کرتے ہو؟" اُس کے گرد ہاتھوں کی گرفت کو مزید مضبوط کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں میں خود چلا جاؤں گا۔ تم بس اپنے بھائی کے استقبال کی تیاری کرو۔" گلے سے الگ ہوتے ہوئے کندھے کو تھپتپایا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

●○●●○●¤●●●●●¤●○¤¤▪○○

جلدی کرو۔۔۔ابھی تک کھانے کا مکمل انتظام نہیں ہوا ہے۔زینت جاؤ جلدی سے شانزے کے کمرے میں کپڑے رکھ کر آو۔"نادیہ بیگم باورچی خانے میں جاتے ہی وہاں موجود ملازمین پر برسنے لگی تھیں۔

"جی بیگم صاحبہ بس تقریباً سارا کام ہو گیا ہے،صرف سلاد بنانا رہ گیا ہے اور میٹھا بنانے کے لیے میں نے زینت کو کہہ دیا ہے۔"یاسمین جو کہ سالن کے پتیلے میں چمچہ ہلاتے ہوئے بولی تھی۔

"علینا اپنی نگرانی میں ڈائننگ پر ساری چیزیں رکھواؤ اور کوئی بھی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔" کچن سے نکلتے ہی وہ ڈرائینگ روم میں جاتے ہی علینا سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں،میں سارے کام دیکھ لیتی ہوں۔"وہ سوفے سے اٹھتے ہی کچن کی جانب جانے لگی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"رکو۔۔۔باورچی خانے میں جانے سے پہلے خرم صاحب کو بھی اطلاع دے دو تا کہ وہ آج جلدی گھر آجائیں،اپنے شوہر اور دیور تک بھی پیغام ارسال کر دو۔"نادیہ بیگم ہوا کے گھوڑے پر سوار تھیں۔وہ ایک بہت سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ایک ایک چیز کو بہت اچھے سے جانچ پڑتال کر کے پھر سکون کا سانس لیتی تھیں۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی بھی چیز کی اُن کے داماد کو کوئی کمی محسوس ہو،وہ سفید رنگ کے کپڑوں میں ملبوس بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔ماتھے پر شکنے لائے وہ اپنے صرف اشاروں سے سب کام کروا رہی تھیں۔

اتنے میں گھر میں پھیلی رنگ برنگی خوشبوؤں اور نرم گرم گفتگو کو محسوس کرتے ہوئے شانزے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے سارا منظر نہایت غور سے دیکھ رہی تھی۔وہ سب کو بہت خوش دیکھ رہی تھی۔ہر کوئی شامیر کے آنے کی خوشی میں سب کام احتیاط اور ذوق و شوق سے کر رہا تھا۔پہلے تو وہ خاموش تھی اپنے دل کا حال دل میں ہی دفن تھا،مگر اب!اب اُن سب کی خوشی دیکھتے ہوئے وہ دل میں قبر کو پکا کرنا چاہ رہی تھی۔مگر چاہنے سے کیا ہوتا ہے،وہ لاکھ کوششوں کے باوجود ناکام رہی تھی۔"انسان ہمیشہ ہی بے بس ہوتا ہے،

کبھی دل کے ہاتھوں یا کبھی اپنوں کے ہاتھوں۔"وہ رفتہ رفتہ قدم آگے کو بڑھا تو رہی تھی، لیکن سوچوں میں گم وہ انجان تھی کہ قدم کہاں کو جا رہے ہیں، قدم نیچے کو جا رہے ہیں یا قدم منزل سے محروم ہو رہے ہیں۔"زندگی میں اگر سب کچھ ہمارے لیے نہیں ہوتا تو ہمارے دلوں میں اُن کے لیے محبت کیوں پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں پھر کیوں اُن کے نہ ہونے کی کمی، تکلیف دیتی ہے۔ کیوں سب ختم ہونے کے باوجود ہم اُن کے بارے میں سوچتے ہیں۔ پھر آجاتی ہے اپنوں کی خوشی۔۔۔جسے مدنظر رکھتے ہوئے ہم زخمی دل کے باوجود مسکرا دیتے ہیں۔اب پتہ چلا'زندگی ایک امتحان ہے'ایسا کیوں کہا گیا ہے۔"وہ تمام تر معرفت اور آگہی حاصل کرنے کہ بعد دل میں کافی باتیں دہرا رہی تھی۔

ہاں ان پھولوں کو باہر دروازے کے گلدان میں لگا آو۔نادیہ بیگم کی آواز پر شانزے چونکی تھی۔وہ اب بھی ملازمین سے سب کام احتیاط سے کروا رہی تھیں۔

"شانزے تم ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئی ہو۔۔؟"وہ ملازم کے ہاتھوں میں پھولوں کو پکڑاتے ہوئے اُس سے مخاطب ہوئی تھیں۔اب وہ سیڑھیوں کے قریب آئی اور سیڑھیوں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے دونوں جانب پڑے گئے گلدانوں میں سے پرانے پھولوں کو نکال کر سفید لیلی کے پھولوں سے گلدان کو سجانے میں مصروف ہوئیں تھیں۔

"میں! میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" وہ اُن کے چہرے پر نظریں جمائے اُن کے پھول کی طرح کھلے چہرے کو یک ٹک نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی۔

"نہیں میں نے تمہارے کپڑے پریس کرنے کے لیے زینت کو دے دیے تھے، جا کر وہی پہن لو۔" اُس کے زرد بے تاثر چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"جی ٹھیک ہے۔" یہ کہتے ہی مزید کوئی بحث اور بات کیے بغیر وہ اپنے کمرے میں جا بند ہوئی تھی۔

"اب ایسے خاموش رہتی ہے جیسے ضد کرنا، بات منوانا، ہنسنا مسکرانا سب بھول گئی ہے۔ شاید شادی کی وجہ سے رویہ میں تبدیلی آگئی ہے۔" نادیہ بیگم شانزے کو یوں جاتا دیکھتے ہوئے سوچ میں مگن ہوئی تھیں۔ مجھے تو لگا تھا کے وہ فوراً سے بولے گی کہ میں اپنی مرضی سے کچھ پہنوں گی یا میرے کپڑے پہلے سے پریس ہیں مگر اس کے تو تاثرات ہی الگ ہیں۔ یہ

کیسے اپنے لہجے کو بدل سکتی ہے، کیا یہ نہیں جانتی اس کی چھوٹی سے تکلیف مجھے پہاڑ کی طرح لگتی ہے۔ دیکھو تو خود تو آسانی سے چلی گئی اور مجھے یہاں پریشانی میں ڈال گئی ہے۔

"امی میں نے ابو کو بتا دیا ہے کہ وہ ایک گھنٹے تک آجائیں۔" اُن کو سیڑھیوں کی طرف کھویا ہوا محسوس کرتے ہوئے قریب آکر خبر دی تھی۔ وہ اب بھی اپنی سوچوں میں کھوئی ہوئی تھیں۔

دوسری طرف گہری خاموشی تھی۔ وہ اب بھی سیڑھیوں کو دیکھ رہی تھی جہاں سے شانزے کے قدم اپنے کمرے کی طرف گئے تھے۔

"کیا ہوا امی؟" پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے انھیں اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا تھا۔

"مجھ سے شانزے کی اس قدر خاموشی برداشت نہیں ہوتی ہے۔ اسے کہو نہ پہلے کی طرح ہنستی کھیلتی رہا کرے۔" ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے وہ اپنے آنسوؤں کو چہرے سے ہٹاتے ہوئے بولی تھیں۔ یہ ہمیشہ ہر الٹا کام کر کے معصوم بن کر باپ کے پاس چلی جایا کرتی تھی اور مجھے غصہ دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی۔ ہمیشہ انھیں اپنے ساتھ ملا لیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرتی تھی۔ دیکھو نہ جانے کتنے ہفتوں سے یہ خاموش ہے مگر ایسے لگ رہا جیسے اس کی ہنستی آواز کو سنے ہوئے صدیاں گزر گئی ہوں، اسے کیا ہو گیا ہے؛ علینا میں تو اس شانزے کو نہیں جانتی ہوں۔ اب بھی آنکھوں سے سیلاب کی مانند آنسو جاری تھے۔ یہ کیوں شادی کے نام پر اتنا پریشان ہو گئی ہے؟ وہ سوالوں پر سوال کیے جا رہی تھیں۔ نادیہ بیگم کو شانزے بہت عزیز تھی۔ "ایک ماں اپنی اولاد کے منہ پر تو خاموش ہو جاتی، مگر دل کے شور سے وہ انجان نہیں ہوتی ہے۔ اُسے اپنی اولاد کے ہنس کر بات کرنے سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہنسی دھوکہ ہے یا دل واقعی خوش ہے۔" علینا کا ہاتھ اپنی پشت سے ہٹا دیا تھا۔ تم اس سے پوچھو نا کہ آخر کیا وجہ ہے، میں ابھی زندہ ہوں اسے کہو اپنی ماں کو بات بتائے، اپنی پریشانی صرف خود تک محدود نہ رکھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں، وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ ایک تو اُس کی دوست کی شادی ہے اتنے عرصے سے وہ سب ساتھ رہے ہیں، اب اچانک یہ سب ہونا، اُس کا باہر ملک شادی کے بعد چلے جانا۔۔۔ وہ ان سب کے لیے پریشان ہے۔ لیکن آپ فکر نہیں کریں وہ جلد ہی ٹھیک ہو

جائے گی۔ ہماری شانزے پہلی جیسی ہو جائے گی۔" وہ اُن کی کیفیت اچھے طریقے سے سمجھ سکتی تھی۔ علینا مزید اُن کے قریب ہوتے ہوئے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے بولی تھی۔ وہ جانتی تھی ایک بیٹی کا خاموش رہنا ماں کو کس قدر تکلیف دے سکتا ہے۔

"میں اس سے بات کروں گی تو رو پڑوں گی، تم اُسے سمجھاؤ اُس سے کہو کہ آخر مسئلہ کیا ہے۔" وہ اب بھی پریشان تھیں، جیسے کے انہیں محسوس ہو رہا ہو کہ اس کے علاوہ بھی کوئی اور بات ہے۔ کوئی دلاسہ انہیں سکون نہیں پہنچا رہا تھا۔۔۔ بس ایک چیز تھی جو انہیں بے سکون کر رہی تھی اور وہ شانزے کا اترا ہوا چہرہ تھا۔ تم جانتی ہو اتنے سال کی منگنی کے باوجود میں نے کبھی شانزے کے منہ سے یہ نہیں سنا کہ شامیر کا پیغام آیا ہے یا آج میں نے اُس سے بات کی ہے۔ وہ ایسا ہے یا وہ کیسا ہے۔۔۔۔ حالانکہ میری اور میری بیٹی میں بہت اچھی دوستی ہے مگر اُس کے منہ سے میں نے کبھی یہ سب کچھ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے۔ اُس سے پوچھو تو صحیح کہ مسئلہ کیا ہے۔ وہ شادی سے خوش بھی ہے یا نہیں، وہ اپنی شادی سے نا خوش ہے یا پھر اپنے دوست کی شادی کے لیے پریشان ہے۔ وہ بااختیار ہو گئی تھیں۔ کچھ

دنوں سے محسوس کی گئی مایوسی اور پریشانی کو برداشت کرنا اب اُن کے بس سے باہر ہو گیا تھا۔

"امی آپ پریشان نہ ہوں، آپ کی یہ پریشانی طبیعت کو مزید خراب کر سکتی ہے، میں شامیر کے جانے کے بعد شانزے سے تفصیل سے بات کروں گی تاکہ ساری بات واضح ہو سکے، آپ بے فکر ہو جائیں سب ٹھیک ہو جائے گا، کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔" وہ نادیہ بیگم کے روتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بہت افسردہ ہو گئی تھی۔ آخر وہ بھی اُن کی بیٹی کی طرح تھی۔ ایک بیٹی اپنی ماں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی ہے۔ "جیسے ماں کو اپنی بیٹی کی تکلیف سے بہت تکلیف ہوتی ہے ویسے ہی بیٹی کو بھی اپنی ماں کا تکلیف میں ہونا برداشت نہیں ہوتا ہے۔" وہ اُس کی بات کا جواب نہیں دے سکی تھیں۔

"اچھا امی چھوڑیں آئیں دیکھیں میں نے سارا انتظام کر دیا، اب سب کچھ پرفیکٹ ہو گیا ہے۔ فریش جوس بھی بن گیا چلے آئیں، چل کر پیتے ہیں۔ تھوڑی دیر تک شانزے بھی تیار ہو کر نیچے آجائے گی۔" وہ خاموشی کو توڑتے ہوئے کمرے کی طرف جاتی سیڑھیوں کی جانب

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

○○○○○○○○○○○

"میں کیوں کپڑے بدلوں، سرخی لگاؤں تیار ہوں۔ کیا مجھے سادہ قبول نہیں کیا جا سکتا ہے؟ یا پھر میں خوش نظر آؤں اس لیے سجی سنوری سب کے سامنے جاؤں۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں دل میں قبر تو نہیں بنا سکتی ہوں، مگر سب کے سامنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے سامنے جاؤں گی اور خوش رہوں گی۔ دیکھوں تو۔۔۔ سب میرے خوش رہنے سے کس قدر مزید اور خوش ہو سکتے ہیں۔" وہ بیڈ پر بیٹھی اُن کپڑوں کو پچھلے آدھے گھنٹے سے دیکھی جا رہی تھی۔ دروازے پر دستک کی آواز سے وہ چونکی، اُن کپڑوں کو دیکھتے ہوئے جو دماغ میں خیال آ رہے، وہ ایک دستک سے تھم گئے تھے۔

"شانزے دروازہ کھولو اور کتنا وقت لگاؤ گی۔" دروازے کو لاک پا کر علینا نے اونچی آواز میں کہا تھا۔ اُسے کمرے میں بند ہوئے کافی وقت ہو چکا تھا۔

"بھابھی میں تھوڑی دیر تک تیار ہو کر نیچے آتی ہوں۔" دروازہ نہ کھولنے کے بہانے اُس نے تیار ہونے کی حامی بھری تھی۔ آخر وہ دروازہ کھول کر جواب کیا دیتی، اپنی آنکھ سے نکلے گئے آنسوؤں کی وضاحت کیا دیتی۔۔۔ کیا کہتی کہ وہ کس بات سے پریشان ہے۔ ہر کسی کو انجان رکھتے ہوئے وہ خاموشی سے تیار ہونے لگی تھی۔

"شامیر آ گیا ہے اور کھانا بھی لگ چکا ہے جلدی سے نیچے آجاؤ، سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ خود اور شانزے کے درمیان میں آئی گئی دیوار کے پار سے کہتی ہوئی نیچے چلی گئی تھیں۔

"ارے شامیر سلاد بھی لو۔۔۔ کیا خالی روکھے چاول کھا رہے ہو۔" سالاد سے سجی ہوئی پلیٹ کو اُس کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ اپنی تائی جان کو اچھے سے جانتا تھا، اپنی فٹنس کا خیال وہ اس طرح ہی رکھا کرتی تھی۔ "کھانے کے ساتھ ہمیشہ سبز سبزیاں کھائی جایا کرتی تھیں تاکہ فیٹس بڑھ نہ سکیں۔" وہ سب ایک ساتھ ڈائیننگ ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ نادیہ بیگم نے سارا کھانا شامیر کی پسند کا بنوایا تھا۔ مٹن بریانی، کباب، منچورین اور فرائیڈ فش۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تائی جان میں کیسے بھول سکتا ہوں،اور اگر میں یہ بھول بھی جاتا تو میں یہ نہیں بھول سکتا کہ آپ مجھے سلاد ضرور سرو کریں گی۔"ہنسی خوشی سب کھانا کھا رہے تھے۔اُس کی نگاہیں کسی کو شدت سے ڈھونڈ رہی تھیں مگر اُس کا وجود آس پاس کہیں موجود نہیں تھا۔وہ سوچ میں تو تھا آخر وہ وہاں موجود کیوں نہیں ہے۔وہ بے شک اُس کی منگیتر تھی مگر پھر بھی وہ اُس کے بارے میں نہیں پوچھ سکا تھا۔

"اب تم کب تک یہاں ہو؟اتنے عرصے بعد آئے ہو ابھی اتنی آسانی سے تو اجازت نہیں ملنی ہے۔ تمہیں تو جاب سے فرصت ہی نہیں ملتی اور چاچو چاچی کیوں نہیں آئے ہیں۔" سبحان کھانے کے دوران ایک سانس میں کئی سوال پوچھ چکا تھا۔

"نہیں سبحان بھائی میں بس آپ سب سے ملنے آیا تھا،تھوڑی دیر تک دوست کے گھر چلا جاؤں گا۔زاویار کا بھائی جرمنی سے آرہا ہے۔"جس سے بات کرنے آیا تھا وہ محترمہ نہ جانے کہاں چھپی بیٹھی ہیں۔الفاظ دل میں دہرائے اور واپس سے کھانا کھانے لگا تھا۔

"بیٹا تم اتنے عرصے بعد آئے ہو ایسا لگ رہا جیسے تم بھی کسی ملک سے ہی آئے ہو۔"بات کو

اچھے سے سنبھالا لیا تھا۔اب تو ہمیں بھی تمہیں جانے نہیں دینا چاہیے۔

"ہاں مجھے آتے ہوئے ایسا ہی لگا تھا کہ جیسے میں بھی جرمنی سے آیا ہوں۔"وہ اب اپنے کیے گئے استقبال کو یاد کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔آتے ساتھ ہی ہر طرف پھیلی گئی پھولوں کی مہک اور ساتھ اپنے اوپر برستے ہوئے لال پھولوں کی پتیاں،سب گلدانوں میں لیلی کے پھول،ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اسلام آباد سے نہیں نہ جانے دنیا کے کس کونے سے آیا ہے۔

گھر پھولوں سے تو ہمیشہ ہی آراستہ رہتا تھا مگر آج سب کچھ بہت خوبصورت تھا۔باتیں جاری ہی تھیں مگر باتوں میں جس کا ذکر کرنا مناسب نہیں تھا وہ اب اُس کی نگاہوں کے سامنے سے آرہی تھی۔نیلے رنگ کے ویلوٹ کے لباس میں ملبوس جس پر ریشم کے دھاگوں سے ایمبرائیڈری ہوئی تھی۔دوپٹے کے پلوں پر سنہری رنگ سے ڈیزائن کی گئی لیس لگی ہوئی تھی اور چاروں کونوں پر دوپٹے کو مزید خوبصورت بنانے کے لیے سنہرے رنگ کی لڑیوں میں قید موتیوں سے سجا رکھا تھا۔اب وہ قدم بڑھائے ٹیبل کی جانب آرہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"السلام علیکم۔" پاس جاتے ہی سب کو ایک ساتھ سلام کیا، وہ بالکل بھی تیار نہیں ہوئی تھی اور کیوں ہوتی وہ سادہ بھی بے حد خوبصورت تھی۔ نادیہ بیگم کے کہنے کے مطابق کپڑوں کو بدل لیا تھا۔ لیکن معمول کے مطابق ہونٹوں پر زنک براؤن رنگ کی سرخی کو لگایا تھا۔ اگر وہ یہ بھی نہیں کرتی تو باقی سب کو یقین دلانے کی نوبت آجاتی، مگر وہ کافی ٹائم تک اپنی آنکھوں کو سوجن سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کرتی رہی تھی، کافی حد تک وہ بہتر بھی ہو گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔" سب نے سلام کا جواب دیا اور ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کا کہا تھا۔

"کیسی ہو۔" سلام کے لیے ہاتھ آگے کو بڑھاتے ساتھ کہا تھا۔ وہ اب بھی شانزے کو ہی دیکھ رہا تھا۔ ان کی ملاقات آٹھ سال بعد ہو رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" سرسری سا جواب دیتے ہوئے ہاتھ ملایا اور کھانے کے لیے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ تقریباً سب کھانا کھا چکے تھے۔ وہ اب اُن سب کے بیچ میں کیا کھاتی، سب تو اپنا کھانا ختم کر چکے تھے۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے سب کی نظریں اُسی کے اوپر اٹکی ہوئی

ہیں۔ نادیہ بیگم تو خصوصاً اُسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ یہی سوچ رہی تھیں کہ آخر اسے اتنا ٹائم تیار ہونے میں لگا اور یہ تیار ہوئے بغیر آ گئی ہے۔ تمام تر شک اُنہیں سچے لگ رہے تھے۔ آنکھوں کی سوجن جس کی وجہ سے آنکھیں اندر کو تھیں، ناک جو کہ رگڑنے کی وجہ سے لال تھی۔ ہونٹوں کی سوجن سرخی میں ڈھکی چھپی تھی۔ وہ اب چاول کھانے کے لیے پلیٹ اُسے دینے لگی تھیں۔

"تائی جان اس کو بھی سلاد پاس کریں۔" اُسے چاولوں کی پلیٹ کو پکڑتے دیکھتے ہوئے شامیر فوراً سے بولا تھا۔ چاول برائے نام ڈالے گئے تھے۔

"سلاد تو کیا۔۔۔ مجھے تو اس کی پلیٹ دیکھ کر لگتا ہے کہ مجھے شانزے کو چاول بھی مزید اور ڈال کر دینے چاہیے ہیں۔" نادیہ بیگم شامیر کی آواز سے چونکی اور اپنی سوچوں کو قابو میں رکھتے ہوئے، چاولوں کی ٹرے اور سلاد کی پلیٹ دونوں شانزے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"ارے نہیں نہیں امی! مجھے اور چاول نہیں چاہیے ہیں، بلکہ مجھے اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔ رات

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے میرا گلا خراب ہے اس کی وجہ سے میں آئلی کھانا کم ہی کھاؤں گی۔ لیکن تھینک یو فار سلاد۔" اُن کے ہاتھ سے صرف سلاد کی پلیٹ لیتے ہوئے بولی تھی۔ نادیہ بیگم کے بائیں جانب شانزے کی جگہ ہوتی اور دائیں جانب خرم صاحب کی جگہ تھی۔ اس کے ساتھ والی کرسیوں پر بھائی سبحان اور علینا کی جگہ تھی۔ سامنے کی جانب عمار اور شامیر بیٹھے ہوئے تھے۔ شانزے کے عین سامنے شامیر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ یک ٹک شانزے کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن شانزے کی طبیعت کا سن کر اُسے بہت بے چینی ہوئی تھی۔

"میرا گلا خراب ہے ورنہ میں ابھی آئس کریم کھانے جاتی، امی مجھ سے اور مزید نہیں کھایا جا رہا ہے۔" چاولوں کی دو چمچیں کھانے کے بعد پلیٹ کو ہاتھ سے اپنے سے دور سرکا دیا تھا۔

"ایک تو یہ لڑکی ابھی اس کا گلا بھی خراب ہے پھر بھی زبان سے آئس کریم کا نام نہیں جا رہا ہے۔" نظریں بائیں جانب گھماتے ہی غصے سے کہا تھا۔ اُس کی آواز میں کافی تبدیلی تھی، جس سے محسوس ہو رہا تھا کہ گلا خراب ہے۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ گلہ رونے کی وجہ سے بیٹھا ہے یا پھر ٹھنڈا یا ٹھنڈی چیزیں کھانے کی وجہ سے آواز بیٹھ گئی ہے۔

"تو ٹھیک ہے تم یہ آئلی چیزیں کھانا چھوڑ دو، ہم باہر سے سوپ پی آتے ہیں۔ اس طرح تمہاری تھوڑی آؤٹنگ بھی ہو جائے گی اور تم پہلے سے زیادہ بہتر محسوس کرو گی۔" وہ شانزے کو اچھے سے جانتا تھا، اُسے ٹھنڈ میں ہی آئس کریم کھانا پسند تھی۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا اُس کا گلا پہلے سے ہی خراب تھا۔ لیکن وہ باہر لے جا کر شانزے کا مزاج بہتر کر سکتا تھا۔

"ہاں چلیں ہم چلتے ہیں۔" شانزے اُس کی بات سے بے حد خوش ہوئی تھی۔ دل میں سوچ لیا تھا کہ وہ باہر جاتے ساتھ ہی اپنے دل کا حال شامیر کو سنا دے گی۔ شانزے کی یہ خوشی دیکھ کر نادیہ بیگم کو لگا کہ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اُس کے چہرے پر خاموشی تاری تھی۔ نادیہ بیگم نے بھی خوشی سے حامی بھری، اور آخر کار اُس نے ہنس کر سب شکوے دور کر دیے تھے۔ جس پر نادیہ بیگم کے دل کو سکون پہنچا تھا۔

"شامیر مجھے سوپ نہیں پینا، تم سے ضروری بات کرنی ہے۔ اس لیے تمہارے ساتھ آنے کی

حامی بھری تھی۔"وہ اب گاڑی میں بیٹھے سائیڈ پر کسی جگہ پر جا رہے تھے۔بہت آہستہ رفتار سے شانزے گاڑی چلا رہی تھی۔

"مجھے بھی تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے وہ اُس کی سمت دیکھتے ہوئے بولا تھا۔لیکن تم پہلے کہو تمہیں کیا کام ہے پھر میں اپنی بات کو کلیئر کروں گا،میری بہت تفصیلی بات ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی مس انڈر سٹینڈ نگ پیدا ہو جائے۔تمہیں میری بات سننے کے لیے بہت وقت درکار ہو سکتا ہے۔چلو پہلے تم خود بتاؤ تمہاری کیا بات ہے پھر میں اپنی بات کلیئر کروں گا۔شامیر نے اپنا گلہ صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ارے نہیں میں آپ کو سن رہی ہوں،میرے اندر اب بہت کچھ سننے اور سہنے کی طاقت ہے۔پلیز آپ اپنی بات شروع کریں۔"وہ اُس کی سبز آنکھوں میں زیادہ دیر تک دیکھ نہ سکی تھی۔اپنا دھیان گاڑی چلانے میں مصروف کیا۔شانزے نے ایک کونے میں گاڑی روک دی تھی۔

"تم بہت اچھے ہو شامیر۔"اُس کی طرف گردن جھکائے وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم سے کم۔" نظریں موبائل کی طرف تھیں۔ اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اپنے دل کا حال شانزے کو کیسے بتائے۔ شامیر کا رویہ کافی مختلف تھا۔ وہ شانزے کو اچھے سے جانتا تھا، ان میں بات چیت اتنی زیادہ نہیں تھی مگر پھر بھی وہ ہر وقت اُس کے قصے ایمن بیگم سے سنا کرتا تھا اور انہیں تمام تر واقعات سے آگاہ کرنے والی نادیہ بیگم تھیں۔

"یاد ہے جب ہماری آ نگیجمنٹ کی بات ہوئی تھی تو ارفع پھوپھو کی بیٹی وہاں سے چلی گئی تھی۔" وہ تمہیں کس قدر پسند کرتی ہے۔ جانتے ہو ماہم نے میرے سے بات کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ میری کزن ہوتے ہوئے بھی وہ مجھ سے شدید نفرت کرتی ہے۔ جانتے ہو ہماری تو اتنی بات بھی نہیں ہوئی اس کے باوجود وہ کراچی نہیں آتی ہے۔ شامیر اُس کی بات سنتے سنتا اپنی انگلی سے آ نگیجمنٹ رنگ کو آرام سے اتار کر جیب میں ڈال چکا تھا۔ وہ ماضی کی یادوں کو دہرا رہے تھے۔ اپنی بیٹی کی محبت میں ارفع پھوپھو نے میرے سے کنارہ اختیار کر لیا تھا، اُن کی گفتگو میں میں کہیں نہیں آتی ہوں اور شاید آ بھی نہیں سکتی ہوں۔ انہیں تو صرف اس رشتے کی وجہ سے میرا نام یاد ہو گا، اُن کے دل میں میرے لیے صرف میرے

نام کو یاد کرنے کی گنجائش ہے۔

"کیا تم میرے ساتھ سے خوش ہو؟"شامیر اُس کی آنکھوں میں آئے گئے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔وہ کسی کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"اگر یہ سوال تم سے پہلے میں پوچھوں تو؟"انگلیوں کی پوروں سے آنسوؤں کو ہٹاتے ہوئے پوچھا۔شانزے کے لیے یہ سوال کرنا آسان نہیں تھا۔بہت سارے سوالوں کے بوچھاڑ اُس کے ذہن میں چل رہے تھے کہ اگر اُس نے ہاں کر دیا تو! تو کیا میں اپنے دل میں قبر بنا دوں گی؟۔۔۔یا پھر دل کی قبر کے ساتھ ایک میری بھی قبر بن جائے گی۔۔۔یا اگر اُس نے نہ کر دیا۔۔۔ تو میں اس کو کوئی معجزہ سمجھوں۔وہ اُس کے مل جانے والے جواب پر بہت پریشان تھی شاید اُسے اس وقت یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔وہ ان سب کے لیے تیار نہ تھی۔

"ت۔۔تم۔۔۔مجھ سے کیا سننا چاہتی ہو؟"اب شاید اُس کے لیے کچھ بھی کہنا آسان نہیں تھا۔

"تم بات کرو۔۔۔ جو تم نے بات کرنی تم کرو، میں سن رہی ہوں۔" وہ اب کچھ بھی مزید کہنے کے قابل نہ رہی تھی۔ آنسو چہرے پر براجمان تھے۔

انسان کی سمجھ میں پھر کچھ کہاں رہتا ہے، محبت میں بھٹک کر اپنے حواسوں میں رہنا اگر یہ انسان کے بس میں ہو تو وہ کبھی کوئی نادانی ہی نہ کرے۔

"مجھے لگتا ہے کہ یہ وقت مناسب نہیں ہے، مجھے ابھی دیر ہو رہی ہے۔ میں نے اپنے دوست کے گھر بھی واپس جانا ہے، تو ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل بات کرتے ہیں۔ تم اسی جگہ پر آجانا میں یہاں پر تمہارا انتظار کروں گا۔ پھر ہم تفصیل سے بات کر لیں گے، کیونکہ بات مجھے چھوٹی نہیں لگ رہی ہے۔" اُس نے شانزے کے آنسوؤں کو دیکھتے ہوئے بات کو دبا لیا تھا۔ یہ کہتے ہی وہ گاڑی سے اتر چکا تھا۔ شانزے اُسے دیکھتی رہ گئی تھی وہ واقعی بے قابو ہو رہی تھی۔ اس وقت نہ جانے کون کون سے خیالات اُس کے دماغ میں چل رہے تھے۔ وہ قابو نہیں ہو رہے تھے۔ وہ آج سب کچھ کہہ دیتی مگر ایسی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اب وہ اپنے گھر نہیں جانا چاہتی تھی، وہ جانتی تھی کہ اس اترے چہرے کو لے کر وہ کہاں جائے

گی۔ فی الحال اُس کا ایک ہی سہارا تھا اور وہ سہارا صرف عائشہ کا گھر تھا۔ گاڑی کو بے ساختہ ہو کر زیب النساء روڈ کی طرف گھمایا اور اپنے گھر کے بجائے عائشہ کی پھوپھو کے گھر چلی گئی تھی۔ آٹھ بجے کا وقت تھا۔ ٹھنڈ اپنا کام کرتے ہوئے چوٹی پر تھی۔ رونے کی وجہ سے آنکھوں میں دھندلاہٹ بجا تھی۔ شانزے سے ٹھیک سے ڈرائیونگ بھی نہیں ہو رہی تھی۔ راستہ زیادہ طویل نہیں تھا جس کے برعکس روڈ پر گاڑی کو روکنا اُسے مناسب نہیں لگا تھا۔ مگر وہ دو سو کی اسپیڈ سے گاڑی چلانے میں مصروف تھی۔

"گیٹ کھولو میں بس آنے والی ہوں۔" یہ کہتے ہی موبائل کو ساتھ والی سیٹ پر پھینکا تھا۔ پانچ منٹ کا راستہ ایک منٹ میں ختم ہو گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ خود کچھ بھی ٹھیک نہیں کر رہی تھی۔ اتنی سرد رات میں بھی وہ گاڑی کے شیشوں کو کھولے ہوئے دو سو کی اسپیڈ سے راستہ طے کر چکی تھی۔ گیٹ کے باہر پہنچتے ہی زور سے بریک لگائی، خیالات میں گم وہ لڑکی اچانک سے بریک لگانے کی وجہ سے جھٹکے سے آگے کی طرف ہوئی تھی۔ اُس کا سر اسٹیرنگ سے ٹکرانے سے بال بال بچا تھا۔ تیز تیز سانس لیے، اتنے میں عائشہ باہر کو آئی تھی۔

"کیا ہوا ہے شانزے اٹھو اندر آؤ۔" اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے اندر لے جانا چاہا تھا۔ تم میری کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھی، بس بات بولی اور کال بند کر دی۔ میں کب سے اتنا پریشان ہو رہی ہوں اور تمہاری آواز کیوں اتنی کپکپا رہی تھی، سب خیریت ہے نا؟ شانزے اٹھو میرے ساتھ اندر آؤ۔ وہ اپنے سماعتوں میں نہیں تھی بس گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جیسے بہت بے چینی ہو رہی ہو۔ وہ خود تو پریشان تھی ہی ساتھ عائشہ کو بھی پریشان کر رہی تھی۔ آخر کیسے وہ پریشان نہ ہوتی وہ جانتی تھی کہ شانزے کس کیفیت سے گزر رہی ہے۔ عائشہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرتی اور ہمیشہ صبر رکھنے کا کہتی تھی۔

"مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے مجھے کہیں نہیں جانا بس تم یہاں ہی میرے ساتھ رہو۔"

عائشہ کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹایا۔ گہرے گہرے سانس جاری تھے۔

"شانزے یہ گلی ہے۔۔ اچھا آؤ ہم کھلی فضا میں بیٹھ0 جاتے ہیں۔" یہ کہتے ہی وہ اُس کی بات سنے بغیر اپنے ساتھ شانزے کو کمرے میں لے گئی تھی۔

"میں نادیہ آنٹی کو بتا دیتی ہوں کہ تم میرے گھر ہو ورنہ وہ پریشان ہوتی رہیں گی۔" میں

انھیں اطلاع دے کر اور تمہارے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔ پھر ہم ساتھ بیٹھ کر چائے بھی پئیں گے۔ یہ کہتے ہی وہ اُس کے پاس سے چلی گئی تھی۔ شانزے کی گاڑی عائشہ کے گھر کے باہر دیکھ کر نادیہ بیگم کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ عائشہ کے گھر ہے۔

"یہ لو پہلے پانی پیو۔" واپس لوٹ کر اُس کی جانب گلاس بڑھایا تھا۔ وہ اس وقت بالکونی میں کھڑے ہوئے تھے۔

"عائشہ۔۔۔ مجھے نہیں پینا ہے۔ مجھے تم کسی چیز کے لیے بھی مجبور نہیں کرو گی۔" وہ اب بھی اپنی بے ترتیب سانسوں کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بات بیان کر رہی تھی۔ اُسے ہر جگہ گھٹن محسوس ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے وہ بالکونی کا سہارا لیتے ہوئے کھلی فضا میں کھڑی تھی۔

"اچھا پانی نہ پیو۔۔۔ مگر اپنے اندر سے تکلیفوں کو نکال باہر پھینکو۔" وہ اب اُس کے اندر سے دل کی بھڑاس کو ختم کروانا چاہ رہی تھی۔

"میں چائے پی لوں گی، مجھے مزید اور کچھ نہیں چاہیے ہے۔" یہ کہتے ہی وہ چائے کے بہانے

ان سب سے آزاد ہوئی تھی۔ پانی پی کر تو اُسے سکون حاصل نہیں کرنا تھا مگر! مگر چائے پی کر اندر بڑھتی آگ کو اور تپش ضرور دینا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے میں واپس گئی تھی۔

"دیکھو یہ دنیا ہے۔۔۔ تم بس انتظار کرو، صبر رکھو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔" سامنے سے کی طرف سے جاتی لڑکی مسلسل کپکپا رہی تھی۔ شانزے سے کچھ بھی ڈھنگ سے نہیں سانبھا جا رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ مستقل طور پر اپنی بے بسی پر قائم تھی۔

"دنیا میں بہت سے مشکل کام ہیں، لیکن انتظار---" وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

"انتظار بہت تکلیف دہ ہے ایک ایک سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی دونوں کے بیچ حائل رہی پھر وہ مزید بولی۔

"کسی کا انتظار کرنا اتنا مشکل ہے جتنا کہ چاند اور ستاروں کا آپس میں مل جانا (سونے پر سہاگہ)۔" وہ کھڑکی سے سر ٹکائے دور آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ وہ بادلوں کے جھنڈ میں ہی کہیں ڈوبتا جا رہا تھا، بالکل اُس کی اپنی ذات کی طرح جو ان دیکھی دلدل میں دھنستی جا رہی تھی۔ پھر وہ پلٹی تو منظر کچھ مزید واضح ہوا، وہ ایک نہایت وسیع اور

خوبصورت کمرہ تھا، جس میں رکھی ہر چیز سفید اور سرمئی رنگ کے امتزاج کی تھی جو اس کمرے میں رہنے والے کے اعلیٰ ذوق کی عکاسی کرتی تھی، کمرے کے درمیان میں ایک کنگ سائز بیڈ تھا جس کے اوپر دیوار پر ایک تصویر لگی تھی، جس میں ایک خوبصورت لڑکی کچھ لوگوں کے ساتھ ہنستی مسکراتی نظر آ رہی تھی۔ یہ یقیناً اُس لڑکی کے ماں باپ تھے۔ بیڈ سے کچھ فاصلے پر ایک دیوان سیٹ موجود تھا جس پر ایک لڑکی بیٹھی بہت غور سے اپنے سامنے کھڑی اس لڑکی کو سن رہی تھی جس کی آنکھوں میں گہری اداسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ باہر کے منظر کو مزید واضح دیکھنے کے لیے بالکونی کی طرف جانے لگی تھی۔

"شانزے یہی تو انتظار کا لطف ہوتا ہے۔" عائشہ شانزے کے پیچھے جاتے اُس کی طرف دیکھتے اُسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔ شانزے اس وقت عائشہ کی پھوپھو کے گھر موجود تھی۔

"لط۔۔۔ لطف! لطف کیسے؟" وہ اُسے ناسمجھی سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں لطف ہی تو ہے، کسی ایسے سفر پر نکل پڑنا جس میں یہ نہ پتہ ہو کہ اختتام پر منزل ملنی ہے یا نہیں۔" وہ بھی اب اُس کے ساتھ بالکونی میں کھڑی ہوئی تھی۔

"نہیں عائشہ نہیں!! یہ لطف نہیں ہے یہ ایک گہری اذیت ہے اور تم جانتی ہو، اس اذیت میں وقت کا ایک لمحہ ایسے گزرتا ہے جیسے صدیوں کے برابر ہو، جیسے۔۔۔ بارش کے انتظار میں پودے کو پانی نہیں دو اور آپ اُس سے ہریالی کی آرزو رکھو"۔ بولتے ہوئے آخر میں اُس کی آواز میں نمی گھل گئی شاید وہ گہرے کرب سے گزر رہی تھی۔ یہ اندر کی تپش تھی جو چہرے پر جھلک رہی تھی، ورنہ دسمبر کی سرد راتوں میں ایسی حالت کا ہونا ناممکنات میں سے تھا۔

"پانی کے انتظار میں پودا سوکھ جاتا ہے عائشہ۔۔۔ ایسے ہی میں انتظار کرتے کرتے ختم ہوتی جا رہی ہوں۔" اُس کی آنکھ سے ایک آنسو لڑھک کر گال پر پھسلا تھا۔

"اپنی حالت پر ترس کھاؤ لڑکی تم مضمحل ہوتی جا رہی ہو۔" چائے کا بھاپ اڑاتا کپ پاس پڑے میز پر رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ڈھلنا طلوع ہونے کی نشانی ہے کاش ایسا ہوتا، لیکن! لیکن میں تو دھنستی چلی جا رہی ہوں۔" شانزے کرب زدہ سی مسکرائی تھی۔ اُس نے آج سے پہلے اپنی تکلیف کا اس قدر ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا تھا، لیکن وہ عائشہ تھی اس کی عزیز از جان سہیلی۔ عائشہ جانتی تھی کہ قدم رک

تو سکتے تھے مگر مڑ نہیں، پھر بھی وہ ہمیشہ کی طرح ایک کوشش کرتی تھی۔ عزیز دوستوں میں کنول اور عائشہ بہت قریب تھے۔ مگر اس کیفیت کا علم صرف عائشہ کو تھا۔ وہ جانتی تھی کہ۔۔۔"کچھ بھی کہنا تو آسان مگر کرنا بے حد مشکل ہے۔ لیکن ایک ہی کام کو کرنے کی بار بار کوشش کی جائے تو محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی ہے۔"موسم بہت خوشگوار تھا۔ ٹھنڈی ہوا بدن کو چھو کر گزر رہی تھی۔ ہوا کے چھوتے ہی بدن میں سنسنی سی چھا جاتی تھی۔ ہوا کے دوبارہ گزرنے پر وہ بے اختیار جھرجھری لے گئی، پاس لگی درختوں کی بیل کو دیکھتے ہوئے وہ ظن و تحمین میں گم تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

" نہ جانے کس راستے پر چل پڑی، سوچیں اس موسم کے حصار سے
نکال کر اپنے ہمراہ لے گئی ایک الگ جہاں میں"

"دیکھو شانزے کڑوا گھونٹ پی لو۔۔۔شاید اس کے بعد زندگی میں مٹھاس آجائے۔"حل

تو آسان تھا مگر حل سے انجان رہنے کا سفر بھی وہ طے کر چکی تھی۔ یہ ضد تھی یا چاہت وہ اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی۔

"تم چاہتی ہو کہ میں خود کشی کر لوں۔۔۔۔؟" بڑے بے رحم سے لہجے میں پوچھا تھا۔ وہ اپنی ہی دنیا میں موجود گنگنا رہی مگر عائشہ کو جواب دینا اُس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے ضروری تھا۔

"شانزے میں نے تم سے زہر کھانے کو نہیں کہا ہے۔" وہ بھی نہایت روکھے لہجے میں بولتے ہوئے میز کے ساتھ لگے جھولے میں بیٹھ گئی تھی۔

"یہ میرے لیے زہر سے بڑی موت ہو گی، زہر تو انسان کی جان ایک ساتھ ہی لے لیتا ہے، جبکہ جو تم مجھے کرنے کے لیے کہہ رہی ہو وہ روز ہر لمحہ میری جان لے گا۔" وہ عجیب سے لہجے میں کہتی ہوئی دوبارہ بادلوں میں چھپتے چاند کو اپنی سنہری آنکھوں سے دیکھنے لگی تھی۔ پیچھے عائشہ اس پیاری سی لڑکی کو افسوس سے دیکھتے ہوئے بیٹھی رہ گئی۔

"مرنا اور مارنا کبھی بھی پریشانیوں کا حل نہیں ہوتا ہے۔" ایسی حالت میں اپنے کسی قریبی کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھنا یہ ناممکن بات تھی۔ کسی اپنے سے اُس کا یہ بے جان جسم دیکھنا خود کو کنویں میں گھسیٹنے والی بات تھی۔ عائشہ کے دل پر چھریاں چل رہی تھی، یہ سب کچھ برداشت کرنا اب اُس کے بس سے باہر تھا۔

"اگر کسی کے نا ملنے کی اتنی تکلیف ہوتی ہے تو پا کر کھو دینے کا قرب کیسا ہوتا ہو گا۔؟" ماتھے پر شکنے لائے وہ نہایت دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ عائشہ اُس کے گھٹنوں میں بیٹھی تھی جس کی وجہ سے شانزے کی آواز اُس تک آہستہ سے پہنچ گئی تھی۔

"اس بات کا جواب میرے پاس لفظوں میں نہیں ہے۔" وہ چاہتی تھی کہ شانزے بے باک الجھنوں سے آزاد ہو جائے۔ بات کو ختم کر دیا تھا۔

"دل سے مانگی ہوئی چیز کیا مل جاتی ہے؟" بڑے تجسّس اور امید لگائے سوال کیا تھا۔ آنکھوں میں چمک چاند کی مانند تھی۔

"مل تو جاتی، مگر وہ آسانی سے نہیں ملتی ہے۔" چہرے پر موجود آنسوؤں کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا۔ تم نے مانگنے کے جذبے کو ختم نہیں کرنا ہے، وہ تمہیں عطا کرنے کے

راستوں سے محروم نہیں کرے گا۔

"اچھا ٹھیک ہے اب میں چلتی ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ اُس کے ہاتھ کو اپنے چہرے سے ہٹاتے ہوئے بولی، وہ ہوش میں نہ تھی۔ بس اب میں تمہاری یہ آخری بات یاد رکھوں گی، مگر تم بھی میری آخری بات یاد رکھنا کہ میں سچے دل سے ہمیشہ اپنے اللہ کے حضور جھکتی ہوں۔

آسمان کی طرف نگاہوں کو بلند کیا تھا۔ آسمان میں چاند کی چمکتی روشنی کے علاوہ کچھ موجود نہیں تھا۔ سیاہ بادل ہوا کی طرح آتے اور جاتے تھے۔

"میں نے نادیہ آنٹی سے اجازت لے لی ہے، تم آج یہاں ہی رہو گی۔" اب تمہیں میں اس حالت میں گھر تو نہیں بھیج سکتی تھی اس لیے میں نے تمہیں یہاں روک لیا ہے۔ ویسے بھی صبح قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا ہے اور میں نے بھی آنٹی سے صرف قرآن خوانی کا ذکر کیا ہے۔ میں نے انھیں یہ بھی کہا کہ شانزے کو میں نے زبردستی روکا ہے۔

"چلو اب تم آرام کرو۔" چہرے پر مسکراہٹ کو بحال کیا تھا۔

"اگر میں آرام کروں گی تو میں انعام کو کھو دوں گی۔ مجھے وہ محرم کی صورت میں انعام

چاہیے،اور یہ تب ہی ممکن جب میں آرام کے بغیر ہر وقت دعا میں اُسے مانگوں گی۔"اللہ کے ذکر سے بہت سکون ملتا ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے وہ بلا رہا ہو کہ آو میں تمہیں نوازوں،میں تمہیں تمہاری پسند،تمہاری نیک خواہشات تمہیں عطا کروں۔وہ کتنا رحیم ہے۔وہ یہ نہیں دیکھتا کہ انسان خطا کار کتنا ہے وہ بس چاہتا ہے کہ ہم اُس تک جائیں،اُس سے مانگیں۔۔ اُس سے حال دل بیان کریں۔

"تم بے فکر رہو وہ تمہارا ہی ہے۔اللہ تمہاری نیت کو جانتا ہے،وہ تمہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا،تم اُس کی رضا میں راضی رہو وہ تمہاری رضا میں راضی ہو جائے گا۔

"ویسے شانزے تم کہاں گئی ہوئی تھی؟"جو سوال کافی دیر سے اُس کے ذہن میں گشت کر رہا تھا آخر وہ اُس کی زبان پر آ ہی گیا تھا۔وہ یہ تو جانتی تھی کہ آج شامیر نے آنا تھا مگر اُس سے کوئی بات ہوئی یا اگر کچھ بھی نہیں تو وہ کہاں گئی تھی۔

"میں!میں تو ابھی تک سفر پر ہوں،جب معلوم ہو گا کہ کہاں ہوں،کہاں تک پہنچی۔۔۔ تب میں تمہیں سب بتا دوں گی۔ابھی تو صرف سامنے اندھیرا ہے اور میں میں!میں پاگلوں

کی طرح اُس کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔ کہیں تو ہوگی روشنی کی جھلک جو میرے نصف کو چھوئے۔" کھوکھلی مسکراہٹ پھر سے چہرے پر تاری ہوئی تھی۔

○○○○○○○○○○

شکر ہے تم جلدی آگئے ہو میں ابھی تمہیں ہی کال کرنے والا تھا۔ اگر تم نہ آتے تو تمہاری خیر نہیں تھی، میں نے سچ میں تمہاری پٹائی کرنی تھی۔" زاویار دروازہ کھولتے ہی اُس پر برسنے لگا تھا اب وہ دونوں اندر ایک ساتھ تشریف لے کر جا رہے تھے۔

"میں نے کہا تو تھا کہ میں کوشش کروں گا کہ آجاؤں اور میں آگیا ہوں۔ لیکن تمہیں پتہ ہے میں وہاں کسی کو بتا کر نہیں آیا ہوں۔ بس ایکسیڈنٹلی سب کچھ ہوا اور میں یہاں آگیا ہوں۔" وہ اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بتا رہا تھا۔ بالکونی کو دیکھ کر شامیر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گھر کی سجاوٹ کا آغاز کر چکا ہے۔ اب وہ دونوں ساتھ سامنے لگے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ جبکہ زاویار اُس کو شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اُس کی مسکراہٹ کوئی عام مسکراہٹ نہیں تھی، نہ جانے اُس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ بالکونی کی سجاوٹ

زاویار نے کی؟؟ یہ بات مجھے راس کیوں نہیں آ رہی ہے۔ وہ جانتا تھا زاویار کو بالکونی میں جانا پسند نہیں، یہ گھر کی واحد جگہ تھی جہاں زاویار نہیں جایا کرتا تھا۔

"اچھا چل مجھے معلوم تھا کہ تو آج آئے گا، اس لیے میں نے تیرے لیے بھی کچھ کر رکھا ہے۔" وہ اُسے روکتے ہوئے تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا تھا۔ یہ دو منزلہ بنگلہ تھا جس میں وسیع خطاب کے دروازے، بالکنیاں اور زیبائش شامل تھیں۔ بالکونی دل کو لبھانے والی تھی۔ ان کی خوبصورتی اور زیبائش گھر کو مزید خوبصورت بناتی تھی۔ اس میں پودے، پھول اور دیگر زرعی منظر کا جلوہ تھا جو گھر کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہا تھا۔ یہ خوبصورت مناظر پر کھلتی تھی جو گھر میں روشنی اور تازگی لانے میں آسانی کرتے تھے۔ زاویار نے اندر آتے ہی شامیر کو روک دیا اور وہ خود بھاگ کر دروازے کو پار کر گیا تھا۔

"یار جب تو یہ کہتا ہے نا کہ میں نے تیرے لیے کچھ کیا ہے، میں واقعی بہت پریشانی میں آجاتا ہوں۔ دیکھ یہ کام میرے ہیں اس لیے مجھے ہی کرنے دیا کر۔ میری زاوی خود محنت کر کے اپنے نازک ہاتھوں کو تکلیف میں نہیں لایا کرو۔" وہ وہاں ہی کھڑا اُسے آگے کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

طرف جاتا دیکھ رہا تھا۔ اُس کی مسکراہٹ سے انجان وہ بھی نہیں تھا مگر وہ چپ رہا تھا۔ مگر شامیر اُس کے منہ سے سرپرائز نامی الفاظ سن کر بہت حیران ہوا اور بات کو بیان کر رہا تھا۔

گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی نظر باغ پر پڑتی تھی۔ وہ پھیلا باغ کافی بڑا تھا جہاں نظر جاتی وہ وہاں کو پہنچتا تھا انتہائی بڑی جگہ پر وہ بنایا گیا تھا۔ وہ جس جگہ کھڑا ہوا تھا اس کے پاؤں میں گھاس پر شبنم کے قطرے تھے جو پاؤں پر محسوس ہو رہے تھے۔ موسم بہت سرد تھا جس کی وجہ سے گھاس پر شبنم بھی موجود تھی۔ وہاں لگے تمام تر پودے، درخت، ہوا سے جھوم رہے تھے اور بالکونی سے نیچے آتی لٹکتی بیلیں ہوا کے ساتھ رقص کر رہی تھیں۔

"اچھا اب آرام آرام سے قدم آگے کو بڑھاؤ۔" زاویار نے دروازے سے باہر جھانکتے ہوئے ہلکی سی آواز میں کہا اور پھر اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ جب وہ دروازے کے تھوڑا قریب پہنچا تو زاویار نے اندر سے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ وہ زاویار کی اس حرکت سے کافی ناخوش ہوا تھا۔

"اگر تم نے قدم بڑھانے پر یہ حرکت کرنی تھی تو مجھے پہلے ہی بتا دیتے، میں وہاں ہی کھڑا

رہتا۔ "فون پر آئی گئی کالوں کو بار بار کاٹ رہا تھا۔ آخر کار اُسے اپنا کچھ بھی کہنا فضول لگا تھا۔ زاویار دوسری جانب خاموش لگا تو اُس نے کال اٹھا ہی لی تھی۔

"شامیر تم میری کال مسلسل کاٹ رہے ہو۔ آخر ایسا بھی کیا جو تم کراچی جاتے ہی اتنا مصروف ہو گئے ہو۔" کال اٹھاتے ہی لائبہ اُس پر برسنے لگی تھی۔

"یار آج کا دن ہی بہت مصروف تھا۔" ہاتھ سے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے اُس نے سرسری سا جواب دیتے ہوئے کہا، اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ لائبہ کو کیا بولے۔

"شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ میں بھی کراچی میں موجود ہوں۔ ایک دن بھی ملنا تم نے گوارا نہیں سمجھا ہے۔ کیا صرف تم مصروف ہوتے ہو؟" لائبہ اُس کی کوئی بات نہیں سمجھ رہی تھی، وہ صرف آگ کی مانند تپ رہی تھی اور شامیر تک تپش کو پہنچا بھی رہی تھی۔

"تمہارا غصہ جائز مگر تم زاویار کو جانتی تو ہو، وہ کسی کی نہیں سنتا ہے۔ ابھی بھی تم نہیں سمجھ سکتی کہ میں تم سے کس طرح بات کر رہا ہوں۔" ٹھنڈ بہت زیادہ تھی، ایک ہاتھ کو ٹھنڈ سے محفوظ کرنے کے لیے مجازاً میں ڈال رکھا تھا۔ کافی ٹھنڈ ہونے کی بدولت بات کرنے کے

دوران منہ سے دھواں نمودار ہو رہا تھا۔

"سب کچھ زاویار پر مت ڈالو، یہ نہ ہو کہ میں ابھی ہی اس کال کو گروپ کال بنا کر تمہارا جھوٹ پکڑوادوں۔" لائبہ اُس کی ایک نہیں سن رہی تھی، اُسے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔

"لائبہ! تمہاری مرضی ہے، تم چاہو تو اُسے بھی کال میں ایڈ کر دو کیا پتہ تمہیں زاویار کی بات سن کر میرے پر یقین آجائے۔" وہ اب بھی باغیچے میں ٹہل رہا تھا۔ زاویار کو اُس پر ذرا بھی ترس نہیں آرہا تھا۔ ابھی تک دروازہ اندر سے بند رکھا ہوا تھا۔

"کال میں شامل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم اُس کے گھر موجود ہو، موبائل کو اسپیکر پر کرو اور میری بات کروادو۔" وہ بھی اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹی تھی۔ لائبہ کو تو جیسے یقین ہی نہیں تھا کہ شامیر زاویار کے گھر موجود ہے۔

"میں اُس کے گ۔۔۔ گھر میں تو موجود ہوں مگر وہ م۔۔۔ میرے س۔۔۔ ساتھ نہ۔۔۔۔ نہیں ہے۔" ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں جملے کو مکمل کیا، اُس کے جسم میں ہر طرف ٹھنڈ سما چکی تھی۔ اُس کا لڑکھڑاتا جسم اب اُس کے بس میں باقی نہیں رہا تھا۔

"شانی! جھوٹ تو انسان اچھے سے بول لیتا ہے۔ اگر بتا نہیں سکتے کے کدھر ہو تو جھوٹ تو ایسا بولو کہ ایسا لگے کے جھوٹ نہیں ہے۔" وہ لہجے کو بدلتے ہوئے خود کا رخ بھی بدل چکی تھی۔

"سنو! ہیلو۔۔۔" دوسری جانب کال بند ہو گئی تھی۔ اس بات نے ٹھنڈ سے زیادہ شامیر کو تکلیف دی تھی۔ موبائل کو وہ اب مجازاً میں ڈالے تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا تھا۔ وہ سچ بولتے ہوئے بھی جھوٹا ثابت ہو گیا تھا۔ وہ اُسے کیسے بتاتا کہ وہ اس وقت باغیچے میں کھڑا ہوا ہے۔ وہ ٹھنڈ لگنے کی وجہ سے کانپ بھی رہا ہے۔۔۔ مگر وضاحت دینے سے پہلے ہی کال کاٹ دی گئی تھی۔

زاویار نے اُس کی کپکپاتی آواز سننے سے پہلے ہی دروازہ کھول دیا تھا۔ وقت زیادہ درکار نہیں تھا۔ دروازہ ڈیجیٹل ہونے کی وجہ سے ایک بٹن کی بدولت کھولا گیا تھا۔ اندر جاتے ہی اُسے دھچکا سا لگا، اُس کے جسم سے کرنٹ اجاگر ہوا تھا۔

"سرپرائز۔۔۔" سامنے کی جانب سے آتے حیران کن لڑکھڑاہٹے وجود کو دیکھتے ہی زاویار

کے منہ سے بااختیار یہ الفاظ نکلے تھے۔

"دیکھو! جھوٹ اتنی صفائی سے بولنا چاہیے کہ کسی دوسرے کو محسوس نہ ہو کہ جھوٹ بولا جا رہا ہے۔" لائبہ بالآخر اپنے ہنر پر بہت فخر محسوس کر رہی تھی۔ وہ گندمی شفاف رنگت جس کے تیکھے نقوش اُس کے چہرے پر چاندکی مانند تھے۔ سرمائی رعب دار آنکھوں میں کوئی شرمندگی بظاہر نہیں تھی۔ گلابی ہونٹوں کو دیکھتے ہوئے یقین آتا تھا کہ گل زار کے علاوہ بھی پھول کھلتے ہیں۔ اُس کے لمبے، گھنے اور سیاہ بال جو آگے سے ماتھے کو ڈھکتے تھے۔ وہ سفید رنگ کے جوڑے میں ملبوس کندھوں کو سیاہ چادر سے ڈھکے شامیر کے سامنے کھڑی اُس کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھی۔

"اب کیا ہوا بت بن کر کیوں کھڑے ہوئے ہو؟" اُسے کسی حرکت میں ملوث نا پا کر وہ حیرت سے بولی تھی۔ وہ معصوم اُس سے بلاوجہ بے عزت ہو رہا تھا۔

"یہ جو تم دونوں مجھے پچھلے آدھے گھنٹے سے ٹھنڈ میں مارنے کی کوشش کر رہے تھے، تو وہ اس لیے تھا۔" شامیر کے ذہن و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اُسے سرپرائز کے طور پر اتنا بڑا

دھچکا بھی لگ سکتا ہے۔ دروازے کو شامیر کے اندر آتے ہی ریموٹ سے بند کر دیا گیا تھا۔ ڈائننگ ہال انور ٹرز کی وجہ سے کافی گرم تھا اور دوسرا لائبہ کو سرپرائز کی صورت میں دیکھتے ہوئے شامیر کے سارے تاثرات بے مول پڑ گئے تھے۔

"تمہارے پاس وقت درکار نہیں تھا تو میں نے سوچا میں خود تم سے ملنے آجاؤں۔" وہ شامیر کے مزید قریب جاتے ہوئے بولی تھی۔

"میں کل تم سے ملنے آنے ہی والا تھا اور آج کچھ مصروفیات کی وجہ سے میں تم سے ملنے نہیں آیا تھا۔" کافی حد تک اُس کا جسم نارمل ہو چکا تھا، ٹھنڈ کی وجہ سے آواز میں کپکپاہٹ کافی بہتر ہو چکی تھی۔ باقی جو تھوڑی بہت لہجے میں تبدیلی تھی وہ لائبہ کی رعب دار آنکھوں کی وجہ سے برقرار تھی۔

"تم مصروف تھے تو میں نے سوچا میں خود ہی ملنے آجاتی ہوں۔" آنکھوں میں رعب تو ہر وقت رہتا تھا مگر آج آواز میں بھی کوئی کسر باقی نہیں تھی۔

"ہا۔۔۔ہاں بہت اچھا کیا تم نے۔۔۔ تم دونوں نے مجھے بہت اچھا سرپرائز دیا ہے۔"

اس کے علاوہ شامیر باقی سب کہنے سے قاصر تھا۔یا وہ اس کے علاوہ باقی سب جملے منہ میں ہی کہتا تھا۔

"شانی ابھی تو ایک اور سرپرائز بھی باقی ہے۔"وہ اپنی رعب دار آنکھوں کو اُس کی سبز آنکھوں میں گاڑتے ہوئے بڑی نرمی سے بولی تھی۔

"مطلب اس کے علاوہ مجھے مزید اور حیران ہونا ہے۔"اپنے نیچلے لبوں کو دانتوں کی گرفت میں لیتے گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دل میں بڑبڑایا تھا۔

"اب خاموش کیوں ہو؟ تمہیں کیا لگا تم یہاں آکر مجھے بھول جاؤ گے اور میں تمہیں معاف کردوں گی؟"وہ شامیر کو خاموش پا کر مزید برس پڑی تھی۔اُسے کیا معلوم تھا جو الفاظ اُس کے سامنے عیان نہیں ہوتے وہ دل میں زور و شور سے گھونجتے تھے۔آخر وہ واحد ایک ہی جگہ تو تھی،جہاں کچھ بھی بولنا لائبہ کے کانوں تک نہیں پہنچتا تھا۔

"نہیں میں خاموش نہیں ہوں،بلکہ میں تو بہت خوش ہوں کہ مجھے تو فرصت نہ ملی مگر تم مجھ سے ملنے آگئی ہو۔تھینک یو لائبہ،اور جہاں تک رہی معافی کی بات تو یہ تو میرے دماغ

میں دور دور تک کہیں بھی نہیں آتا کہ تم مجھے معاف کر سکتی ہو۔"اُس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے بات کو آگے پیچھے گھماتے ہوئے کہا تھا۔

"اگلا سرپرائز تو تمہیں مہنگا بھی پڑ سکتا ہے، لیکن وہ تمہاری سزا ہے۔اگر تمہیں قبول ہے تو ٹھیک۔۔۔نہیں تو پھر میرے سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور تم جانتے ہو پھر میں نہیں میری پستول بات کرتی ہے۔"آئی برو اچکاتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑی گئی پستول کو اوپر کی جانب کرتے ہوئے بولی تھی۔"غصہ تو جیسے اُسے وراثت میں ملا تھا اور جو رہی سہی کسر تھی وہ اُس کی فوجی فیملی نے مکمل کر دی تھی۔"

"اب اگر لفظ سزا آ گیا ہے تو میں کوئی رسک نہیں لے سکتا، تمہارا دیا جانے والا سرپرائز یا پھر سزا۔۔۔مجھے ہر حال میں قبول ہے۔"وہ نہایت معصومانہ انداز میں بولا تھا۔اس بار شامیر کی سبز آنکھیں بھی اُس کا ساتھ نہ دے رہی تھیں۔لائبہ کو شامیر کی کسی ادا پر بھی ترس نہیں آ رہا تھا۔اُس کی سبز آنکھیں اور ہونٹ کی اوپری سطح پر دکھائی دیا جانے والا تل یہ وہی دو چیزیں تھی جن کو لائبہ دیکھتے ہی پاگلوں کی طرح دیوانی ہو گئی تھی، مگر آج وہ سزا دینے کے

حق میں تھی۔ سزا بھی ایسی جو کام لڑکے نہ کر سکے وہ لائبہ کر سکتی تھی۔ لائبہ کے لیے کچھ بھی کرنا ناممکن نہ تھا وہ اپنی ضد کی پکی تھی۔ زاویار جو کہ اُن کی گفتگو میں وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ اپنے بھائی کے آنے کی خوشی میں باقی جگہوں کی سجاوٹ کرنے میں مصروف تھا۔ ہال کو بہت اچھے سے سجایا گیا، ہر طرف پھولوں سے بھری لڑیاں لگائی گئی تھیں جیسے شادی والا گھر ہو۔ شداد اتنے وقت کے بعد پاکستان آرہا تھا تو بھائی کے ہاتھوں اتنی سجاوٹ کا ہونا تو اُس کا حق تھا۔ ہر کھانا اُس کی پسند کے مطابق بنایا گیا، ایک آملیٹ تھا جو رات ہونے کے باعث نہیں بنایا گیا تھا۔ تمام ملازمین باورچی خانے میں مصروف تھے۔ باقی صفائی تو صبح ہی سے زور و شور سے ہونے کے باوجود اب اختتام پر پہنچ چکی تھی۔ مگر زاویار پھولوں کی پتیوں اور پھولوں سے گھر کو مہکانے اور سجانے میں مصروف تھا۔

"شانی مجھے تم سے یہی امید تھی، اب جلدی سے تیار ہو جاؤ اور تھوڑا اپنا حلیہ بہتر کر لو سانس ایسے پھولا ہوا ہے جیسے میں تمہیں کھا جاؤں گی۔ تھوڑی دیر تک پاپا آنے والے ہیں میں نے انہیں تم سے ملوانا ہے۔ اُس کی شرٹ کا کالر درست کرتے ہوئے بولی تھی۔ ہاتھوں میں

پکڑی گئی پستول اب انگلی کی گرفت میں پچھلی سطح پر قید تھی۔

"تمہارے پاپا تمہیں لینے آئیں گے؟ڈرائیور کیوں نہیں آرہا ہے؟اور تمہارے پاپا واپس کب آئے اور وہ واپس کب جائیں گے؟"بے تحاشہ سوال ایک سانس میں شامیر نے اُس سے پوچھے تھے۔ آگے پیچھے نظر دہرانے کے بعد اسے زاویار کہیں دکھائی نہ دیا وہ متلاشی نگاہوں سے اُسے تلاش کر رہا تھا۔

"ابھی تو وہ آئے ہیں اور تم جانے کی بات کر رہے ہو۔اب وہ ہماری شادی کے بعد ہی جائیں گے۔"آنکھ مارتے ہوئے بولی تھی۔شامیر کو زاویار کے وہاں موجود نہ ہونے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔اب لائبہ نے اپنے ہاتھوں سے شرٹ کے کالر کو چھوڑ دیا تھا۔

"لائبہ اگلا سرپرائز آگیا ہے۔"زاویار بھاگتا بھاگتا اُن کے قریب آتے ہوئے بولا تھا۔وہ ہمیشہ سے شامیر کے ہاتھوں سے بے عزت ہوتا تھا مگر آج شامیر کی نظروں میں ڈر دیکھتے ہوئے زاویار سب شکوے بھول گیا تھا۔سیکورٹی گارڈ نے زاویار کو اطلاع دے دی، جس پر وہ فوراً سے اُن کے پاس آن پہنچا تھا۔آج زاویار شامیر کے حق میں نہیں تھا بلکہ وہ آج

بہت مزے میں تھا۔ وہ زاویار کو بہت تنگ کرتا تھا مگر آج اُس کے اڑتے ہوئے ہوش کو دیکھتے ہوئے اُسے چوہے بلی کی کہانی یاد آگئی تھی۔ جیسے چوہا بلی کی گرفت میں ہوتے ہوئے مرنے کے ڈر سے ہوش میں نہیں رہتا آج شامیر کا بھی کچھ ویسا ہی حال تھا۔

"میں گاڑی میں جا رہی ہوں، تھوڑی دیر کے بعد تم بھی شرافت سے آجانا۔" یہ کہتے ہی وہ پستول کو بیگ میں ڈالے اوڑھی ہوئی چادر کو درست کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔

"بیٹا تجھے تو میں آکر بتاتا ہوں۔" آواز پہلے سے کافی اونچی تھی، کیسے نہ ہوتی سب کام تو وہ پستول کے زور پر کرواتی تھی۔ اب پستول نہ تھا جس کی بدولت دبی آواز کا بھی کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔ زاویار اپنے حصے کا سارا کام مکمل کر چکا تھا۔ باورچی خانے سے وہ چکر بھی لگا آیا اور سارا کھانا شداد کی پسند کے مطابق تیار تھا۔ گھر کی صفائی بھی بخوبی طریقے سے کب کی ہو رکھی تھی، اس کے علاوہ باقی جو پھولوں سے کام ہونا تھا وہ سب ہو چکا تھا۔ اب زاویار صرف شداد اور پاپا کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ شامیر جب مین دروازے تک پہنچا تو سامنے سے عبدالرحمان ملک آرہے تھے۔

"انکل یہ کون ہے؟"عبدالرحمن ملک سے شامیر بغل گیر ہوا تھا۔وہ سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی حیرانگی سے سوال کر رہا تھا۔

"یہ میرا شداد،ماما بوائے اور بگلوں کا شوقین ہے۔"شداد کے سر پر ہاتھ پھیرا،دونوں کافی اچھی اداکاری کر رہے تھے۔

"تو کیسا لگا آپ سب کو میرا سرپرائز۔۔۔لیکن مجھے یہاں زبردستی لایا گیا ہے۔"شداد نہایت افسردگی کے ساتھ کہہ رہا تھا وہ جانتا تھا اگر یہ شادی نہ ہوتی تو اس کا یہاں آنے کا جواز بھی نہ پیدا ہونا تھا،مگر اُسے آنا پڑا کیونکہ اڈرینا ملک نے خود کی مصروفیات کی وجہ سے اُسے شرکت کے طور پر زبردستی بھیجا تھا یا ایک وجہ تانیہ بھی تھی،تانیہ نے ضد کر کے اپنی خالہ سے شداد کے آنے کے لیے کہا تھا۔وہ شداد کو پسند کرتی تھی،اور اُس کے آنے کی خبر سن کر بہت خوش بھی تھی۔

"وہی تو مجھے بھی یقین نہیں آرہا کہ تم پاکستان ہو،لیکن اس بار تمہارا پاکستان میں سارا وقت بہت اچھے سے گزرے گا۔تم بہت انجوائے کرو گے۔"وہ کافی مزاحیہ انداز میں بولا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پہلے تو تمہیں بس صرف جرمنی واپس جانے کا شوق ہوتا تھا، مگر اس بار ہم تمہیں سب جگہ گھمائیں گے۔ تم بہت زیادہ لطف اٹھاو گے کیونکہ میرا شیطانی بھائی بھی یہاں موجود ہو گا۔ تمہارے وہاج کے ساتھ کافی اچھے تعلقات بن جائیں گے جس کی وجہ سے تم بہت لطف اندوز ہو گے۔ تم دیکھنا وہ اور اُس کے دوست تو ہر جگہ ہنسی خوشی کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں، تم اُن کی کمپنی کو بہت زیادہ انجوائے کرو گے پھر تمہیں جرمنی بھول ہی جائے گا۔

"آپ شامیر بھائی ہیں نا۔۔۔ جن کی طرف زاویار بھائی اکثر رکا کرتے تھے جب وہ اسلام آباد ہوتے تھے۔۔۔؟" اُس نے حیرانگی سے پوچھا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس طرح کی باتیں زاویار کا قریبی دوست ہی کیا کرتا تھا جو کہ شامیر تھا۔ شامیر بچپن میں اسے روتا دیکھتے ہوئے بہت ہنستا تھا، کہ کیسے کوئی جہاں ہوتا پورا کا پورا وہاں کا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے جرمنی کے علاوہ کسی جگہ ایڈجسٹ ہی نہیں ہو سکتا اور وہ صرف اور صرف شداد تھا، جو صرف پاکستان مجبوری کے تحت چند دنوں کے لیے آتا تھا۔ آتے ساتھ ہی واپس جرمنی جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی میں وہی شداد ہوں۔ اور بس صرف کچھ دنوں کا مہمان۔" وہ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔ چلیں آپ سب جا کر باتیں کریں میں باہر سے ہو کر آتا ہوں، اُسے لائبہ کا خیال آیا تھا۔ جاؤ اندر بھائی کو بھی سرپرائز دو وہ بھی تمہاری واپسی سے لاعلم ہے۔ اُسے اپنی پاکستان میں موجودگی کی اطلاع تو دو۔" یہ کہتے ہی وہ باہر چلا گیا تھا۔ باہر گیٹ سے نکلتے ہی شامیر کو کوئی گاڑی نظر نہ آئی، جبکہ اُسے لگا لائبہ غصہ کر کے واپس چلی گئی ہے۔ جب مین گیٹ سے اندر آتے ہی واچ مین سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کوئی گاڑی یہاں پر رکی ہی نہیں تھی۔ وہ بی بی تو فوراً سے چلی گئی تھیں۔ انہیں ڈرائیور لینے آیا تھا اور اس کے بعد شداد صاحب اور بڑے صاحب آ گئے تھے۔ اب ایک اور سرپرائز ملنے پر شامیر کے چہرے کے تاثرات کافی بدل گئے تھے۔ آج گھر میں کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس کو کون سرپرائز دے رہا ہے۔ سب اپنی طرف سے کوشش کر رہے تھے مگر سب گول مال تھا۔ اندر آتے ہی شداد شامیر کے چہرے کو یک ٹک دیکھتا رہا تھا۔ وہ باہر اُسے یہ کہہ رہا تھا کہ زاویار لاعلم ہے مگر وہ تو گھر کو پھولوں کی پتیوں سے سجائے اور اس پر پھول برسانے کے لیے

کھڑا ہوا تھا۔

"یہ سب ہو کیا رہا ہے اور شامیر تم ابھی تک گئے کیوں نہیں ہو۔؟"زاویار کو اُسے دیکھتے ہوئے ایک اور جھٹکا لگا تھا۔ایک بار مزید زاویار کو سرپرائز ملا تھا۔

"ارے نہیں میں نے سوچا تم لوگوں کے ساتھ پہلے بیٹھ کے کھانا کھالوں، پھر باقی کی مصروفیات کو بحال کروں گا۔"شامیر نے بھی بات گھمالی تھی البتہ باقی کے معاملات وہ بعد میں دیکھنے والا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooooooo

"یار تم جیسے دوست کا ہونا بھی قیامت ہے،اللہ دشمن کو بھی نہ دے۔ کیسے توبت بن کر کھڑا تھا اور میں نے تیرے سے نظریں کیا ہٹائی تو میری نظروں سے اوجھل ہی ہو گیا تھا، میری زاوی تجھے میں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" کھانا کھانے کے بعد سب اپنے اپنے

کمروں میں جا چکے تھے۔ آج شداد اپنے باپ عبدالرحمان ملک کے پاس وقت گزاری کے لیے گیا تھا، جبکہ زاویار اور شامیر کافی باتیں کرنے کے بعد الگ روم میں آ چکے تھے۔ شامیر کے پاس زاویار کی کلاس لینے کا اچھا جواز تھا۔ مگر وہ بالکل بھی غیر توقعات سے زیادہ نہیں بول رہا تھا،

شامیر کا جتنا حق تھا وہ اُسی حساب سے اب زاویار کی ملامت کر رہا تھا۔

"ارے دیکھ، تو واحد ہے جس پر کسی کا زور نہیں چلتا بلکہ تیری زاوی کی بھی نہیں چلتی ہے۔ اب میں کیا تجھے سکون سے دیکھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اُس کے آگے تیری بھی نہیں چل رہی تھی، ویسے میرے لیے یہ سب دیکھنا کافی نئی اور بہت سکون دہ بات تھی۔" وہ ماضی کے کچھ مناظر کو اپنے سامنے آتے تکتا ہنس رہا تھا جبکہ شامیر اپنی سبز آنکھوں کو اُس کے چہرے پر رکھے ہوئے اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔

"تم نے صحیح کہا کہ میرے آگے کسی کی نہیں چلتی، لیکن جس کے آگے کسی کی نہیں چلتی اُس کے آگے کسی کی تو چلتی ہے اور وہ صرف اور صرف یہ لائبہ ہے۔" چہرے کو حرکت

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیتے ہوئے بائیں جانب کرتے ہوئے بولا تھا۔اس حرکت کا جواز کوئی خاص نہیں تھا بلکہ دائیں جانب دروازہ تھا جہاں سے نکل کر کچھ دیر پہلے وہ سب نیچے ہال میں کھڑے تھے۔شامیر اپنی بے عزتی کو زاویار کے سامنے ہوتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔یہ اشارہ کس وجہ سے تھا جس کو زاویار اچھے سے سمجھ چکا تھا۔

"ویسے وہ بہت بے رحم ہے، کیا اُس کے پاس ہر وقت پستول موجود ہوتا ہے؟ کبھی وہ کسی بندے کو ٹھوک ووک تو نہیں دیتی ہے؟"وہ صحیح معنوں میں اب اُس کا مذاق اڑا رہا تھا۔ایک تو لائبہ کی بے دردی اور دوسرا وہ شامیر کی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔

"نہیں وہ مجھ جیسوں کو نہیں مگر تیرے جیسوں کو ضرور راستے سے ہٹا سکتی ہے۔اگر اُسے بنک بھی پڑ گئی کہ تیرا نام زاوی ہے اور تو میرے ساتھ فلرٹ کرتا ہے تو وہ یہ نہیں دیکھے گی کہ تو لڑکا ہے یا لڑکی وہ پستول کی ساری گولیاں تجھ پر چلا دے گی۔"اب شامیر اپنے اصل رنگ و روپ میں آہستہ آہستہ واپس آ رہا تھا۔بات کی مذمت اچھے سے کر دی۔وہ ان سب واقعات سے تپ بھی گیا تھا، لیکن اس کا اگلا سوال بہت ہی خطرناک تھا۔

"اور اگر اُسے یہ پتہ چل گیا کہ تو نے میرا ایسا نام رکھا ہوا ہے اور تو مجھے اپنی زاوی کہتا ہے۔ تو مجھے اٹھا کے گھما بھی رہا ہوتا ہے پھر سوچ تیرا کیا ہونا ہے۔ میں تو کہہ دوں گا کہ میں تو اسے روکتا ہوں بلکہ میں تو یہ بھی کہہ دوں گا کہ میں تو اسے جانتا بھی نہیں ہوں۔" اب وہ اپنے گھنگرالے بالوں کو مزید خوبصورتی سے گھماتے ہوئے لڑکیوں کی طرح ادائیں دکھاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ جانتا تھا شامیر نے بار بار ہاتھ نہیں لگنا اس لیے وہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا تھا۔

"ٹائم تو میرا بھی آئے گا۔ دیکھ لینا تو بھی کنوارا نہیں مرے گا، پھر چن چن کے سارے بدلے لوں گا۔" یہ کہتے ہی اپنے اوپر پڑے گئے کنبل کو درست کرتے ہوئے حرکت کی تھی۔

"ویسے سب چھوڑ۔۔۔ جس کام کے لیے گیا تھا وہ کام مکمل ہوا؟ تمہاری کزن سے بات ہوئی وہ کیا کہتی ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے پسند کرتی ہو، بتا تو صحیح وہاں کیا ہوا ہے۔ یہاں جو کچھ ہوا وہ سب سامنے تھا، وہاں کیا چل رہا تھا؟" وہ اپنا ہاتھ اب سر کے نیچے رکھ کر اُس کی

طرف مڑتے ہوئے حیرانگی سے سوال پر سوال کرنے لگا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل شامیر خوابوں کی دنیا میں جا پہنچا تھا۔

"اتنی جلدی تو ہمیں شرم نہیں آتی جتنی جلدی اسے نیند آجاتی ہے۔" اُس کو نیند کے نشے میں دھت دیکھتے ہوئے بڑبڑایا اور پھر کروٹ بدل کر خود بھی سونے کی کوشش میں مصروف ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooooooo

"باس اب اس لڑکی کا کیا کرنا ہے۔۔؟" وہ فون پر ہارٹ لیس سے رابطے میں تھا۔ تین دن گزر چکے تھے وہ اپنے باس کے حکم کے مطابق اس لڑکی کا خیال رکھ رہا، اُسے کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اگر لڑکی کو کسی چیز کی کمی ہوتی تو قاسم کا اس دنیا میں کوئی کام نہ تھا۔ اُسے اپنی جان

بہت عزیز تھی،اس لیے بہت دل و احتیاط سے لڑکی کا خیال رکھ رہا تھا۔

"تم اب اتنے نا سمجھ بھی نہیں ہو، تم جانتے تو ہو جب میں تمہاری کال اٹھاتا ہوں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں وہاں آرہا ہوں تو بس اب اپنی زبان اپنے منہ کے اندر ہی رکھو میں آرہا ہوں۔ پھر آکر اگلا اسٹیپ بتاتا ہوں۔" یہ کہتے ہی ہارٹ لیس نے کال بند کی اور ویسے ہی مزید تیز رفتاری سے گاڑی چلانے لگا اور کچھ ہی دیر میں اپنی جگہ پر موجود تھا۔

"باس تین دن ہو گئے ہیں، آپ نے کہا تھا اسے تیسرے دن آزاد کر دیا جائے گا۔۔۔اب کیا کرنا ہے؟" وہ ڈرتے ڈرتے ہارٹ لیس کے قدم اپنے قریب تر محسوس کرتے ہوئے بولا تھا۔

"ویسے اتنا دماغ تمہارے میں ہے کہ میں تم سے پوچھ لوں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ مگر مجھے نہیں لگتا تمہارے پاس دماغ ہے۔ نالائق انسان تو یہ بھی مجھے ہی دیکھنا پڑے گا۔" وہ اس کے سر پر زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے بولا تھا۔ مگر اب اپنے قدموں کو قاسم کے ارد گرد گھما رہا تھا ایسے جیسے کوئی گہری سوچ دماغ میں گھوم رہی ہو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی جی باس۔" ارد گرد ہارٹ لیس کے لگاتار چکر اُسے دماغ میں مزید چکر دے رہے تھے۔ جس پر وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا تھا۔

آج تو وہ دن آ ہی گیا تھا جیسے کہ کسی اچھی خبر کے ساتھ آیا ہو مگر وہ دروازہ کھولتے ہی سامنے بیٹھی لڑکی کو کھڑکی میں پا کر بڑی شرارتی سی مسکان کے ساتھ اُس کے قریب گیا تھا۔ نہ جانے وہ کھڑکی میں کسے دیکھ رہی تھی باہر جنگل کو یا خود کے اندر کے ویرانے کو باہر محسوس کر رہی تھی۔ کھڑکی سے باہر کھوئی ہوئی لڑکی کسی کے قدم کی کھنکھناہٹ سے مڑی تھی۔ وہ اور کوئی نہیں صرف اور صرف وہ انسان تھا جس کے چہرے پر نقاب ہر وقت موجود رہتا تھا۔ آنکھوں میں دیکھتے ساتھ خوف طاری ہو جاتا۔۔۔ یعنی سفید رنگ کے لینز نہایت دل کو چیرتے تھے۔ وہ اس کو اپنے قریب تر آتا دیکھتے ہوئے فوراً سے کھڑکی بند کر گئی اور کھڑکی کے آگے لگے ہوئے پردوں کو بھی آگے کر دیا تھا۔ اس بات پر سامنے سے آتا شخص نہایت آہستہ سے کھلکھلایا تھا، مگر نقاب کی وجہ سے اُس کی ہنسی لڑکی محسوس نہ کر سکی تھی۔ اُسے واقعی لگا تھا کہ ہارٹ لیس جھوٹ کہہ رہا ہے، یہ ویرانی جگہ تھی یا نہیں مگر کھڑکی سے باہر

دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ آس پاس کوئی اللہ کا بندہ موجود نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ دنیا کے کسی کونے میں آ گئی ہے جہاں دنیا ہی ختم ہو گئی ہے، جہاں کسی انسان کا کوئی وجود محسوس نہیں ہوتا ہے۔ آس پاس صرف جنگل تھا اور وہ اس سے زیادہ گھبرا رہی تھی کہ وہ ایک جنگل میں بنے گھر میں رہ رہی ہے۔ وہ تین دن سے بلک بلک کر رو رہی تھی اور وہ صرف ایک جنگل سے آزادی کے لیے صرف اپنے گھر والوں سے ملنے کے لیے وہ جنگل میں قید تھی۔ جس کمرے میں ماہین کو رکھا گیا تھا وہاں ہارٹ لیس صرف رات کو آیا کرتا تھا مگر آج! آج یہ تیسرا دن تھا جب ہارٹ لیس دن چڑھتے ہی آ گیا تھا۔ اس کمرے میں باہر کھڑے گارڈز کو بھی آنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ مرضی سے اٹھتی بیٹھتی کھڑکی سے باہر دیکھتی تھی۔ اس نے کہیں بار کھڑکی سے باہر جانے کی کوشش کی مگر ماہین کا خوف بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا، آس پاس جنگل تھا صرف ویرانہ وہ اگر بھاگتی تو کہاں جاتی؟ یہاں سے بچ کر انسانوں کے علاوہ پھر جانوروں کا شکار ہو جاتی۔ اس لیے اسے کچھ کرنا کچھ غلط حرکت کرنا مناسب نہ لگا تھا۔ خودکشی! خودکشی وہ کیسے کرتی یہ تو اللہ کا ناپسندیدہ عمل ہے۔ وہ صرف

یہاں موجود اپنے اللہ سے رہائی کی اپیل کر رہی تھی، اور ہارٹ لیس نے اُسے کچھ کہا بھی نہ تھا۔ وہ اب صرف یہاں سے آزاد ہونا چاہتی تھی اور اپنے اللہ سے اسی کی گزارش کرتی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ کمرہ الگ طرح کا دکھائی دے رہا تھا۔ اپنی مرضی سے لڑکی نے کمرے کو سجا رکھا تھا۔ اس کی ہر چیز نفیس طریقے سے رکھی گئی تھی۔ پہلے ہی صفائی کا بڑا خیال رکھا گیا آخر ناز خاندان کی وارثن کو لایا گیا تھا۔ آخر ایسا کیسے نہ ہوتا۔۔۔ آخر وہاں گندگی کیسے ہوتی۔۔۔ ان کے تو جوتے بھی ایک بار پہننے کے بعد دوبارہ واپس نہیں پہنے جاتے تو آخر وہاں وہ لڑکی کیسے رہ سکتی تھی، اس کے شان و شوکت کے مطابق اس کمرے کو سجایا اور سنوارا گیا تھا۔ جس پر دو دن سے وہ لڑکی خود بھی صفائی پسند ہونے کی وجہ سے اُسے صاف رکھتی اور وہاں سوتی اٹھتی بیٹھتی اور کھاتی پیتی تھی۔ تین دن ہو گئے تھے نقاب پوش ہر جگہ اُس کے گھر والوں کو پاگلوں کی طرح گھما رہا تھا۔ ہر جگہ، ہر پل، ہر گلی، ہر دکان پہ اس لڑکی کی معلومات لینے کے لیے ہر گارڈ اور اُن کے بے شمار جنگلی کتے ہر کوئی ڈھونڈنے کی کوشش کرتا تھا مگر ہارٹ لیس دل کے بغیر شخص اُن سب کی نظروں سے

او جھل تھا۔

"اگر آج تمہیں آزاد کر دیا جائے تو۔۔۔ تمہارے کیا تاثرات ہوں گے؟ میں جانتا ہوں تم نے یہاں سے بھاگنے کی تو بہت کوشش کی ہو گی کھڑکی سے باہر جھانک کے تو تم نے دیکھ ہی لیا ہو گا کہ یہاں سے بھاگنے سے بہتر یہ جو تمہیں محفوظ پناہ گاہ دی گئی یہ زیادہ بہتر ہے۔ باہر صرف کتے ہوں گے کچھ جنگلی نسل کے کچھ انسانی روپ میں بکھرے ہوئے کتے تھے۔ کچھ میرے پالے ہوئے کتے اور کچھ جنگل کے پالے ہوئے کتے۔ تم یہاں سے شوق سے بھاگ سکتی تھی کیونکہ تمہیں تو بالکل آزاد رکھا گیا ہے، مگر تم یہاں محفوظ ہو، لڑکی اس کے باہر صرف کتوں کا دیرا ہے۔" وہ اُس کے قریب تر ہوتا ساتھ لگے بڑے بیڈ پر جا بیٹھا تھا۔ اپنے شوز اتارتے ہوئے انہیں سائیڈ پر رکھ دیا تھا۔

"پلیز مجھے آزاد کر دو مجھے میرے گھر والوں سے ملنا ہے۔۔۔ میرے گھر والے پریشان ہوں گے۔ پلیز۔۔۔ مجھے جانے دو تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔۔۔ت۔۔۔ تمہیں کبھی میں بد دعا نہیں دوں گی۔ میں اپنی ساری بد عائیں واپس لیتی ہوں، بس تم مجھے ایک بار گھر جانے دو مجھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہاں سے رہائی دلادو۔۔۔ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔۔۔"وہ لڑکی بلبلا رہی تھی اور گھر کا نام سننے پر وہ اُس کے قدموں میں آ بیٹھی تھی۔ ساری گفتگو وہ اس کے قدموں میں بیٹھی کر رہی تھی۔ وہ بہت بے رحم تھی اور ہارٹ لیس کو بہت باتیں بھی سنا چکی لیکن اُسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا گیا تھا جس کے باعث وہ اب تھوڑا بہتر محسوس کر رہی تھی۔ گھر جانے کی بات پر ماہین پگل گئی تھی اُسے اور کچھ بھی کسی بھی قسم کا برتاؤ یاد نہیں رہا تھا۔

"یہ مچھلیوں کی طرح تڑپنا۔۔۔یہ میرے سامنے مت کیا کرو۔ اگر تم اس طرح دوبارہ روئی تو میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ان سب سے مجھے بہت سکون ملتا ہے،ورنہ جو آج رہائی تمہیں ملنی ہے وہ تمہیں ایک سال بعد ملے گی۔ خاموشی سے جا کر اپنی جگہ پر بیٹھو اور دوبارہ میرے قریب اور اس طرح بلبلانے کی ضرورت نہیں ہے۔"اُس کا ہاتھ اپنے گھٹنے سے پیچھے کرتے ہوئے بولا تھا۔ وہ جانتا تھا ماہین کسی کے آگے اس طرح گڑگڑانے والی لڑکی نہیں ہے،وہ تو گھر کی یاد نے اُسے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ اُسے اپنی بہن، ٹوٹی ہوئی شادی سب یاد آ رہا تھا۔ وہ تو خاندان کا اثر تھا ورنہ وہ باقیوں میں سب سے زیادہ اچھی قابل اور سمجھدار لڑکی تھی۔ ماہین

خاموشی سے واپس کھڑکی کے پاس لگی کرسی پر جا بیٹھی تھی۔

"میں آئندہ احتیاط کروں گی۔" نہایت کپکپاتی آواز کو اپنے اختیار میں لیتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" ہارٹ لیس نے بڑے آرام سے لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔"

دوسرے ہاتھ سے اپنا چشمہ آنکھ سے اتارنے لگا، وہ اُس کا نام جانتا تھا مگر وہ اُس کے منہ سے سننے کا خواہش مند تھا۔

" میرا نام ماہین ن۔۔۔ناز ہے۔" یہ کہتے ہی وہ اپنے ناز خاندان کو کافی جھٹکا دیتے ہوئے بولی تھی۔ یہ وہی خاندان تھا جس خاندان سے سامنے بیٹھے شخص کو نہایت نفرت تھی، جس کی وجہ سے وہ آج اپنے گھر کے بجائے اپنی شادی والے گھر کے بجائے۔۔۔۔اپنے سسرال کے بجائے۔۔۔اس ایک جنگل میں موجود کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دیکھو یہ چشمہ اپنی آنکھوں سے مت ہٹاؤ۔۔۔ پھر می۔۔۔ میرے سے اپنا ضبط قابو نہیں ہو گا۔ پھر میری بلکتی آواز سے مجھے اور سزا کے طور پر یہاں رہنا پڑے گا۔ ایک ہاتھ سے آنسوؤں کی بہتی لڑی کو چہرے سے ہٹایا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کبھی کبھی ہمارے بڑے انا کے چکر میں کچھ ایسے قصور کر جاتے ہیں، جن کے نقصانات ہماری اولاد کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ جن کی وجہ سے ہمارے بچے۔۔۔ ہماری آگے آل نسل کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔" چشموں پر رکھے گئے ہاتھ کو واپس نیچے کر لیا تھا۔

"ٹھیک ہے جس طرح تمہیں باحفاظت لایا گیا ہے اُسی طرح ہی تمہیں میرے آدمی باحفاظت واپس چھوڑ آئیں گے۔" اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا، لیکن میری ایک بات کان کھول کر سن لو اگر گھر والوں نے پوچھا کہ تمہیں کس نے اغوا کیا تھا۔۔۔ ظاہر سی بات ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے تمہاری پسند کی شادی تھی۔ اپنے نیچلے لبوں کو دانتوں میں پیستے ہوئے کھل کر ہنسا تھا، تو جہاں تک مجھے کافی علم ہے بس یہ کہہ دینا جو سین منتہا کے ساتھ ہوا تھا تمہاری پہلی بہن کے ساتھ وہی تمہارے ساتھ ہوا ہے۔

"اس کے علاوہ اگر تمہاری زبان سے کوئی بھی الفاظ یا کچھ بھی ادا ہوا تو جس طرح تم بیچ ہجوم میں یہاں لائی گئی تھی اسی طرح تم بیچ ہجوم میں ماری جاؤ گی۔" یہ مت سمجھنا تم رہا ہو جاؤ گی۔ تم میری نگاہوں سے ایک پل کے لیے بھی اوجھل نہیں رہو گی۔

"بس تم مجھے یہاں سے آزاد کر دو، میں قسم کھاتی ہوں م۔۔۔ میں۔۔۔ کسی سے کچھ بھی نہیں کہوں گی۔" وہ اچھے سے سامنے بیٹھے شخص کو پہچان چکی تھی۔ جو شخص اتنی سیکورٹی کے ہوتے ہوئے اُسے سب کی نظروں کے سامنے سے لا سکتا ہے وہ پھر کچھ بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا، وہ سب کر سکتا ہے۔

"تم جانتی ہو منتہا کا قتل اُس کی ہوشیاری کی وجہ سے ہوا تھا۔" ہاتھ میں پکڑی پستول نشانہ بنا کر سامنے لڑکی کی طرف تان دی تھی۔ مگر تم بہت سمجھدار ہو، مجھے لگتا ہے کہ تمہیں خود سے اور۔۔۔ کیا نام ہے اُس کا؟۔۔۔ ہاں۔۔۔ ریاض! ریاض سے بہت محبت ہے۔ تو بس جاؤ یہاں سے اور خوشی خوشی اپنی اور اپنے ساتھ جڑے ہر رشتے کو صرف اپنی زبان سے محفوظ رکھو۔ یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو گا۔

"میں قسم کھاتی ہوں کہ میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی۔۔۔ بس ہمیں معاف کر دو۔۔" وہ لڑکی اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑتے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ اُسے لگا جیسا منتہا کا جنازہ ابھی ہوا ہو، سب منظر۔۔۔ سوگ والا گھر سب اُس کی آنکھوں کے سامنے سے

گزر رہا تھا۔ جسے وہ چاہ کر بھی روک نہیں سکتی تھی۔

"گڈ گرل۔" کسی بھی طرح کی کوئی بحث کیے بغیر وہ اپنے شوز اٹھائے وہاں سے جانے لگا تھا۔

"سن۔۔۔ سنو۔۔۔ میری بات سن کر جاؤ، ایک ڈیل کرتے ہیں۔۔۔ تم مجھے ختم کر دو؛ مگر میرے باقی خاندان والوں کا پیچھا چھوڑ دو۔ کیا تمہیں یہ ڈیل منظور ہے؟" اپنی زندگی داؤ پر لگاتے ہوئے وہ اپنے خاندان کی نہ جانے کون سی کی گئی غلطی کا قرض اپنے خون سے ادا کرنے کو تیار تھی۔

"مجھے تمہارے خون کی پیاس نہیں ہے، مجھے بس تمہارے خاندان کی آنکھوں میں ڈر کو ہمیشہ قائم رکھنا ہے، مجھے ہمیشہ انھیں تڑپتا ہوا دیکھنا ہے۔" یہ کہتے ہی داخلی دروازے سے اندر آتے ہی دائیں جانب لگے صوفے پر بیٹھ کر شوز پہننے لگا تھا۔ بس۔۔۔ مجھے تمیارے بعد صرف ایک وار اور کرنا ہے۔ اپنے نقاب کو درست کرتے ہوئے کالے چشموں کے ساتھ وہ لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ ماہین جانتی تھی کہ وہ ایک وار جو باقی بچا ہے وہ ماہین کی چھوٹی بہن ہانیہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یے۔

"دیکھو وہ بہت معصوم ہے۔۔۔ میں شاید یہ سب برداشت کر لوں۔۔۔ مگر وہ! وہ مر جائے گی۔ معاف کر دو۔۔۔ میرے خاندان نے دو لاشوں کو کندھا دے دیا ہے، مزید ہمیں اذیت نہ دو۔" ماہین ویسے ہی گھٹنوں کے بل بیٹھی ہاتھوں کو زمین پر زور زور سے مار رہی تھی۔ سرکا رخ نیچے زمین کی جانب تھا۔ مسلسل ہاتھوں میں پہنی گئی لال رنگ کی چوڑیاں ٹوٹتی خون سے لرز رہی تھیں۔

"اٹس امپوسیبل۔۔ ماہین۔" وہ دانتوں کو پیستے ہوئے بولا تھا۔

"اُس چھوٹی سی معصوم بچی کو برین ٹیومر ہے انجان انسان۔ اُسے معاف کر دو، بدلے میں تم بے شک میری جان لے لو۔ میں تمہیں میسر ہوں اس پستول کی ساری گولیاں میرے جسم میں اتار دو مگر! مگر میری بہن کی چند سانسیں بخش دو۔" ہاتھوں کو مزید زمین پر ٹیکتے ہوئے وہ سجدے کی حالت میں اپنا سر زمین پر رکھ چکی تھی۔ میرے اللہ نے جتنی ہانیہ کی زندگی لکھی ہوئی ہے اُسے وہ زندگی گھر میں گزارنے دو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہاتھ میں پستول کو لیے بیٹھا تھا۔ہاتھوں کی گرفت مزید مضبوط ہو گئی تھی۔ وہ سامنے زمین پر سجدے کی حالت میں لیٹی لڑکی کو تڑپتا دیکھ رہا تھا، جسے اپنی بہن اور خاندان کے علاوہ خود کی زندگی کی تنکا برابر بھی پرواہ نہیں تھی۔ اُس کے ہاتھوں سے پانی کی طرح نکلتا خون اس بات کی گواہی تھا۔

"دوسری لاش کون سی ہے؟" اُسے لڑکی کے پرانے الفاظ یاد آئے تھے۔

"میرا بھائی! میرے بھائی نے منتہا کے قتل کا سن کر خودکشی کر لی تھی۔" کسی بھی طرح کی حرکت کیے بغیر وہ بات کا جواب دے رہی تھی۔

"شاہ زین نے یا پھر شیر نے؟" بڑے تجسّس سے پستول کو کورٹ کی جیب میں آراستہ کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"تمہیں میرے بھائیوں کے نام۔۔۔اور تمہیں شیر کا کیسے پتہ ہے؟" لڑکی کی تو جیسے حیرانگی سے آنکھیں باہر کو آنے لگی تھی۔ آخر تم کون ہو؟ تم ہمیں اتنے قریب سے کیسے جانتے ہو؟

وہ شیراز کا عرفی نام تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کس نے خود کشی کی؟ خود کشی کا واقعہ کیسے پیش آیا اور میں نے تو یہ سنا کہ تمہارے ایک بھائی کو باہر بھیج دیا گیا ہے۔ یہ اب خود کشی کہاں سے آ گئی ہے؟" وہ اس واحد خود کشی والی بات سے بے خبر تھا یا یہ شاید اس لیے بھی تھا کہ اس بات کو ناز خاندان نے دبا لیا تھا۔

"شیر نے خود کشی کی تھی۔ جس کی وجہ سے شاہ زین کو باہر بھیج دیا گیا تھا۔" اس سے زیادہ وہ بول نہ سکی اور اس سے زیادہ سننے کی ہارٹ لیس کو ضرورت بھی نہیں تھی۔

"ہاہا۔۔۔ لگتا شیر نے اپنے گناہوں کو چھپانے کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے کتے کی موت مرنا پسند کیا ہے۔" پتہ ہے ایسے لوگوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔ دوسروں کو بڑی آسانی سے سب تکلیف دے دیتے ہیں، مگر جب وہ تکلیف خود تک آتی تو کتے کی موت مرنا وہ آسان سمجھتے ہیں۔ تمہارے بھائی نے بھی یہی کیا ہے اس میں کوئی بڑی بات نہیں وہ اپنے گناہوں کو چھپانے کے لیے خود کا وجود ہی مٹا گیا ہے۔ یہ سب نہ ہوتا اگر وہ اپنی ضد میں نہ آتا، اُسے لگا صرف وہی سب کر سکتا ہے کیونکہ ناز خاندان کی کافی حمایت جو تھی۔

"یہ سب تم نے کس بنیاد پر کیا ہے کیا تم مجھے آگاہ کر سکتے ہو؟" وہ شیر کا نام سن کر جِزبِز ہوئی

تھی۔

"اپنوں کی بنائی گئی غلط بنیادیں ہی توڈھلیس ہلانے کی وجہ بنتی ہیں۔"

"آخر میرے بھائی کا قصور کیا تھا؟"وہ خود کے منہ پر اپنے خاندان اپنی ذات سے جڑے رشتوں کی بے عزتی کیسے برداشت کر سکتی تھی۔اس طرح بار بار کہنے پر وہ دھاڑی تھی۔

"اٹس ٹو پرسنل۔بس یہ سمجھو کہ جب وہ اپنے ہاتھوں سے خود کا وجود ختم کر گیا تو میں کیوں گڑے مردے اکھاڑوں،تیار ہو جاؤ تمہارا اور اس جنگل کا ساتھ صرف آج تک محدود ہے۔

"کیا تم نے میرے خاندان والوں کو معاف کر دیا ہے؟"وہ اپنی آزادی سے خوش نہ تھی۔

ہانیہ کی فکر اب بھی اُسے لاحق تھی۔وہ ننھی سی جان۔۔اُس کے مستقبل کو لے کر وہ بہت پریشان ہوئی تھی۔پہلے منتہا پھر شیر۔۔ان سب کی وفات نے اُس ننھی سی جان پر بہت ظلم کیا تھا۔وہ اپنی پڑھائی بھی جاری نہ رکھ سکی،ماہین کسی صورت بھی ہانیہ کو مزید تکلیف میں مبتلا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"تم سے ملنا اور تمہارے منہ سے شیر کا سن کر بہت اچھا لگا ہے۔جاؤ میں نے تم سب کو

معاف کیا ہے۔ تمہارے بڑوں کے کیے جانے والے گناہ، سب کچھ معاف کر دیا ہے۔"اب اگر مجھے پیچھے سے آواز دی تو میں اپنا ارادہ بدلتے ہوئے دیر نہیں لگاؤں گا۔ وہ شیراز کا نام سن کر اُس کے زخمی ہاتھوں کو بھی بھول چکا تھا۔ اُسے خیال ہی نہ رہا کے پہنی گئی چوڑیوں نے کلائیوں کو کافی حد تک زخمی کر دیا تھا۔ یہ کہتے ہی اپنے قدم دروازے کی جانب بڑھائے تھے۔ وہ کچھ کہے اور مزید بات کی وضاحت لیے بغیر اُسے جاتا دیکھ رہی تھی۔

کیوں شیراز کیوں۔۔۔۔ آخر تم نے ایسا کیا جس کی وجہ سے پورا خاندان تکلیف میں ہے۔ بالوں کو نوچتے ہوئے وہ زار زار رو رہی تھی۔ آخر تمہاری موت اتنی ضروری تھی کہ اُس نے پورے خاندان کو سزا دینا بند کر دیا ہے، تم نے ایسا کیا جو تمہیں موت کا انتخاب خود کرنا پڑا تھا۔ ایسا کیا تھا جو تم سے برداشت نہیں ہوا۔ کیوں ہمیں ناز سے بے ناز بنا ڈالا ہے۔

آخر تم نے ایسا کیا کیا جس نے تمہیں خود کی جان لینے پر مجبور کیا تھا۔ آخر کیا ہے حقیقت۔۔۔ کہیں سے تم آجاؤ، بتاؤ کیا تم نے ایسا کیا جو ہم سب کا جینا مشکل کر رہا ہے۔ اگر اُسے آج اس چار دیواری سے رہائی نہ ملتی تو شاید وہ پاگل ہو جاتی۔ اُسے گھر کے پوچھے جانے

والے بے شمار سوالات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ صرف پرواہ تھی تو وہ سچ جاننے کی جسے ہارٹ لیس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ مگر میرا اُس سے اب رابطہ کیسے ہو گا اور وہ کون ہے۔

ماہین کو پرواہ تھی تو صرف ان دو سوالات کی جن کا جواب وہ جلد معلوم کرنا چاہتی تھی۔ شیراز کو اپنا بھائی کہتے ہوئے بھی اُسے کراہت آ رہی تھی۔ وہ اُس کے نام تک سے اکتا رہی تھی۔ اُسے اپنے بھائی کی خودکشی کرنے کا مقصد نہیں سمجھ آیا، اُسے ہی نہیں بلکہ کسی کو بھی اُس کے اس گناہ کرنے کی وجہ کا علم نہ تھا۔ جتنی بھی اُس کے دل میں شیراز کے لیے محبت باقی تھی سب خاک ہو چکی تھی۔

"پریشان اُن کے لیے ہوا جاتا ہے جنہیں آپ کا خیال ہو۔ اُن کے لیے نہیں جن کے دل سیاہ ہوں۔" اور یہ وہ آخری وقت تھا اُس کے دل سے شیراز کی محبت نفرت میں بدل گئی، وہ اصل حقیقت سے انجان تھی اُسے ان سب کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا مگر نہ جانے کیوں ادھوری بات ہی سہی مگر وہ بات ماہین کے دل میں شیراز کے لیے نفرت کا کام کر چکی تھی۔ ایک درندے انسان کو اُس کی موت نے صرف انسان بنا دیا تھا۔ جو درندے کا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

روپ اُس نے دھار رکھا تھا وہ صرف اُس کی موت سے منسلک تھا۔ اب اُس کے درندے روپ کا کوئی جواز نہ تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر اُس کمرے سے چلا گیا تھا۔ وہ تو اُسے شیراز کی موت سے پہلے وجہ بھی نہیں بتا رہا تھا ہمیشہ پوچھنے پر کہتا 'اٹس ٹو پرسنل' اور اُس کی موت کا سن کر سب ختم کر چکا تھا۔ دل میں جتنی بھی نفرت ہارٹ لیس کے لیے جنم لے رہی تھی سب خاک ہو گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooooo

"تم ابھی تک یہاں پر ہی بیٹھی ہوئی ہو، چلو تیار ہو جاؤ آج قرآن خوانی کی دعا کروائی گئی ہے۔" وہ شانزے کی طرف قدم بڑھاتے بیڈ کے قریب آتے ہوئے بولی تھی، شانزے بیڈ پر گم صم بیٹھی اپنے حواسوں میں نہ تھی نہ جانے کن سوچوں میں گم وہ بالکونی سے باہر جھانک رہی تھی۔

"تم قرآن خوانی کی دعا کیوں کروا رہی ہو؟ میں جانتی ہوں یہ سب تم میرے پریشان ہونے کی وجہ سے کر رہی ہو۔" وہ اپنی نگاہوں کو اُس کی طرف اٹھاتے ہوئے بڑے تجسّس سے بولی تھی۔ اُسے بھی معلوم تھا کہ وہ سب سے قریب عائشہ کے ہی ہے۔ وہ اُس کی پریشانی میں بہت پریشان ہو جایا کرتی تھی اور جہاں تک رہی بات قرآن خوانی کی تو یہ تو صرف شانزے کے دلی سکون اور اطمینان کے لیے تھا۔ ایک کمرے کی تمام تر چیزوں کو ہٹا کر اُس جگہ کو مخصوص قرآن خوانی کے لیے سجایا گیا تھا ہر چیز کو اور زمین پر بچھی قالین کو سفید چادر سے ڈھکا تھا۔ دیوار کے ساتھ رکھے گئے ٹیبل پر سپارے رکھے گئے تھے اور وہاں سے اگربتیوں کی خوشبو نے کمرے کو خوشبو میں گرفتار کر رکھا تھا۔

"ہاں تمہارے لیے ہی کروایا ہے، مگر پھوپھو کو یہ کہا ہے کہ ماریا کی خیریت سے واپسی اور آنے کی خوشی میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا ہے۔ مگر سب کچھ پڑھ لیا گیا ہے بس نیچے آ کر دعا میں شامل ہو جاؤ لیکن تم تو ابھی تک تیار ہی نہیں ہوئی ہو۔" عائشہ اُسے ہر لحاظ سے محفوظ رکھتی تھی۔ اُس پر کسی قسم کی غلط بات کا ہونا عائشہ کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ ابھی کچھ

دنوں پہلے ہی قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا تھا ہر مہینے عائشہ کی پھوپھو یہ اہتمام کیا کرتی تھی، مگر ابھی دوبارہ سے اچانک ہی ہو جانے والے اس اہتمام پر عائشہ کی پھوپھو نے سوال کیا جس پر عائشہ نے ماریا کا ذکر کر دیا تھا۔ اس طرح بات صحیح طریقے سے اُس نے سنبھال لی تھی۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ میں آتی ہوں۔" پاس پڑے کپڑوں کو ہاتھوں میں لیتے ہوئے بیت الخلا کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ وہ شانزے کو اس طرح سے جاتا دیکھتے ہوئے خود بھی نیچے مہمانوں کے پاس چلی گئی اور دعا کے لیے انتظار کرنے کا کہا تھا۔ قرآن خوانی میں نادیہ بیگم بھی شامل تھیں۔ تیار ہو کر وہ نیچے قرآن خوانی کے لیے سجائے گئے کمرے میں دعا میں شامل ہونے کے لیے گئی، سامنے بیٹھی نادیہ بیگم کو دیکھ کر پہلے اونچی آواز کے ساتھ اس دعا میں شامل تمام خواتین کو سلام کیا اور والدہ محترمہ کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی۔ نادیہ بیگم اُس کو دیکھ رہی تھی مگر شانزے کے چہرے پر مسکان بحال تھی جس کی وجہ سے نادیہ بیگم نے اس وقت کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم دونوں کی آپس میں ایسی کیا بات ہوئی جو گھر آئے بغیر وہ اپنے دوست کی طرف چلا گیا تھا۔" قرآن خوانی کی دعا ختم ہونے کے بعد اور مہمانوں کے گھر سے چلے جانے کے بعد نادیہ بیگم اور شانزے بھی واپس گھر آ گئے تھے۔ آخر انھوں نے کافی انتظار کے بعد سوال پوچھ ہی لیا جو کب سے اُن کے ذہن میں گھوم رہا تھا۔ وہ اب شانزے سے کل کے دن کی معلومات لے رہی تھیں۔

"امی ہماری اتنی ضروری بات نہیں ہوئی بس میں نے سوپ پیا اور ہم واپس گھر آنے ہی لگے تھے کہ شامیر کو اُس کے دوست کی کال آ گئی اور اُسے فوری طور پر واپس آنے کا کہا تھا۔ اس لیے وہ سب کو اطلاع دیے بغیر ہی اپنے دوست کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔" اب وہ تمام تفصیلات اُن کے آگے پیش کر رہی تھی۔ مگر اُس کی آنکھوں کی لالی سب بیان کر رہی تھی وہ شانزے سے اگلا سوال پوچھنا ہی تو چاہتی تھیں کہ وہ آخر اداس کیوں ہے مگر انہوں نے اس وقت ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ عائشہ کے گھر شانزے کا رہنا ان کے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیے کوئی نئی بات نہیں تھی وہ اکثر عائشہ کے گھر رہا کرتی تھی یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ دونوں پڑھائی ایک ساتھ ہی کیا کرتے تھے زیادہ تر وقت شانزے کا عائشہ کے ساتھ ہی گزرتا تھا لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ وہ اطلاع دیے بغیر عائشہ کے گھر رہی اور کال کرنے پر اُس نے اطلاع بھی نہیں دی تھی، اور عائشہ نے شانزے کی موجودگی کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے مگر اب وہ کب آئے گا؟" ایک اور سوال کا وار اُس پر کیا گیا تھا۔

"امی مجھے نہیں معلوم مگر میں اُس سے معلوم کر کے آپ کو ضرور بتاؤں گی۔ کیا میں اب اپنے کمرے میں جا سکتی ہوں؟" وہ جواب دیتے ساتھ ہی اپنے کمرے میں جانے کی اجازت لینے لگی اور وہاں سے روانہ ہونا چاہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے تم آرام کرو باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" شانزے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ وہاں سے کچن کی جانب چلی گئی تھیں اور اس طرح سے شانزے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے چلی گئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آج کا دن کسی کے مل جانے اور کسی کے بچھڑ جانے کا دن تھا۔ کمرے میں جاتے ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے گئے بیگ کو بیڈ پر پھینکتے ہوئے باتھ روم جا کر بہتر محسوس کرنے کے لیے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے، رخ بدل کر جب سامنے لگے آئینے میں خود کا عکس دیکھا تو اچھل سی گئی تھی۔ آنکھیں سوج سے بھرپور، دیکھنے والا آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ کہیں دنوں سے راتیں جاگ کر گزاری گئی ہیں۔ سفید رنگت پر رونے دھونے کی وجہ سے چہرے پر اثرات مرتب تھے۔ منہ کو پونچھتے ہوئے وہ باہر آ کر شامیر کی کال کا انتظار کرنے لگی، وہ مسلسل اُس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

"آخر میں اُس سے کیا کہوں گی؟؟ کیا وہ میری بات سمجھ لے گا؟ ایسی کیا بات تھی جس کے لیے معمولی وقت درکار نہیں تھا۔۔۔ کیا وہ میرے اندر کی کیفیت سے واقف ہو گیا ہے؟ اگر اُسے کچھ بھی ایسا منظور نہ ہوا پھر۔۔۔" آخری لفظوں کو سوچتے ہوئے چادر کو ہاتھ کی گرفت میں مسلا تھا۔ نہیں کا تو کوئی جواز ہی نہ تھا۔ اُسے اپنے خدا پر یقین تھا، وہ جانتی تھی کہ اُس کے نصیب میں زاویار ہی ہے۔ "اللہ سے خلوص سے مانگی گئی دعا رد نہیں ہوتی، ہاں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

البتہ ہمارے نصیبوں کے مطابق وہ دعا کسی اور صورت میں بدل جاتی ہے۔"

شام ہونے کو تھی، دل و دماغ میں صرف ایک ہی بات کی فکر تھی۔ صرف کچھ اور پل کی دیری کا انتظار تھا۔ غلط سوچنے پر اُسے خود کی حالت بہتر نہ لگتی وہ غلط سوچا ہی نہیں کرتی تھی یا غلط سوچنے کی اُس میں ہمت ہی نہ تھی۔

آج جان و دل سے عزیز بھائی عمار گھر پر ہی تھا۔ وہ جب گھر ہوتا تھا تو دونوں ساتھ مل کر آلوں کی مدد سے کچھ نہ کچھ ایزل پر بناتے تھے۔ وہ ہمیشہ سے شانزے کا کام بگھارنے میں آگے آگے ہوتا تھا۔ اُسے پینٹنگ کا شوق نہیں تھا مگر اُسے اپنی اکلوتی بہن کے ساتھ وقت گزارنا اچھا لگتا تھا۔

وہ بہت سی خوبصورت تصاویریں بناتے اور پورے گھر میں سب کو فخر سے دکھاتے تھے۔ ہاں البتہ اس میں بھی شانزے کا کمال تھا، عمار کو کام کے وقت برداشت کرنا آسان نہ تھا۔ وہ بھی شانزے کے کام مزید بڑھانے میں کافی مدد کرتا تھا۔ شانزے ہر وقت رنگوں کے ساتھ وقت گزارنے میں مصروف رہتی تھی جسے دیکھتے ہوئے عمار بھی فارغ وقت میں اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے ساتھ وقت گزارتا اور اُسے تنگ کرنے کے لیے حاضر ہو جاتا تھا۔ کافی دنوں سے سب کام بند تھے، نہ تو وہ تصاویریں بناتی اور نہ ہی کسی کے ساتھ اتنا گھلتی ملتی تھی۔ ہفتے میں دو سے تین بار تو وہ دونوں ایک ساتھ لازمی چائے پیتے تھے، مگر ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا تھا وہ شام نہیں آئی تھی۔

"اوئے چوریل آجاؤ ساتھ چائے پیتے ہیں۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی عمار نے تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بھی بہت پریشان تھا، بہت سارے سوالات اُس کے دماغ میں چل رہے مگر وہ پہل کر چکا تھا۔ وہ کمرے میں اُس کے پاس تھا، سر پر ایک جپت لگاتے وہ اُس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ عمار کے لیے یہ سب دیکھنا ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ گھر پر اپنی موجودگی کے ہونے کا ثبوت شانزے کو تنگ کرتے ہوئے دیتا تھا۔ مگر اب وہ اُس کے ہاتھ نہیں لگتی تھی۔

"تم جاؤ میرا ابھی دل نہیں ہے، ہم پھر کبھی کھیلتے ہیں۔" آتے ساتھ عمار نے اُس کا حلیہ خراب کرنا شروع کر دیا، وہ اپنے بال سدھارتے ہوئے ہلکی آواز میں بولی تھی۔ ساتھ چائے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پینے کی آفر کا مطلب وہ اچھے سے سمجھتی تھی۔ وہ جانتی تھی عمار کی اس بات کا مطلب ساتھ مل کر آرٹ پر کام کرنا تھا۔

"ویسے آج کل تمہارا دل کچھ بھی کرنے کو نہیں کرتا ہے۔ اب تم ہر وقت کمرے میں رہتی ہو، دیکھو تو کیسے چہرہ مرجھایا ہوا ہے۔" اُس کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔ تم جانتی ہو میں ہر وقت مصروف رہتا ہوں، آج اتنے دنوں بعد موقع ملا مگر تم مجھے انکار کر رہی ہو۔ نہ جانے تمہیں کیا ہوتا جا رہا ہے۔ کل بھی کھانے کی میز پر منہ پر بارہ بجے ہوئے تھے۔ وہ منہ بسورتے ہوئے بولا تھا۔ بالکل اُسی انداز میں وہ اُس سے مخاطب ہو رہا تھا جیسے وہ غصے میں ہوا کرتی تھی۔

"ارے۔۔۔ تم کتنے بے شرم ہو، دیکھو تو کیسے میری نکل اتار رہے ہو۔" شانزے کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا تھا۔ "میں جتنی بھی پریشان کیوں نا ہوں تمہاری شکل دیکھ کر ہنسی کو روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔" لیکن آج تم سبحان بھائی کے ساتھ آفس کا چکر لگا آو، اس سے تمہارا دل بھی لگا رہے گا۔ چہرے پر ہنسی ابھی بھی بحال تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم پریشان کیوں ہو؟"

"ارے بے وقوف میں نے مثال دی ہے، بھلا میں نے کیوں پریشان ہونا ہے۔"

" سوچا تو تھا شاید تم میرے انتظار میں ہو۔ لیکن میں بھول گیا کہ تمہیں تو انتظار کرنا نہیں بلکہ کروانا پسند ہے، اس لیے میں خود ہی تمہارے پاس آ گیا ہوں۔" ابھی بھی رویہ ویسا ہی تھا۔ "انتظار۔۔۔ ایک ایک سانس لینا محال ہو جاتا ہے۔" اپنے کہے گئے الفاظ یاد آئے تھے۔ چہرے سے ہنسی ایک دم غائب ہو گئی تھی۔

"انتظار۔۔۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ انتظار کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ تم پریشان نہیں ہو اب میں سمجھ گئی ہوں کہ انتظار کروانا بھی غلط ہے۔" یہ الفاظ اُسے واپس سے سوچوں میں گم کرنے کے لیے کافی تھے۔ وہ جو سب کچھ ایک پل کے لیے بھول گئی تھی واپس سے سب یاد آ گیا جس نے اُس کے چہرے سے ہنسی کو چھین لیا تھا۔

"تم نے کہاں سے اتنی سنجیدہ گفتگو سیکھی ہے؟" وہ اُس کی ساری باتیں سنتے ہوئے بہت حیران ہوا تھا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہ شانزے ہے جو سب کو جان کے بے تحاشا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تنگ کیا کرتی تھی، جسے بس اپنی بات ڈنکے کی چوٹ پر منوانے کی عادت تھی۔ اُسے بس اپنے چھوٹے ہونے پر بہت فخر تھا، اسی بات سے تو وہ سب کام چٹکیوں میں کرواتی مگر اپنے علاوہ کسی اور کا چاہے کوئی کام بھی ہو کافی انتظار کے بعد سر انجام دیا کرتی تھی۔

"وہ ہمیشہ انتظار کرواتی تھی، اور عماد کو اُس کے لیے کیے جانے والا انتظار پسند تھا۔"

عمار ابھی بھی اُس کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے لیے باضد تھا۔ وہ شانزے کو ہر جگہ دندناتا نہ دیکھتے ہوئے خود اُس کے پاس آیا تھا۔

"وقت سب کچھ سیکھا دیتا ہے، جو انسان دوسروں کے ساتھ کرتا جب وقت کے ساتھ وہ سب چیزیں خود پر آتی تو انسان خود بخود سب سیکھ جاتا ہے۔" تمہیں معلوم جب انسان خوش ہوتا چاہے وہ کسی بھی بات سے مسکرائے آس پاس تمام تر چیزوں کو اپنی مسکراہٹ سے رنگین کر دیتا، مگر جب وہ ناخوش ہو تو اُسے آس پاس کی تمام تر شے، سب کچھ پھیکا لگتا ہے۔

"میری دوست۔۔۔ تم کیوں اتنا بدل گئی ہو؟" وہ واحد اُس کی دوست ہی تو تھی جو اُسے سب سے زیادہ عزیز تھی۔ آخر وہ اُسے اتنا ادھورا کیسے چھوڑ سکتا وہ اُس کا اتنا اترا ہوا چہرہ کیسے دیکھ

سکتا تھا۔ آج وہ جس سے بات کر رہا تھا وہ تو وہ تھی ہی نہیں جسے وہ جانتا تھا۔ وہ تو کوئی اور تھی اُس کے لیے بالکل انجان تھی۔ اُسے لگا جیسے وہ شانزے سے پہلی بار مل رہا ہے، اُس کی بچپن کی دوست اتنی سنجیدہ ہو جائے گی اس بات کا اُسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا۔ آج اُس سے بات کرنے کے بعد وہ حیران ہو گیا وہ بالکل بھی اپنے حواسوں میں نہیں رہا تھا۔

" یہ سب فطرت کا کمال ہے کبھی ہم ناخوشگوار موقعوں کو بھی کسی طرح سے خود کے لیے خوشگوار بنا لیتے اور کبھی آس پاس چاہے کتنے ہی رنگ کیوں نا بکھرے ہوئے ہوں ہمارا من اگر خالی ہو تو کوئی رنگ بھی ہمیں ڈھنگ کا نہیں لگتا ہے۔" ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بڑے آرام سے کلام گو ہوئی تھی۔ ہر بات کے جواب پر وہ عمار کو ایسا محسوس کروا رہی جیسے وہ جس شانزے کا سوچ کر اُس کے پاس آیا وہ تو کہیں بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ ہر ایک ایک جملہ ایسا تھا جیسے وہ کسی بزرگ کے پاس آ گیا ہو، وہ ہر بات کی اتنے اچھے سے وضاحت دے رہی جیسے اُسے ہر چیز کا علم ہو۔

"تمہارا من شرارتوں سے بھرپور ہے، بھلا وہ خالی کیسے ہو سکتا ہے؟" پھر بھی وہ سب کچھ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نظر انداز کر رہا تھا۔ اُس کا رنگ، لہجہ۔۔۔ وہ سب نظر انداز کر رہا تھا۔ وہ اُسے یہ محسوس نہیں ہونے دے رہا تھا کہ اُسے بد لاؤ محسوس ہو چکا ہے۔

"سبحان بھائی کے پاس جاؤ گے یا میرے سے مار کھانی ہے۔"

"فی الحال تو میں اپنی بہن کے پاس ہوں، میں بھائی کو بعد میں دیکھ لوں گا۔" اور ذرا دیکھو تو کیسے کھلے عام دھمکی دی جا رہی ہے، یہ مت بھولو کہ میں تم سے دو سال بڑا ہوں۔ کندھے جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"اور یہ بھی نہ بھولو کے میرا میٹر گھومتے ہوئے ٹائم نہیں لگتا ہے۔" وہ بالکل پہلے کی طرح نارمل انداز میں بات کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے، تمہیں بھی میں دیکھ لوں گا۔" وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ پریشان ہے، مگر وہ اُس کے سامنے ذکر نہیں کر رہا تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کے ایسا پوچھنے پر شانزے مزید پریشان ہو جائے۔ اُس کا خود پر قابو تھا۔

"تم پاگل ہو۔" عمار کب سے اُس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور تمہاری ہنسی جھوٹی ہے۔" نظریں اُس پر سے ہٹ گئی تھیں۔

"چلو اب میں کنول کے گھر جا رہی ہوں اور آ کر تم سے باقی کی باتیں کرتی ہوں۔" بات کو در گزر کر دیا تھا۔ ہاتھ دائیں جانب پیچھے کی طرف بڑھاتے ہوئے بیگ کو ہاتھ میں لیتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔ بیڈ پر بیگ اُسی طرح موجود تھا۔

"اپنی دوست کو کہنا کہ تمہیں بھی اپنے ساتھ باہر لے جائے، اس طرح سے ہم ویڈیو کال پر تمہاری مسکراہٹ تو دیکھ لیا کریں گے۔" وہ بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا تھا۔ اُسے لگا اتنا مرجھایا ہوا چہرہ شاید پانچ سال کی دوستی کے جدا ہونے کے غم میں ہے۔ وہ اسے تیار ہوتا دیکھتے ہوئے شانزے سے مخاطب ہوا تھا۔

"ارے۔۔۔ نہیں میں بس تھوڑی دیر کے لیے جا رہی ہوں، واپس لوٹ کر ادھر ہی آوں گی۔" پاس سے گزرتے ہوئے بولی تھی۔

"جب واپس لوٹ کر آو تو مجھے پہلے والی شانزے چاہیے اس اترے ہوئے چہرے کو باہر کہیں چھوڑ آنا، یہ سنجیدگی تمہارے چہرے پر نہیں اچھی لگتی ہے۔" وہ واحد ہی تھا جسے اپنی

بہن کی تکلیف اندر تک زخمی کر رہی تھی۔ شانزے کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ بھی خوش باقی نہیں رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے جس بہن کے ساتھ چائے پینے کی طلب تھی وہ اب باقی نہیں رہی تھی۔ اُسے شانزے کے کہے گئے الفاظ بخوبی طریقے سے سمجھ آ گئے تھے۔ "انسان کی فطرت جب تک اجازت نہ دے کوئی خوشی بھی خوشی نہیں لگتی ہے۔" وہ اب چائے پینے کے بجائے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooooooooo

وہ ابھی سنسان جنگل نما گاؤں میں قدم رکھ چکا تھا۔ ایک چھوٹے سے جنگل کے بیچ ایک گھر بنا ہوا تھا آس پاس دور دور تک کوئی گھر کوئی پناہ گاہ کچھ بھی تعمیر نہ تھا۔ صرف اس جنگل میں طرح طرح کے جانور پائے جاتے تھے۔ وہاں بنائے گئے گھر میں جاتے ہی وہ برس پڑا تھا۔ آج وہ کسی قسم کی اطلاع دیے بغیر اور کسی قسم کی فون کال اٹھائے بغیر وہاں پہنچا، دن کا وقت تھا اس گھر میں دو لوگ ہی موجود رہتے تھے ایک باڈی گارڈ قاسم اور دوسری مائین۔

ہارٹ لیس جب جاتا تو وہاں باہر سے تالا لگا کر جاتا تھا۔ وہ تالا کھولے گھر میں داخل ہوا کہ سامنے نظر ڈالتے ہی قاسم کو بے پرواہ سوتا دیکھتے ہوئے آگ بگولا ہوا تھا۔

"تمہیں یہاں سونے کے لیے رکھا ہے؟ اتنا ہی شوق ہے تو ہمیشہ کے لیے سلا دیتا ہوں۔"

ہارٹ لیس کان میں گوشہ کشی کرتے ہوئے بولا، وہ دیوار کے ساتھ سر لگائے کرسی پر بیٹھا ہوا کمرے کے باہر رکھوالی کرنے کے دوران بیچ میں ہی سو گیا تھا۔ اب بھی اُسے کان میں کیے گئے کسی گوشے کا علم نہیں تھا۔ آواز دھیمی تھی جس کی وجہ سے وہ نیند سے مکمل طور پر بیدار نہیں ہوا تھا۔ مگر اُسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اُس کے کان میں کچھ کہا ہے۔

"ابھی میں سو رہا ہوں مجھے تنگ نہ کرو۔" کان کے قریب کندھے کو لاتے ہوئے بولا وہ اب بھی اُسی انداز سے سو رہا تھا۔ ہاٹ لیس نے بھی پاس پڑے ٹیبل پر موجود پانی سے بھرے گلاس کی مدد سے اُس کے منہ پر پانی پھینکا، وہ فوراً سے چہرہ جھنجھوڑتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔

"اپنا منہ صاف کرو میں تم سے بعد میں نمٹتا ہوں۔" کھانے کا انتظام جلدی سے کرو۔ اطلاع

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ملنے پر ہارٹ لیس کو معلوم ہوا کہ وہ کھانا نہیں کھا رہی ہے، اسی لیے وہ فوراً سے واپس آ گیا تھا، قاسم کو اُس کے کمرے میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ وہ کھڑکی کی مدد سے اُسے کھانا دیتا تھا، مگر کھڑکی کے آگے پردہ مسلسل گھرا ہوا تھا، لڑکی اُس کے بلانے پر بھی کوئی آواز نہیں دیتی تھی۔ وہ ہارٹ لیس کے نام پر اُسے ڈراتا تھا اس سے وہ فوراً کھانا لے لیتی، مگر اب اُس پر کسی بات کا کوئی بھی اثر نہیں ہو رہا تھا، وہ کسی بھی بات پر کوئی جواب نہیں دیتی تھی۔ قاسم کو اندازہ نہیں تھا کہ ہارٹ لیس واپس آجائے گا۔

وہ قاسم کو جگانے کے بعد سامنے جانب کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی اُسے کچھ آوازیں عجیب سی محسوس ہوئی وہ اندر پہنچا تو وہ اپنی چوڑیوں کو اپنے ہاتھوں میں مسل رہی تھی۔ چوڑیاں زور زور سے نیچے مارنے کی وجہ سے ٹوٹ چکی تھیں، ہاتھ خون سے لبریز تھے خون زمین پر ٹپ ٹپ گر رہا تھا تکلیف تو اُسے بہت تھی مگر وہ یہ سب کرنا خواہش سمجھتی تھی۔ رات بھی چوڑیوں کے ٹوٹنے کے باعث کافی خون نکلا تھا۔

"یہ کون سا پاگل پن۔۔۔ کس قسم کی حرکت ہے؟ یہ سب کیا تم نے اپنے سر پر سوار کیا ہوا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہے۔؟لڑکی باز آجاؤ۔"ماہین کے قریب جاتا ٹشو پیپر سے ہاتھوں کو صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔چوڑیوں کے کانچ ہاتھوں کے اندر گھس چکے تھے۔اس کے ہاتھ خون کے ساتھ دیگر لال چوریوں کے کانچ میں بھی پیوست تھے۔

ہاتھ کی تکلیف سے زیادہ ماہین اُس کی بھاری بھر کم آواز سے گھبرا گئی تھی۔اُسے اتنی درد کی تکلیف نہیں تھی جتنی اُس کے غصے کا ڈر تھا۔وہ غصے میں کچھ بھی کر سکتا،وہ بہت محتاط رہتی تھی۔مگر ابھی اُس کے منہ سے کوئی الفاظ نہیں نکل رہے تھا۔اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنا ہاتھ ہارٹ لیس کے ہاتھوں سے چھڑوالے وہ محض اُس کی مدد کرنے کے لیے آیا تھا۔

"میری بد دعا ہے تم بھی ایک دن برباد ہو جاؤ گے،تمہارے پاس صرف چند سانسوں کہ سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔"وہ اپنا ہاتھ ہارٹ لیس کے ہاتھ میں پا کر بد حواس ہو کر بے تحاشا چلانا شروع ہوئی تھی۔

"مجھے تمہارے خاندان کی بد دعا نہیں لگتی سو پلیز کیری آن۔"وہ اُس پر کسی قسم کا بھی غصہ

کرنے کے حق میں نہیں تھا۔

"اگر تم اس طرح خود کو تکلیف دیتی رہی تو تمہارا گھر جانا مشکل ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو نقصان مت دو، جب میں نے کہہ دیا کہ میں باحفاظت تمہارے گھر والوں سے تمہیں ملا دوں گا اور اب میں نے یہ کام بھی چھوڑ دیے اور تمہارے کسی گھر والوں کو میں نقصان نہیں پہنچاؤں گا، تو تم اس طرح کی حرکت کر کے خود کو کیوں اذیت دے رہی ہو۔؟" کمرہ بے شمار روشنیوں سے بھرا ہوا تھا مگر پھر بھی وہ اُس کے ہاتھوں سے لال کانچ خون کے ہوتے ہوئے نہیں نکال پا رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میرے پر مزید احسان نہ کرو۔ تم نے میری جان بخشی میرے لیے یہ موت سے زیادہ دردناک ہے۔" وہ کھوکھلی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

"مجھے جان لینا نہیں، تکلیف میں دیکھنا زیادہ پسند ہے۔"

"تو پھر میری تکلیف پر واپس کیوں لوٹ آئے ہو؟"

"میں اب تمہارے گھر والوں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بدل چکا ہوں، اس لیے اب تم خود کو

تکلیف نہیں دے سکتی ہو۔"چلو جا کر اپنا ہاتھ دھو آو تا کہ خون تھوڑا کم ہو،اس کے بعد کانچ نظر آجائیں گے،میں پھر با آسانی یہ سب تمہارے ہاتھوں سے نکال سکوں گا،اور تم تکلیف سے کافی حد تک آزاد ہو جاؤ گی۔اب کی بار وہ دھیمے لہجے میں بولا،اب وہ اپنا انتقام لینا بھول چکا تھا،وہ جس کی وجہ سے یہ سب کرتا وہ تو کب کا منوں مٹی تلے دفن ہو چکا جس کی وجہ سے ہارٹ لیس اُس لڑکی کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔

"جب تک میں یہ نہیں جان لیتی کہ تم پر کیا تکلیف گزری ہے میں خود کو ایسے ہی تکلیف دیتی رہوں گی مجھ سے کوئی اچھی امید مت رکھو،مجھے کچھ نہیں کرنا کہیں نہیں جانا ہے۔"وہ بہت ٹھہر ٹھہر اور درد بھری آواز کے ساتھ ساری گفتگو کر رہی،اُس کی کپکپاتی آواز ہارٹ لیس کو غصہ نہ کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔وہ مزید اُس سے کسی قسم کے غصے کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔نہایت دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا۔اُسے ابھی صرف اس بات سے غرض تھا کہ اس کے ہاتھ تمام چھوٹے چھوٹے کانچوں سے آزاد ہو جائیں۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج نہیں مگر پھر کبھی صحیح وقت آنے پر میں تمہیں سب بتاؤں گا،

تم میری بات پر یقین کر سکتی ہو۔" ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے وہ اُس کے چہرے کو اوپر کیے ماہین کی آنکھوں میں اپنے چشموں کا عکس با آسانی دیکھ سکتا تھا۔ وہ ماہین کو کھڑکی کے ساتھ لگے صوفے پر بیٹھا چکا تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ان کی آخری بار ملاقات ہوئی تھی، مگر وہ نیچے وہاں اُس کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے ٹشو سے خون کو مزید ضائع ہونے سے روک رہا تھا۔ کھڑکی والی دیوار پر ہاتھ سے بہہ جانے والے خون کے نشانات ظاہر تھے۔

"مجھے تم پر یقین ہے اور تم میرا بھی یقین کر سکتے ہو۔ میں اس سارے حالات کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کروں گی، میں تمہارا نام کبھی نہیں آنے دوں گی۔" اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھڑایا۔ مگر میرا دل نہیں اُس گھر میں جانے کو میں ساری سچائی معلوم کر کے وہاں جانا چاہتی ہوں۔ آخر تم کیسے ہم سب کے بارے میں اتنا جانتے ہو، اور کیوں ہم سب کے پیچھے پڑے تھے۔ صرف ایک انسان کے مر جانے پر اپنا انتقام بھول گئے ہم سے بدلا لینا چھوڑ دیا ہے۔ آخر اُس نے ایسا کیا کر دیا جو اُسے خودکشی کرنی پڑی تھی۔ وہ انھی پرانے سوالات کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کشمکش میں مبتلا تھی۔

"تم جانتی ہو ان سب سے صرف تمہارا نقصان ہے۔" وہ اب اپنے ہاتھوں پر ماہین کے لگے ہوئے خون کو دیکھ رہا تھا۔

"میرا نقصان جتنا ہونا تھا ہو گیا اب مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔" وہ اب بھی انھی سب باتوں پر قائم تھی۔

"اچھا چلو ہاتھ صاف کرو یہ ننھے کانچ تمہیں مزید گہری تکلیف میں مبتلا کر سکتے ہیں۔" میں زبان دے رہا ہوں، میں تمہیں سب بتا دوں گا۔ وہ اب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ماہین کو باتھ روم جانے کا کہا تھا۔

وہ اب کہنیوں کے ذریعے صوفے سے اٹھ چکی تھی۔ سنک کے پاس جاتے ہی پانی کی مدد لی، پانی زخموں کو مزید بگاڑ رہا تھا۔

"کتنی دیر ہے ماہین؟" ہارٹ لیس نے پہلی بار ماہین کا نام اپنی زبان سے لیا تھا۔ گھڑی کو دیکھتے ہوئے اُس نے سوال کیا تھا۔

"میں اپنا ہاتھ خود بہتر کر لوں گی، تم میرے لیے فکر مند نہ ہو۔" دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ دروازہ بند نہ تھا مگر وہ اندر نہیں گیا تھا، ہارٹ لیس نے باہر سے ہی اُس سے سوال کیا تھا۔ ہاتھوں سے خون اتر چکا تھا۔ وہ اب باریک کانچ کے ٹکڑوں کو اپنی کلائیوں سے نجات دلا رہی تھی۔

باہر آتے ہی کھانا میز پر لگا ہوا تھا۔ فرش پر خون بھی موجود نہ تھا۔ وہ تمام تر جگہ سے خون کے نشانات کو صاف کر چکا تھا۔ وہ اب دروازے کے ساتھ بیٹھا موبائل استعمال کرنے میں مصروف تھا۔ ہاتھ صاف کرتے ہی وہ وہاں کھڑکی کے پاس جا کر بیٹھ گئی تھی، کمرے میں ہلچل کو محسوس کرتے ہوئے اُس نے نظر موبائل فون سے ہٹائی تھی۔

"اٹھو پہلے کھانا کھالو۔" وہ کھانے کو نظر انداز کرتے ہوئے کھڑکی سے باہر کھوئی لڑکی کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ ہارٹ لیس نے اُسے سوچوں سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" ہاتھ پہلے سے ہی زخمی تھے مگر آج ہاتھوں میں پہنی گئی تمام چوڑیوں نے اندر تک گہرے زخم کر دیے تھے، مگر دل کے زخم کے گھاؤ زیادہ گہرے

تھے۔

"دیکھو بھوک نہ ہونے کے باوجود یہ کھانا تو تمہیں کھانا ہو گا،جلدی سے کھالو اس کے بعد میرے آدمی تمہیں باحفاظت تمہارے گھر چھوڑ دیں گے۔"وہ اس کے قریب جاتا ہوا بولا،ہاتھ میں کھانے کی چیزوں کو پکڑتے ہوئے اُس کے قریب ہوا تھا۔

"میری کھانا کھانے کی ایک شرط ہے،اگر تمہیں منظور تو میں کسی بھی قسم کی بحث کیے بغیر یہ سارا کھانا ختم کر دوں گی۔"وہ اُسے اپنے قریب بڑھتے ہوئے نظریں اُس کے ڈھکے چھپے پر ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

"مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے تم میرا یقین کر سکتی ہو،تم یہ کھانا کھاؤ میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔"وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر راضی ہو گیا کیونکہ وہ مجبور تھا،ماہین رات سے اپنے حلق کو خشک رکھے ہوئے تھی۔پانی اور کھانے سے خود کو دور کیے ہوئے۔۔۔یہ کھانا اُس کی صحت کے لیے بہت ضروری تھا۔ہارٹ لیس کا مقصد اب اُسے صحیح سلامت واپس اُس کے گھر بھیجنا تھا۔اگر کھانا کھانے کی کوئی شرط تھی تو اُسے کوئی اعتراض نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا،ابھی اُسے سب منظور تھا۔ آج ماہین کا یہاں آخری دن تھا وہ اُسے کسی قسم کی مزید تکلیف دیے بغیر یہاں سے بھیجنا چاہتا تھا۔

"میں تمہارے کسی قسم کے گارڈ کے ساتھ اپنے گھر نہیں جاؤں گی،اگر تم مجھے میرے گھر باحفاظت چھوڑ سکتے ہو تو ٹھیک۔۔۔میں یہ کھانا کھا لیتی ہوں ورنہ میں بھی کہیں نہیں جا رہی ساری عمر جب تک میری سانسیں باقی ہیں میں یہاں ہی گزار دوں گی۔ تمہارے منہ سے سچ سننے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گی۔"وہ لڑکی بھی اپنی بات پر ڈٹ گئی،اس کے علاوہ وہ کچھ بھی سننے سمجھنے کو تیار نہ تھی۔وہ اُس کے گارڈ سے زیادہ خود اُس پر اعتماد کرتی تھی۔اُس نے ماہین کے اکیلے ہوتے ہوئے بھی اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ماہین کا اُس پر یقین کافی حد تک بڑھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"اُس نے اثبات میں سر ہلایا،وہ جانتا تھا یہ بولنا اور کرنا اُسے مہنگا بھی پڑ سکتا مگر اس کے علاوہ کوئی اور چارہ موجود نہ تھا۔وہ ماہین کی ہر بات ماننے کو تیار تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں تمہیں اپنے خاندان سے ختم کروا سکتی پھر بھی تم میرے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئے، ایسا کیوں؟" اُسے لگا تھا اس بات پر وہ دھاڑے گا مگر وہ! وہ تو آرام سے اُس کی شرط پوری کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اُس نے چیخنا تو دور کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بات کو ختم کر دیا تھا۔

"ابھی میرے لیے اپنی جان سے زیادہ ضروری تمہیں یہ کھانا کھلانا ہے۔" نوالہ بنا کر اُس کے منہ کے سامنے رکھ دیا تھا۔ وہ جانتا تھا اُس کے لیے کھانا خود اپنے ہاتھوں سے کھانا مشکل ہو سکتا ہے۔ ابھی بھی چہرہ اور آنکھیں، اُس کے علم میں کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ پہلے دن کی طرح نقاب سے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھا۔ ایک چیز جو اُس کے علم میں اضافے کا باعث بنی وہ اُس کا دھیمہ لہجہ تھا۔ آج اُس نے ماہین پر کسی قسم کی سختی نہیں کی تھی۔ میں جس پانچ دن پہلے والے ہارٹ لیس کو جانتی وہ بالکل بھی ایسا نہ تھا وہ تو کوئی انسان ہی نہیں تھا۔ لیکن جو ابھی میرے سامنے موجود وہ تو ایک انسان ہے۔ اُس کے سینے میں دل موجود ہے۔ اُس کے ہاتھ سے روٹی کا نوالہ کھایا۔ وہ ماہین کی تمام باتیں ماننے کو تیار تھا صرف اس لیے کہ وہ

کھانا ختم کرے۔اُس کے اندر دل موجود لگ رہا تھا،لگتا تھا کہ دل واپس آچکا ہے۔"ہارٹ لیس،انسان ایسا نہیں ہوتا دنیا انسان کو بے دل بنا دیتی ہے۔یہ سفر اکثر منفی ذاتی تجربات کے سلسلوں سے شروع ہوتا ہے۔جو ایک دفائی جذباتی خول کو فروغ دیتا ہے۔"پتھر کو بھی تراشتے رہو تو وہ بھی موم ہو جاتا ہے۔ماہین نے اُس کے سارے دکھوں کو تراش لیا تھا۔ آخر وہ جو انتقام لینا چاہتا تھا وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔صرف ایک انسان کے رخصت ہونے کی وجہ سے وہ سب بھول چکا،وہ ہارٹ لیس سے ہمدرد بن گیا تھا۔

"پانی پیو گی؟"ہارٹ لیس کو اُس کی بھیگی آنکھیں دیکھتے ہوئے خیال آیا تھا۔وہ باتوں میں اُس کے خشک گلے کے بارے میں بھول چکا تھا۔

"ہاں،لیکن میں تھوڑا سا پیوں گی۔"وہ اپنے زخمی ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔وہ ہاتھ سے نوالہ رکھتے ہوئے اب اُسے خود اپنے ہاتھوں سے پانی پلا رہا تھا،وہ تھوڑا نہیں بلکہ پورا گلاس پانی کا ایک ہی سانس میں پی چکی تھی۔وہ ہنسا تھا مگر چھپے گئے چہرے کی وجہ سے ماہین اُس کی ہنسی کو دیکھ نہ سکی تھی۔

"جلدی کرو ابھی ہاتھ پر پٹی باندھنا باقی ہے۔" گلاس واپس سے میز پر رکھ دیا تھا۔

oooooooooooooo

دن سے شام ہو گئی۔ اس جنگل نما گاؤں میں اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔ کافی حد تک اندھیرا چھا چکا اور جانوروں کی آوازیں مزید تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

"دیکھو اس اندھیرے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" وہ جب اُسے لے جانے کے لیے کمرے میں داخل ہوا تو ماہین نے جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ صبح کی تاریکی میں اس کھڑکی سے جنگل کو دیکھتے ہوئے ڈر جایا کرتی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں خوف اُجاگر ہو جاتا تھا۔ یہ وقت تو پھر شام کا تھا۔ وہ کسی صورت بھی اُس کے ساتھ شام کے وقت جانے کو تیار نہیں تھی۔ ہارٹ لیس اُس کو کافی تسلیاں دے رہا اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھی۔

"ت۔۔۔۔۔ تم۔۔۔ تم پاگل ہو گئے ہو؟ ہم اس جگہ سے کیسے نکلیں گے؟ مجھے آتے ہوئے

تو بالکل یاد نہیں کیونکہ میں۔۔۔میں بے ہوش تھی،مجھے نہیں معلوم کہ مجھے یہاں کیسے لایا گیا ہے۔"وہ فوراً سے بولی تھی۔سانسیں اٹکی ہوئی تھیں۔مگر میں کھڑکی سے باہر جھانکتی ہوں یہاں آس پاس کوئی دنیا موجود نہیں ہے۔وہ معصومانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ایسا لگتا جیسے یہ دنیا کا آخری کونہ ہے۔جہاں صرف یہ جھونپڑی بنی ہوئی ہے۔وہ اس خوبصورت گھر کو جھونپڑی تصور کر رہی تھی۔آخر کیسے نہ کرتی ناز خاندان کی بیٹی،وہ سب محلوں میں رہنے کے عادی تھے۔میں کھڑکی سے باہر بہت کچھ محسوس کرتی تھی یہاں جانوروں کی آوازوں کے علاوہ دور دور تک کسی چیز کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔اپنے اندر کا سب ڈر آہستہ آہستہ باہر نکال رہی تھی،یا وہ کافی دن سے اپنے اندر باتوں کو دبائے ہوئے تھی۔

"تمہیں نہیں معلوم مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہاں کیسے لایا گیا ہے۔میں اپنے ہاتھوں سے ہی تمہیں یہاں بے ہوش کر کے لایا تھا،اور جہاں تک رہی بات شام کی تو یہ تو پھر شام، ابھی تو پوری طرح سے اندھیرا بھی نہیں ہوا ہے۔میں تو تمہیں رات کو یہاں لایا تھا تم اس بات کی فکر نہ کرو مجھے اندازہ ہے میں یہاں آتا جاتا رہتا ہوں۔"اُس کا قہقہہ پورے کمرے

میں گونجنے لگا تھا۔ وہ اُس کی درد بھری آواز کو محسوس کرتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔ ماہین نے آج اُسے بالکل ہی الٹ پایا تھا۔ اُس کے نقاب نے چہرے کو ڈھانپ رکھا مگر! مگر اُس کے کھلکھلانے کی آواز اُس کے کانوں تک با آسانی پہنچی تھی۔ تم بالکل پریشان نہ ہو میں تمہیں باحفاظت تمہارے گھر پہنچا دوں گا، یہ میرا تمہارے ساتھ وعدہ ہے۔

"ہا۔۔ہاں جی۔۔۔"اپنی سوچ کو ٹھامتے ہوئے وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بولی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooooo

بھیجے گئے پتے کے مطابق وہ اب اُس مخصوص جگہ پر پہنچ چکی تھی۔ وہ ایک سائیڈ پارک نما ایریا تھا جو روڈ کے ساتھ چہل قدمی کے لیے بنایا گیا تھا وہاں پہنچتے ہی شامیر پہلے سے ہی وہاں بنچ پر بیٹھا ہوا مسلسل بے صبری سے شانزے کا انتظار کر رہا تھا۔

"ناجانے یہ لڑکیاں تیار ہونے میں اتنی دیر کیوں لگاتی ہیں، کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے یہ دیے

گئے وقت کے مطابق کبھی نہیں پہنچ سکتی ہیں۔"وہ اپنے ہاتھ میں پہنی گئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے وقت کی نوعیت کا اندازہ لگاتے ہوئے بولا تھا۔پارک میں پہنچتے ہی اسے شامیر سامنے بیٹھا نظر آیا مگر وہ وہاں بنچ پر اکیلا بیٹھا ہوا نہیں تھا۔اُس کے روبرو ایک جوان لڑکی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔شانزے نے کچھ سوچے سمجھے بغیر قدم نہ روکے وہ سیدھا قدم بڑھاتے ہوئے ان کے قریب جا پہنچی تھی۔وہ اب اُن کے سامنے کھڑی تھی۔

"السلام علیکم۔"روبرو بیٹھی لڑکی کو دیکھتے ہوئے دونوں سے مخاطب ہو کر سلام کیا تھا اُن دونوں نے اپنی نظروں کو ایک دوسرے سے ہٹاتے ہوئے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا تھا

"وعلیکم السلام۔"دونوں نے ایک ساتھ شانزے کی طرف دیکھتے ہوئے سلام کیا وہ اب وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"آپ کی تعریف؟؟"لائبہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی وہ سامنے بیٹھی انجان لڑکی سے بالکل بے خبر تھی۔اُس نے شامیر کے ساتھ اُسے پہلی دفعہ دیکھا تھا،کچھ سوچے سمجھے بغیر اُس کے بارے میں جاننا چاہا تھا۔

"میں خود اپنی تعریف کرنے کے لیے کافی ہوں۔" وہ لڑکی منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کھلکھلائی، یہ مذاق کرنے کا وقت تو نہیں تھا مگر اُس نے کر دیا تھا۔ "وقت کبھی بھی بدل سکتا ہے، بہت سے کاموں کے لیے وقت مقرر نہیں ہوتا جن میں سے ایک مذاق کرنا بھی ہے۔" لیکن شانزے نے مذاق کے علاوہ یہ بات سنجیدہ انداز میں بولی تھی۔

"یہ لائبہ ہے اور ان کا بھی تعلق کراچی سے ہے۔ یہ میرے ساتھ پروفیسر کی جاب اسلام آباد میں کرتی ہیں۔ لائبہ میری بہت اچھی دوست بھی ہیں۔" شامیر فوراً سے انداز کو پرکھتے ہوئے شانزے کو لائبہ کے بارے میں بتانے لگا تھا وہ تینوں اب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر گفتگو کر رہے تھے۔ سامنے کی جانب گول دائرے کی صورت میں لگائے گئے بینچ خالی تھے۔

"نائس ٹو میٹ یو لائبہ۔" وہ اُس کا تعارف سننے پر سامنے جانب کھڑی لڑکی کو دیکھ کر بولی تھی۔ ہوا کا زور ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ وہاں ایک منٹ اور بھی کھڑا ہونا آسان نہیں تھا۔ موسم کافی خراب تھا۔ ہوائیں۔۔۔ آس پاس کی ہر چیز ہوا کے حساب سے جھوم رہی تھی۔ چلو کہیں اور چل کر بات کرتے ہیں بلکہ اب کہیں جانے کے علاوہ ہم لوگ گاڑی میں بیٹھ کر ہی

بات کرتے ہیں۔ موسم کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ شانزے موسم کے چال چلن دیکھتے ہوئے پارک سے باہر پارک کی ہوئی گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تھی۔

"یور ویلکم۔۔ بٹ آپ مجھے ان کی ہونے والی بیگم بھی کہہ سکتی ہیں۔" شامیر کے ہاتھ کو مضبوطی سے گرفت میں لیتے ہوئے بولی تھی۔ اُسے خالی اپنا اتنا معمولی سا تعارف سنانا کچھ بہتر نہیں لگا، جس کی وجہ سے وہ اپنے بارے میں مزید بتاتے ہوئے بولی تھی۔ وہ تینوں اب ساتھ ہی گاڑی کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ شانزے کے لیے سب سننا ناقابلِ برداشت تھا اُسے اس سارے ماحول کی بالکل بھی خبر نہیں تھی، وہ یہاں بالکل انجان آئی تھی۔ یہ سب کچھ سننا اس کے لیے۔۔۔۔ وہ اپنے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکتی تھی۔ وہ عجیب کیفیت میں مبتلا تھی۔ یہ سب سننے کے بعد وہ اندازہ نہیں لگا پا رہی کہ ان سب باتوں کو سننے کے بعد وہ حیران ہو یا خوش، وہ بالکل ایک انجان و بے جان گڑیا کی مانند ہو گئی تھی، جس گڑیا کی زبان نہ تھی اس طرح گم صم وجود کے ساتھ وہ اُن دونوں کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح شامیر کچھ کہے بغیر ساتھ بس قدم بڑھانے میں مصروف تھا۔ اُس کے حصے کا بھی لائبہ خود ہی بول

رہی تھی۔ لائبہ کے موجود ہوتے ہوئے اُسے کچھ بھی کہنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔

"جی۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ لائبہ کی بات کا جواب دیا، وہ شامیر کو یک ٹک دیکھتی رہی۔

شامیر ہاتھوں کو جوڑے ہوئے شانزے کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ مسلسل اُس کی طرف دیکھتے ہوئے چل رہی تھی۔ شامیر ساتھ چلتی بے ترتیب سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا، اُسے ایسا لگ رہا تھا کہ شاید یہ سب سننے سے شانزے کا دل واقعی ٹوٹ گیا ہو، وہ بھی در حقیقت شانزے کے تاثرات سے بے خبر تھا۔ تو یہ سب بات تھی جو شامیر مجھ سے کرنا چاہ رہا تھا اور میرے اُس دن بے حد پریشان گاڑی میں بیٹھنے کی وجہ سے شامیر نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر اپنے پاس محفوظ کر لی تھی۔ میں بھی سوچوں یہ انگوٹھی میرے گھر والوں کی دی ہوئی نہیں ہے جو اس نے منگنی کی نشانی کے طور پر اپنی انگلی میں پہن رکھی ہے۔ او۔۔۔ تو وہ انگوٹھی ضرور لائبہ نے شامیر کو دی ہو گی۔ اُس کے دماغ میں بہت سے سوالات چل رہے تھے۔ آخر کیسے نہ چلتے۔۔۔۔ یہ سب سننا اُس کے لیے بہت حیران کن تھا۔ پہلی پہلی بار یہ سب سننا۔۔۔ شامیر کے ساتھ لڑکی کو دیکھنا۔۔۔ سب کچھ اُس کی کیفیت اور سوچوں کے بالکل الٹ تھا۔

"یہ سب کیا ہے شامیر اور یہ لڑکی۔۔۔ کیا تم اسے پسند کرتے ہو؟" گاڑی میں بیٹھتے ساتھ ہی شانزے نے شامیر سے سوال کیا تھا۔ شامیر اور لائبہ دونوں گاڑی کی پچھلی سیٹوں پر بیٹھے جبکہ شانزے اگلی نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"م۔۔۔ میں۔۔۔ س۔۔۔ سب۔۔۔ ب۔۔۔ بتاتا ہوں۔۔۔" وہ شانزے کے رویہ سے بہت پریشان تھا۔ اُسے سمجھ نہ آیا کہ بات کا آغاز کہاں سے کرے، اس لیے تو وہ اپنے ساتھ لائبہ کو لے کر آیا تھا۔ "وہ شامیر کی ہمراز تھی۔" شامیر کی جگہ ہر بات کا جواب لائبہ دیتی تھی۔ شامیر سے اُس دن اس بارے میں بات بھی نہیں ہو رہی تھی، وہ چاہتا تھا کہ لائبہ کے ساتھ دیکھنے سے شانزے کو ساری کہانی سمجھ آجائے گی مگر وہ اب بھی تھوڑی بہت تفصیلات چاہتی اور ان کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ وہ آخر کیا چاہتے ہیں؟ کیا وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اُسے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر وہ اُس سے اگلوا رہی تھی۔

"نہیں مجھے سب کچھ سمجھ آگیا ہے بس میں تمہارا جواب سننا چاہتی ہوں کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" وہ اب شامیر سے صرف ہاں میں جواب اگلوانا چاہ رہی تھی۔ جس میں وہ

کامیاب ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ لائبہ جو کہ سیٹ سے پیچھے ٹیک لگائے آرام سے موبائل استعمال کر رہی تھی۔ شامیر دونوں طرف سے پھنسا ہوا تھا۔ وہ سچ بولے یا پھر شانزے کے چہرے پر جو اُداسی ہے اسے دور کرے۔۔۔ اُسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ لیکن ایک نہ ایک دن تو سچ سامنے آنا ہی تھا۔

" جی۔" ایک نگاہ اُس نے لائبہ کی طرف ڈالی، وہ اب بھی صرف موبائل استعمال کرنے میں مگن تھی۔

"بیسٹ اف لک شامیر۔" شانزے نے یہ کہتے ہی ساتھ اپنے چہرے پر مسکان بحال کی تھی۔ میں واقعی بہت خوش ہوں۔ دو محبت کرنے والوں کا ساتھ۔۔۔ یہ زندگی میں بہت بڑی کامیابی ہوتی ہے۔

"شامیر کے ساتھ میں بھی ہوں۔" موبائل سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ "دیکھو صرف اسے مت ایسے بولو، اب میں بھی ہوں اس لیے مجھے بھی بیسٹ آف لک کہو۔" اس کو کیا کہہ رہی ہو یہ اتنا بزدل ہے، اگر اس پر ہوتا تو ہم یہاں ایک ساتھ نہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بیٹھے ہوتے بلکہ اس کی شادی بھی تمہارے ساتھ ہو جانی تھی۔

"محبت بزدل نہیں ہوتی، بس معاشرے کے ہاتھوں مجبور ہوتی ہے۔ پھر سب یہ کہہ دیتے کہ ان کا نصیب میں ساتھ نہیں لکھا ہوا تھا۔" وہ آنکھ سے نکلتی لڑی کو روکتے ہوئے بولی تھی۔ تمہیں پتہ یہ خاموش اس لیے تھا کہ معاشرے میں میں بھی آتی ہوں، یہ ڈرتا تھا کہ کہیں میں اس کی محبت کا تماشا نہ بنا دوں۔ ہر خاموش انسان کو بزدل نہیں سمجھنا چاہیے، وہ تو محافظ ہوتے ہیں اپنی محبت کے محافظ۔ "محبت کو معاشرے میں رسوا کرنے والے عاشق یا محبوب نہیں بلکہ وہ تماشائی ہوتے ہیں، جو اپنی محبت کو رب سے نہیں مانگتے لیکن انسانوں سے ذلیل لازمی کرواتے ہیں۔" تمہیں خوش ہونا چاہیے اس نے آج تک ایسا نہیں کیا ہے۔ اس سے اچھا انسان تمہیں نہیں مل سکتا بلکہ یہ تمہارا ہی ہے تمہارا شامیر۔ شامیر جو کہ نظریں نیچے کیے اس بات سے متفق تھا۔ آج تک اُس نے لائبہ کے بارے میں صرف اپنے رب سے ہی ساری گفتگو کی تھی۔

لائبہ میں نے بہت سے ایسے لوگ بھی دیکھے جو اپنے مفاد کے لیے دوسروں کو آخری حد

تک ذلیل کر دیتے اُن سے پیچھا چھڑوانے کے لیے الزام تراشی بھی کرتے مگر یہ! یہ تو میرے بارے میں بھی کبھی کچھ غلط نہیں کہتا تو تمہارا ذکر اپنے ماں باپ کے سامنے کرتے ہوئے تمہارے خلاف باتیں کیسے سن سکتا تھا؟" انسان جب ساتھ رہ کر بھی ساتھ نہ ہو، تو پھر وہ بے شک ساتھ نہ ہو۔" اس نے تو یہ ثابت کیا کہ یہ واقعی تمہارے ساتھ ہے۔ انسان کے برتاؤ سے تو اندازہ لگایا جاتا کہ وہ ساتھ بھی ہے یا نہیں، صرف 'میں تمہارا ہوں' یہ کہہ دینے سے کوئی آپ کا نہیں ہو جاتا ہے، بلکلہ جسے اُس کی عزت خود کی لگے وہ آپ کا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بزدل نہیں ایسے دل کم ہوتے ہیں۔ اُس کی سبز آنکھیں مستقل شانزے کے چہرے پر ٹک گئی تھیں۔

"شانزے تم نے تو جیسے میری سوچ ہی بدل دی ہے۔" شامیر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ اُس کے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔ یہ صرف ہاتھ نہ تھا، لائبہ کی پوری دنیا تھا جسے اُس نے گن پوائنٹ کے ذریعے زبردستی حاصل کیا تھا۔

"میں نے سوچ نہیں بدلی بس۔۔۔۔ تمہیں ایک صحیح انسان کے بارے میں صحیح بتایا

ہے۔"وہ سامنے لگے شیشے سے پیچھے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

شامیر تو جیسے اتنے سالوں میں لائبہ کو پہلی بار اتنے دھیمے لہجے میں بات کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"شامیر۔۔۔تم بھی کچھ بول لو۔"لائبہ ہاتھ سے ہلاتے ہوئے بولی تھی۔

"میں کیا بولوں۔۔۔آج تو سارے جواب اللہ دے رہا ہے۔"شامیر کے پاس تو الفاظ ہی نہ رہے جیسے کسی نے سلطنت دے کر کہا ہو کہ سرکار۔۔۔اب سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔وہ سلطنت ہی تو تھی اور شامیر اُس سلطنت کا رکھوالا تھا۔

"میں سمجھ گیا ہوں،بلکہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ خدا تو نصیب بھی بدل دیتا ہے تو پھر ہم کیوں اُس کے علاوہ دل کا حال کسی اور کو سنائیں۔آج مجھے تم مل گئی ہو تو میرا کوئی اور سوال یا جواب کہنا نہیں بنتا ہے۔"آنکھوں میں چمک چاند کی مانند تھی۔آخر کیسے نہ ہوتی چاند کو دیکھتے ہوئے آنکھیں تو چمک اٹھتی ہیں۔وہ اُس کا چاند ہی تو تھی جسے دیکھ کر وہ چمک رہا تھا۔

"مجھے تو لگا آج بھی مجھے گن کا استعمال کرنا پڑے گا،جیسے شامیر سے آئی لو یو بلوایا تھا ویسے ہی

تم سے انکار نکلواوں گی۔" وہ ہنسی کے انداز میں بولی تھی۔

"کام بندوق کی نوک سے نہیں بلکہ زبان کی مٹھاس سے جلدی ہوتے ہیں۔" میں جانتی ہوں بلکہ تمہیں دیکھ کر ہی اندازہ لگالیا تھا کہ تم سخت مزاج ہو، لیکن یاد رکھنا سخت لہجے سے زیادہ تیز خنجر زبان کے میٹھے الفاظ ہیں جو کسی کو بھی اپنی طرف جلدی مائل کرتے جلدی بات سننے پر مجبور کرتے ہیں۔ شانزے کہاں جانتی تھی کہ وہ اتنی سمجھدار بھی ہو سکتی ہے۔ ایک ہوا کا جھونکا ہی جگہ بدلنے کے لیے کافی ہوتا اور وہ تو کب کی بدل چکی بلکہ کسی کی ہو چکی تھی۔

"تم خوش ہونا؟ اگر تمہیں بھی کوئی پسند تو میں اس بار اُسے بندوق سے نہیں مناؤں گی بلکہ تمہارے لیے دعا کروں گی۔" لائبہ نے شامیر کے کندھے پر سر رکھ دیا تھا۔

"میں تم دونوں کے لیے بہت خوش ہوں اور مجھے دعاؤں کی بہت زیادہ ضرورت ہے، تمہارا صرف دعا کرنا میرے لیے کافی ہے۔" اس بار وہ سامنے شیشے کے بجائے پیچھے مڑتے ہوئے خوشی سے بولی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

oooooooooooooooo

"دیکھو اگر تم اسی طرح آگے پیچھے سڑکوں کو گھورتی رہی تو تم بغیر کسی دوا کے، سدمے سے ہی بے ہوش ہو جاؤ گی۔" وہ اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں دباتے ہوئے بولا تھا۔ ماہین ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر آگے بیٹھی ہوئی تھی۔ بار بار آگے ہو ہو کر راستے کے چاروں اطراف کو دیکھ رہی تھی۔

"تم بھی تو دھیان سے گاڑی نہیں چلا رہے ہو، اب آگے دیکھو گڑھا آ رہا ہے۔ رکو۔۔۔ رکو۔۔۔ دھیان سے۔۔۔" وہ مزید آگے ہو کر گڑھے کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ گاڑی کے آگے جانب لگی روشنیاں جلی ہوئی جس سے گڑھا اور آگے کا راستہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس سنسان سڑک پر گاڑی کی روشنی کے علاوہ کوئی روشنی موجود نہ تھی۔ ماہین کی تو سانسیں جیسے گلے میں اٹکی ہوئی تھیں۔ آس پاس صرف اندھیرا تھا اور صرف گاڑی کی روشنی تھی جو کہ آگے کے راستے کا پتہ بتا رہی تھی۔ مگر اُسے ہارٹ لیس پر یقین تھا کہ وہ اب اُسے منزل تک پہنچا کے ہی دم لے گا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر میں یہاں رک گیا تو ہم دونوں یہاں کسی جانور کا شکار ہو جائیں گے۔ کیا کہتی ہو؟ ہم یہاں پر مزید رکیں یا میں گاڑی کو ایسے ہی چلاتا رہوں۔؟"وہ پھر سے اُسے مزید ڈراتے ہوئے بولا تھا۔ہارٹ لیس نے اپنی آنکھوں سے چشمے اور سفید لینز دونوں ہٹا دیے تھے،اب وہ اُس کی آنکھوں کو صاف دیکھ سکتی تھی۔وہ کچھ جانا پہچانا اُسے محسوس ہوا تھا۔مگر اُسے یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کون ہے اس اندھیری رات میں اُسے صرف یہاں جانوروں کے علاوہ کوئی بات دماغ میں نہیں آرہی تھی۔وہ صرف یہاں سے صحیح سلامت جانوروں کا شکار ہوئے بغیر اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔

"کیا ہوا۔۔۔۔ت۔۔۔۔تم۔۔۔نے گاڑ۔۔۔گاڑی کی رفتار آہستہ کیوں کر دی ہے۔۔۔؟" وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کپ۔۔۔کپکپاتی آواز کے ساتھ بولی تھی۔اُسے اس ٹھنڈی رات میں بھی پسینے تیزی سے آرہے تھے۔اُس کی تیز تیز ہوتی ہوئی دھڑکنیں وہ با آسانی سے سن سکتا تھا۔

"اچھا تم ریلیکس ہو جاؤ،تم پیچھے گاڑی کی سیٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر سکون سے آنکھیں بند کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لو۔ میں پرومس کرتا ہوں کہ ہم تیس منٹ میں تمہاری شاندار حویلی کے باہر ہوں گے۔ لیکن میری ایک شرط ہے تمہاری آنکھیں کھلی ہوئی نہ ہوں اور یہ سیٹ بیلٹ باندھ لو۔"

اُس نے سیٹ بیلٹ آگے کی طرف کرتے ہوئے کہا اور دوبارہ سے گیر لگاتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ کو مزید تیز کرتے ہوئے بولا تھا۔

ماہین کے پاس اُس کی بات سننے کے علاوہ کوئی دوسرا متبادل نہیں تھا۔ وہ اس کی بات پر ہاں کرتے ہوئے پیچھے ٹیک لگائے خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ اُس کی سانسیں ابھی بھی ٹھمی نہ تھیں۔ وہ اپنی آنکھیں بند کیے پیچھے ٹیک لگائے بیٹھ چکی تھی اور ہارٹ لیس وہاں اپنے کیے گئے وعدے کے مطابق گاڑی تیزی سے چلا رہا تھا۔

"کیا تم میرے ساتھ حویلی کے اندر آؤ گے؟" اُس کی آنکھیں بند تھیں مگر وہ اُس سے سوال کرتے ہوئے بولی تھی۔ گاڑی کی تیز رفتاری کی وجہ سے اُسے اپنی آواز بلند کرنی پڑی تھی۔

"اگر میں نے تمہاری ذمہ داری نہ لی ہوتی تو میں تمہیں حویلی کے باہر اتار دیتا، مگر اب میں نے تم سے وعدہ کیا ہے تو میں تمہیں ضرور حویلی کے اندر ہی ڈراپ کروں گا۔" وہ اپنی

زبان کا بہت پکا تھا۔

"ٹھیک ہے تو پھر تم میرے گھر والوں کو کہہ دینا کہ یہ مجھے بیچ سڑک میں بھاگتی ہوئی ملی تھی اور میں نے اس کی مدد کرنا چاہی، اس جگہ کا پتہ معلوم ہوتے ہی میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔" وہ ہارٹ لیس کی ایمانداری پر اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا کوئی قصور نہیں، ان سب میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جس کی وجہ سے اُس نے آج تک ایسا کیا تھا۔ وہ اپنا منہ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے جو تمہیں مناسب لگے۔" کہتے ہی اُس نے اپنے کام پر دھیان دیا۔ وہ بھی جانتا تھا کہ یہ لڑکی کسی صورت بھی اپنا منہ نہیں کھولے گی اس کی آنکھوں میں جو درد تھا اور اس نے جو وعدہ لیا تھا اُسے ماہین کی زبان پر پورا یقین تھا۔

"کبھی کبھی حالات ایسے ہو جاتے کہ ہمیں سچائی چھپانی پڑتی اور وہ بھی اس لیے کہ ہمارے اپنے نقصان سے بچ سکیں۔"

oooooooooooooooo

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اُن کے جانے کے بعد کافی دیر تک گاڑی میں اکیلی بیٹھی مسکراتی رہی،اُسے اپنی خوش نصیبی پر یقین نہیں آرہا تھا۔اُس کے راستے سے کانٹے ہٹ گئے اب صرف قدم آگے کو بڑھانے کی ضرورت تھی۔ خوشگوار موسم کے بعد تھوڑی ہی دیر بعد بارش زور و شور سے برسنے لگی تھی۔یہ شاید اُس کے صبر کا صلہ تھی یا شاید اُس کے صبر کے مکمل ہونے کا پیغام، اُس کا صبر اور دل سے مانگنا اللہ کو پسند آیا تھا۔ساری وجوہات خدا کی اُس سے راضی ہونے کی نشانی تھی۔ جو بارش کی بوندوں کی مانند زمین پہ گر رہی تھیں۔وہ اس موسم میں بھیگنا نہیں چاہتی مگر زمین پر برستی رحمت نے اُسے بھیگنے سے روکا نہیں تھا۔وہ اپنی گاڑی کو روڈ کے کنارے پہ لگائے گاڑی کے ساتھ باہر جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔اتنے عرصے بعد ملی رحمتیں اور اللہ کا عطا کردہ صبر کا پھل سب کچھ وہ آج کے دن اس بارش کے آنے کے روپ میں دیکھ رہی تھی۔اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا اُس کے چہرے پر صرف بارش برس رہی ہے یا آنسوؤں کی دھار بھی ساتھ بہہ رہی ہے۔سب کچھ ایک ساتھ زمین پر برستی بارش اور آنکھوں سے نکلتا

سیلاب سب کچھ ایک جیسا تھا۔ آس پاس سے گزرتی گاڑیاں اور گزرتے ہوئے لوگ سب اُس کو دیکھ کے جا رہے تھے وہ بارش میں بچوں کی طرح بھیگ رہی تھی لیکن وہ اپنے رب کے سائے میں محفوظ تھی اپنے بدن کو ڈھانپے وہ ایک اچھے انسان کی طرح وہاں کھڑی بارش سے لطف اٹھاتے ہوئے آنکھوں سے آنسوؤں کو بھی نکال رہی تھی لیکن کسی کو اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ لڑکی ساتھ رو بھی رہی ہے وہ سب کو ایک بے خبر لڑکی لگ رہی تھی۔ ایک بارش کی دیوانی۔ سب بارش کے ہونے کی وجہ سے دکانوں میں پناہ لے رہے اور کوئی تیز رفتاری کے ساتھ گھر کو روانہ ہو رہے مگر وہ!وہ ہر چیز سے انجان تھی۔ نا تو اُسے سردی لگ رہی اور نا ہی وہ کسی سے گھبرا رہی تھی۔ وہ گاڑی سے باہر تھی۔ اس طوفانی بارش کے برعکس نادیہ بیگم کی بار بار کالیں آ رہی تھیں۔ اُس کا موبائل گاڑی کے ڈیش بورڈ پر موجود تھا مگر اُسے کالوں کے آنے کی خبر نہیں تھی۔

oooooooooooooooo

"یار تو کدھر رہ گیا تھا، موسم دیکھ رہا کتنا خراب ہو گیا ہے۔۔"زاویار شامیر کے گھر آتے ساتھ ہی بھڑک اٹھا تھا۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا کہ آج باہر نہیں جانا ہے، صبح سے موسم بے انتہا خراب ہے مگر تم نے میری بات نہیں سنی اگر تم پانچ منٹ میں گھر نہیں آتے تو میرا پریشانی سے اور برا حال ہو جانا تھا۔ وہ اس وقت باہر باغیچے میں کھڑے ہوئے تھے۔

زاویار شامیر کی ٹینشن میں بھول چکا تھا کہ وہ بارش کے ہونے سے بے حد بیمار ہو جاتا ہے۔ اُس کے لیے زیادہ ٹھنڈے موسم کا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ گارڈ جو کہ چھتری لیے زاویار کے پاس حاضر ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا اگر بڑے صاحب نے انھیں ایسے باہر دیکھ لیا تو اُس کی خیر نہیں تھی۔

"میری جان سانس تو لے لے، میں بچہ تھوڑی نہ ہوں دیکھ تیرے سامنے صحیح سلامت اور خوش باش کھڑا ہوا ہوں۔ یہ بارش کوئی عام بارش نہیں یہ کسی کے صبر کا پھل ہے۔"بارش کی وجہ سے بھیگے بالوں کو انگلیوں کی پوروں سے سنوارنے لگا تھا۔ ویسے آج تیرا اتنا احتیاط

برپنا بنتا نہیں ہے۔ بھیگے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تو میرے لیے بچہ ہی ہے۔ ایک تو ٹھنڈ پھر اتنی طوفانی بارش اور اوپر سے تیری یہ نرالی باتیں۔۔۔ چل اندر چلتے ہیں طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔" بارش اور کھڑکتی بجلی کے باعث وہ کافی اونچی آواز میں بات کر رہا تھا۔

"آج تو یہ بارش کی بوندوں کا خود پر برسنا نقصان نہیں دے سکتا ہے۔" وہ بغیر چھتری کے بارش سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"آخر کچھ بتاؤ گے بھی کہ ہوا کیا ہے اور تم کہاں گئے تھے؟" زاویار سے مزید اب اُس کی گول مول گفتگو برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"میری لائبہ میری ہو گئی ہے، شانزے کو میری محبت سے کوئی اعتراض نہیں بلکہ وہ ہم دونوں کو لے کر بہت خوش ہے۔" دیکھو تم مجھے ہمیشہ کہتے تھے کہ گھر والوں سے یہ زبردستی کی منگنی ختم کروالو، اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔" وہ ہمیشہ سے جو اُسے بزدل سمجھتا تھا آج اُس نے اپنی محبت کو آخر صبر کا دامن نا چھوڑتے ہوئے پا لیا تھا۔" شامیر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اتنے عرصے کے بعد آخر تیری روح کو چین آ ہی گیا ہے۔ وہ چھتری کہ سائے سے باہر آ گیا تھا۔ یہ خبر کوئی چھوٹی خبر نہ تھی، وہ شامیر کی خوشی میں سب کچھ بھول گیا حالانکہ اُسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ بارش میں یوں بھیگنا اُس کی صحت کے لیے بہتر نہیں ہے۔

"وہ جس طرح سے میری زندگی میں آئی اور میرا اُسے ہر طرح سے مانگنا۔۔۔ یہ سب میرے سچے دل سے کی گئی دعا کا صلہ ہے۔"

"ایزی ہو جاؤ اتنے دیوانے بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" بارش اب زاویار کو بھی کافی حد تک اپنی گرفت میں لی چکی تھی۔ گاڑد بار بار اُسے چھتری سے بچانے میں ناکام رہا تھا۔

"میں! میں ایسا کیا کروں کہ مجھے بھی تیرے برابر کی خوشی محسوس ہو، مجھے اس قدر تیرا چین میں دیکھنا، میرا فوراً صدقہ دینے کا دل کر رہا ہے۔" شامیر کی خوشی میں مزید اضافہ کرتے اور نظر سے محفوظ کرنے کے لیے اُس کے دماغ میں جو آ رہا وہ! وہ بولی جا رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ تم بھی اپنے دل کو زندہ کرو اور خوشیوں کو محسوس کرنا شروع کر دو۔" شامیر اُس کے کندھوں پر موجود زاویار کے ہاتھوں کو تھپتپانے لگا تھا۔

"تمہاری خوشی میرے لیے کافی ہے، تم خوش ہو سمجھو میں بھی بہت خوش ہوں۔" شامیر کا ہاتھ اُس نے چوما تھا۔

oooooooooooooooo

وہ گھر پہنچتے ہی اپنے کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ سب کو جلدی سے اپنی نہیں بلکہ شامیر اور لائبہ کی شادی کے بارے میں بتا دے۔ آخر اتنے عرصے کی بے چینی قرار میں بدل گئی تھی۔

فریش ہونے کے بعد وہ کافی دیر تک برستی بارش کو کھڑکی سے برستا ہوا دیکھتی رہی تھی۔ نادیہ بیگم کی کال کا جواب دینے کے بعد وہ عائشہ کے گھر جانے کے بجائے اپنے کمرے میں موجود تھی۔ وہ جو اُسے ہمیشہ کڑوا گھونٹ پینے کا کہتی تھی۔۔۔ اُسے آج وہ بتانا چاہتی تھی کہ "ہر چیز سے تھک کر جان نہیں چھڑانی چاہیے بلکہ کوشش کرتے رہنا چاہیے۔" وہ اُسے اپنے دل کا حال بتانا چاہتی تھی، وہ اُسے بتانا چاہتی تھی صرف میری ہی نہیں اللہ نے تمہارے

خلوص سے کی گئی دعا، قرآن خوانی۔۔۔سب قبول فرمالی ہیں۔وہ اُسے بتانا چاہتی تھی کہ بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔نادیہ بیگم باہر گیراج میں موجود شانزے کی گاڑی کو دیکھتے ہوئے سکون سے جا کر سونے لگی تھیں۔وہ جانتی تھی اس وقت شانزے کے کمرے میں جانا بیوقوفی ہے،"شانزے کو رات جلدی سونے کی عادت تھی۔"لیکن وہ اتنا نہیں جانتی تھی کہ سنجیدگی کے شمار کے ساتھ ساتھ اُس کی عادات بھی کافی حد تک بدل چکی ہیں۔اُسے رات جلدی سوئے ہوئے عرصہ ہو گیا تھا۔

"ویسے اللہ۔۔۔دو محبت کرنے والے اگر مل جائیں تو سب کی آنکھوں میں ایسی ہی چمک ہوتی جیسے شامیر اور لائبہ کی آنکھوں میں ایک دوسرے کے لیے تھی؟ کیا دو دلوں کا مل جانا ہمیشہ ہی ایک دوسرے کے دلوں کو آپس میں جوڑی رکھتا ہے؟"کاش ہر کوئی ایک دوسرے سے ایسے ہی محبت کرتا ہو کہ محبت دل سے کرے لیکن!لیکن آنکھوں سے بھی صاف محبت جھلکے۔"آنکھوں سے تو دل کے راضوں کا اندازہ صاف لگایا جاسکتا ہے۔"اُس کے دماغ میں اب بھی اُن دونوں کی خوشیوں کا تصور موجود تھا جو وہ چاہ کر بھی بھلا نہیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سکتی تھی۔ "وفادار دکھنا ضروری نہیں، وفاداری کا دل میں ہونا ضروری ہے۔" آنکھیں موندتے وہ بیڈ کے سہارے سے ٹیک لگائے آنکھوں کو بند کر چکی تھی۔ سب کچھ بھلا کر وہ آج صبح کے سارے منظر کو اپنے دماغ میں آنکھوں کو بند کیے دہرا رہی تھی۔ آج کا دن اُسے عجیب سے سکون کی تسکین پہنچا رہا تھا۔ آج کا دن وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی، آج کے دن اُسے نیند بھی نہیں آسکتی تھی۔ نیند نے تو ویسے ہی کافی عرصہ سے رخ بدل رکھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی جس پر وہ اپنا سر اٹھا کر سامنے دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"کون ہے آجاؤ دروازہ کھلا ہوا ہے۔" وہ کان میں پڑتی دروازے کی کھٹکھٹاہٹ سے چونکی تھی۔

"تم ایسے نیچے کیوں بیٹھی ہوئی ہوں، کیا ٹھنڈ نہیں ہے؟ بارش دیکھو۔۔۔ موسم دیکھو۔۔۔ اور تم! تم آرام سے نیچے بیٹھی ہوئی ہو۔ ہیٹر بھی نہیں جلایا ہوا ہے، کیا کر رہی ہو لڑکی اٹھو یہاں سے۔" وہ اُس کے قریب قدم بڑھاتے ہوئے ہاتھ اُس کے قریب کرتے ہوئے بولا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔ وہ بچوں کی طرح شانزے کی فکر کرتا تھا۔ اُسے زمین سے اٹھایا اور وہاں اُس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ عمار اُس کے ساتھ اب کمرے میں موجود تھا۔

"یار میری چھوڑ تم بتاؤ، تم اب تک کیوں جاگ رہے ہو؟ وقت دیکھا کیا سے کیا ہو گیا ہے۔" وہ اُس کو سر پر ایک چپت لگاتے ہوئے بولی تھی۔ یہ وہی شرارت تھی جو وہ دونوں مل کر پہلے اکثر کیا کرتے تھے۔ جو دن کو پہلے عمار نے کی تھی۔

"میں سو سکتا تھا؟" وہ حیران ہوا۔

"تم کتنے چالاک ہو، کل دفتر سے چھٹی کرنے کا دل ہو گا نا اس لیے اب میرے کمرے میں آ کر میرے سے باتیں کرنے لگ گئے ہو، تاکہ صبح آنکھ نہ کھلے اور واپس سب کو یہ کہو کہ رات شانزے کے کمرے میں اُس سے باتیں کرنے میں مصروف تھا، اس لیے آفس کے لیے اٹھنے نہیں ہوا ہے۔" وہ بازوں کی آستینوں کو مار پیٹ کے انداز میں اوپر کرتے ہوئے بولی تھی۔ چلو جلدی سے جاؤ اور اب اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ اور میں بھی یہاں نیچے بیٹھی بیٹھی سو گئی تھی شکر ہے تم نے آ کر جگا دیا ہے۔ میں بھی سوتی ہوں اور تم بھی جا کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سو جاؤ۔ وہ عمار کو دیکھتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چلو اٹھو بھی ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور اسے زحمت دیتے ہوئے اٹھنے کا کہا تھا۔

"دیکھو ہر کسی کو اپنی طرح کا مت سمجھا کرو میں یہاں تمہاری خیریت کے لیے آیا ہوں آج تم گھر کافی دیر سے آئی ہو، بارش کی وجہ سے ماما بھی بہت پریشان تھیں۔ چلو مجھے بتاؤ کہاں گئی تھی اور کیا ہوا ہے۔۔۔؟" وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دوبارہ اُسے بیڈ پہ اپنے ساتھ بیٹھا چکا تھا۔

"ارے۔۔۔ تم نے ہی تو مجھے بھیجا تھا یاد کرو۔" آئی برو اچکاتے پھر سے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی تھی۔

"میں! میں نے کب بھیجا اور۔۔۔ کیا کہا تھا؟" وہ حیرانگی سے اُس کے سوال پر منہ بناتے ہوئے بولا تھا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ جا رہی ہو تو اپنے غموں اور اداسی سب کو باہر چھوڑ کے آنا۔" وہ اُسے بات یاد دلانے لگی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں لیکن میں نے باہر جانے کو تو نہیں کہا تھا وہ تو تم خود گئی تھی۔" ایک سر پر اُسے بھی چپت لگائی تھی۔

"ہاں تو میں اسی لیے گئی تھی، تمہاری وجہ سے میرا جانا جو ضروری ہو گیا تھا۔" وہ اپنے بالوں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے سلجھاتے ساتھ اپنی ہنسی کو بھی دباتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا تو بتاؤ پھر۔۔۔ کیا تم اپنے سارے دکھ وغیرہ باہر چھوڑ کے آئی ہو؟ کیا تم پہلے والی شانزے ہو گئی ہو؟" وہ آنکھوں کو مزید چھوٹا کرتے ہوئے بولا تھا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ اپنے سارے غم وغیرہ باہر چھوڑ آنا، میں بھی اپنی ساری اداسیاں گاڑی کے ٹائر کے نیچے دے آئی ہوں اب میں پہلے والی شانزے بن گئی ہوں بالکل تمہاری پہلے جیسی شرارتی بہن شانزے۔۔۔ کیا اب تم خوش ہو؟" وہ اپنی لٹوں کو انگلیوں سے گھمانے لگی تھی۔

"ہاہا۔۔۔ سوفنی۔۔۔ کیا واقعی؟" اُسے تو جیسے شانزے کی باتیں سن کر سکون کا سانس آیا تھا۔

"ہاں بھلا میں نے کیوں جھوٹ بولنا ہے۔" ماتھے پر شکنے لائے وہ عمار کو گھورتی رہی تھی۔

"چلو پھر اسی خوشی میں ایک کام کرتے ہیں۔" وہ کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا تھا۔ بارش اب بھی لگی ہوئی تھی۔

"اس وقت؟ اب کیا رہ گیا ہے؟"

"دیکھو میں ساتھ والے کمرے سے جا کر پینٹنگ کا سارا سامان نکال لاتا ہوں اور تم جب تک اچھی سی چائے یا کافی بنا کر لے آو، ہم پھر پینٹنگ بنانے کے ساتھ موسم کو انجوائے کرتے ہیں۔" آنکھ مارتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے بہت اچھی ترکیب سوچی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر چاہتے ہو کہ عزت سے تم اس کمرے سے تشریف لے جاؤ تو اگلے پانچ منٹ کے اندر تم مجھے یہاں نظر مت آو۔" قریب ہوتے ہی اپنی شہادت کی انگلی کو اُس کی طرف بڑھایا تھا۔

"ہاہا۔۔۔ جا رہا ہوں، ویسے یہ جوک تھا۔ گڈ نائٹ مائے سسٹر۔" گالوں کو تھپتپاتے ہوئے وہ اب شانزے کے کمرے سے جا چکا تھا۔

oooooooooooooo

فجر کی نماز ادا کر کے وہ سو گئی تھی،وہ پوری رات نہیں سوئی تھی، صبح نماز ادا کرنے کے بعد کافی دیر تک سونے کی وجہ سے وہ دن تک سوتی رہی تھی۔نادیہ بیگم دوبار اُس کے کمرے کے چکر لگا چکیں، مگر اُسے گہری نیند میں سوتا دیکھتے ہوئے جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔سب ناشتہ کر کے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے لیکن شانزے آج ایسے سو رہی تھی جیسے انسان پیاسے کو پانی دے کر بھول جائے،جب تک پیاس ختم نہ ہو وہ پانی پینا نہیں چھوڑتا ویسے ہی کافی دیر سے وہ سو رہی تھی۔تب تک اٹھنا اور اٹھانا مشکل تھا جب تک اُس کی نیند مکمل نہ ہو جائے۔

دوسری جانب عائشہ اپنے گھر بے سکونی کے عالم میں تھی۔کل سے اُس کے دماغ میں صرف شانزے کو لے کر کافی سوالات گشت کر رہے تھے۔اتنی کالیں ملانے کے بعد اب

وہ بے زار ہو چکی تھی۔ وہ بہت سارے غلط خیالات کا شکار ہوئی، آخر بے حد تنگ آ کر اُس نے شانزے سے ملنے کا فیصلہ کیا، صبح سے مسلسل بے تحاشا کالوں کے باوجود کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ کل رات نادیہ بیگم سے معلوم ہونے پر اُس نے اندازہ لگایا کے تیز بارش کے باعث بھی وہ گھر موجود نہ تھی۔

"آخر کیا باتیں ہوئیں جس کے سبب وہ اب تک اپنا موبائل نمبر آن نہیں کر سکی ہے۔"

کمرے میں ٹہلتے ساتھ وہ اپنے آپ سے بڑبڑانے میں مصروف تھی۔ وہ کل رات سے ہی اُس کی غیر موجودگی کے باعث بہت پریشان تھی، کافی دیر سے گھر لوٹنے پر اُس کا دل مزید گھبرا رہا اور کافی کالیں کرنے کے باوجود اُس کا شانزے سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔

"مجھے تحقیق کے لیے اُس کے گھر جانا چاہیے شاید اُسے میری ضرورت ہو، آخر اسی لیے تو وہ فون نہیں اٹھا رہی، ہو سکتا وہ تکلیف میں ہو۔ اسی لیے وہ مجھ سے رابطے میں بھی نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُس نے کھانا بھی نہیں کھایا ہو مجھے اس کے پاس ہونا چاہیے شانزے کو میری ضرورت ہے۔" یہ سوچتے ہی وہ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے عبایہ اوڑھے وہ اب گھر سے باہر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نکل چکی تھی۔ دوستی بہت مقدس رشتہ ہوتا ہے اس زمانے میں مخلص دوستوں کا ملنا بہت خوش نصیبی کی بات ہوتی ہے۔ عائشہ اور شانزے کی دوستی بھی بہت بے لگام تھی۔ ان کی دوستی کبھی نا ختم ہونے والی دوستی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے لیے جان دینے کو تیار، ایک دوسرے کی چاہت میں اس قدر اندھے تھے کہ پریشانی ختم کروانے کے لیے کسی سے نہیں بلکہ صرف اپنے اللہ سے رجوع کرتے تھے۔ "دوستی! دوستی تو وہ خاص رشتہ ہے جو بے جان وجود میں بھی پیار سے جان ڈال دیتا ہے۔ "دوستی تو انسان کو ہر مشکل سے آزادی دلوانے میں مدد دیتی ہے۔ دنیا میں تو اُس انسان کو سب سے زیادہ غریب کہا گیا جس کا کوئی دوست نہیں ہے۔

وہ دماغ میں نہ جانے کتنے خیالات سجا کر، ان سب کو خوابوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس قدر گہری نیند سو رہی کہ اُسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اُس کے کمرے میں کسی کی موجودگی بھی ہے یا نہیں۔ پچھلے پندرہ منٹ سے عائشہ اُس کے کمرے میں موجود تھی وہ بغیر کسی ہل جل

کے سو رہی تھی۔ شانزے کے چہرے پر اتنا سکون دکھائی دے رہا تھا کہ جیسے کبھی زندگی میں کوئی غم آیا ہی نہ ہو۔ عائشہ بھی اُس کی نیند پوری ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے دل میں کہیں خدشات چل رہے تھے۔ مگر دل میں یہ دعا بھی ضرور تھی کہ دل بھی اسی طرح سکون میں ہو جیسے اس وقت چہرہ سکون میں ہے۔

"نہ جانے رات کو کب سوئی ہو گی جو دوپہر ہونے پر بھی اس کی نیند نہیں ٹوٹ رہی ہے۔ نہ جانے اس نے کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں یہ کب تک اٹھے گی۔" وہ اب اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے بڑبڑا رہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر جو سکون تھا اُسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اتنے عرصے میں پہلی بار شانزے کو اتنا پر سکون سوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب تو وہ اُس کے اٹھنے کا شدت سے انتظار کر رہی تھی، مگر ایک وہ تھی جو گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔

آخر پینتالیس منٹ کے انتظار کے بعد اُس نے کروٹ بدلی تھی۔ آنکھوں کو میچتے ہوئے وہ سامنے کی جانب لگی گھڑی کو دیکھتے ہوئے فوراً سے اٹھ بیٹھی، حیرانگی کا عالم اس قدر تھا کہ اُس

نے وقت معلوم کرتے ساتھ ہی سانس اندر انڈیل لیا تھا۔

"اللہ چار بج کر پندرہ منٹ ہو گئے اور مجھے کسی نے جگایا تک نہیں ہے، میں کیسے اتنی دیر تک سو سکتی ہوں۔" اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ اپنے چہرے کو نیچے کرتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔ یہ زندگی میں پہلی بار ہوا کہ وہ اتنی دیر تک سوئی رہی تھی۔ شانزے اپنی عادات کے مطابق بہت ماڈرن ہونے کے باوجود صبح فجر کی نماز ادا کر کے دس بجے تک سویا کرتی اور جب سے یونیورسٹی سے فری ہوئی وہ تب صرف دس بجے اٹھ جایا کرتی ورنہ وہ فجر کی نماز ادا کر کے سونا پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ اٹھ کر ناشتہ وغیرہ کر کے دو بجے تک کبھی کبھار سامنے عائشہ کے گھر چلی جایا کرتی یا وہ کبھی آؤٹنگ کے لیے چلے جایا کرتے تھے۔ اپنے مزاج کے مطابق وہ کبھی آرٹ کے آلوں کے ساتھ کھیلنا پسند کرتی، مگر آج وہ اس قدر حیران تھی کہ اُسے اتنا دیر سونے پر خود پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

oooooooooooooooo

وہ اس وقت ناز خاندان کے محل کے ارد گرد گھوم رہے تھے۔ہارٹ لیس کے چہرے پر ذرا بھی خوف نہیں،وہ سکون سے گاڑی اُن کے محل کے قریب لے جاتا ہوا رک چکا تھا۔ گاڑی کو روکتے ہی وہ ماہین سے بات کرنے لگا تھا۔

"تمہارا گھر آچکا ہے،تم یہاں سے اب اندر اکیلے ہی جاؤ گی۔"وہ سامنے کی جانب بازیاب عمارت کو دیکھتے ہوئے مزید مزاج بدلتے ہوئے بولا تھا۔اسے وہاں کے ہر ایک ایک فرد سے نفرت تھی۔وہ نفرت اس لیے تھی کہ ناز خاندان نے جتنا پیسا اور وقت اس محل کی شان میں خرچ کرنے میں لگایا اتنا وقت کاش اپنے بچوں کی تربیت پر بھی لگایا ہوتا تو آج صورتحال یہ سب نہیں ہونی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں اندر جانے کے لیے زیادہ مجبور نہیں کروں گی،تم مجھے یہاں سے تھوڑا آگے مین گیٹ کی پارکنگ تک چھوڑ آو،وہاں سے گارڈ مجھے اندر محفوظ طریقے سے لے جائیں گے۔"وہ اس کے مزاج کو اچھے سے بھانپ چکی تھی۔حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ماہین مزید کوئی بحث کیے بغیر گاڑی سے اتر چکی تھی۔آنکھوں میں آنسوؤں کی بہتی لڑیاں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دل کے حالات و واقعات سب بیان کر رہی تھیں۔ ایک ہفتے کی گمشدگی کے بعد وہ اُس جنگل نما گاؤں سے آزاد ہو کر سامنے کی جانب کھڑی سفید عمارت کو اپنی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آنکھوں سے بہتے سیلاب کو وہ روک نہیں پائی تھی۔ گاڑی سے اترتا ہارٹ لیس اس کی کیفیت کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے کی جانب بڑھ چکا تھا۔ ماہین کے آنسوؤں کا اندازہ اُسے نہیں تھا۔ وہ بلکہ خاموشی سے سیلاب سے آزاد ہو رہی تھی۔ وہ بس پیچھے مڑے بغیر چلا جا رہا تھا جس کی بدولت ماہین سارا واقعہ نظر انداز کرتے ہوئے اُس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ وہ دونوں اب سامنے کی جانب بنے پارکنگ کے گیٹ کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ ماہین عمارت کو دیکھنے کے دوران کافی پیچھے رہ چکی جبکہ ہارٹ لیس قدم روکے بغیر آگے کی طرف جا رہا تھا۔ ماہین اُس کے ساتھ ہونے کے لیے پیچھے بھاگی تھی۔

"تم کون ہو کیا میں تمہیں جان سکتی ہوں؟" اُس کا گھر قریب آ گیا تھا، وہ اُسے جاننا چاہتی تھی مگر وہ اب تک انجان تھی۔

"ہاں۔۔۔ تم بس مجھے اپنا ایک برا خواب سمجھنا اس سے زیادہ میں کچھ نہیں ہوں۔"

"تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، میں دوبارہ تم سے رابطہ کیسے کر سکوں گی؟" وہ اُس کے قریب جاتے ہوئے بولی، آواز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ رو چکی ہے، ماہین کی آواز میں لرزش تھی۔

"تمہیں اُس کی ضرورت نہیں پڑے گی تم سب جان جاؤ گی۔" پارکنگ اور اُن کے درمیان کچھ قدموں کا مزید فاصلہ رہ چکا تھا۔ وہ باضد تھی اُسے ماضی کے بارے میں سب جاننا تھا، ماہین کو کسی چیز کی بھی پریشانی نہ تھی وہ بس اُس سچائی کے بارے میں جاننا چاہتی جس کے بارے میں بہت سے سوالات اُس کے دماغ میں دھوئیں کی مانند اڑتے اور غائب ہوتے تھے۔

"تم جانتی ہو تمہارا موبائل کہاں ہے؟" اس سنگین موقع پر ماہین کو ہارٹ لیس کے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔

"نہیں۔" ایک الفاظ کے تحت خفگی کا اظہار کیا تھا۔

"تو یہ لو اس کا میں نے کیا کرنا ہے" اپنی جیب سے موبائل نکالتے ہوئے ماہین کی طرف بڑھایا۔ اب مجھ سے مزید سوالات مت پوچھنا کہ یہ تمہارے پاس کیسے آیا یا تھا وغیرہ وغیرہ ہمارے پاس بہت کم ٹائم رہ گیا ہے اس کے بعد تم اپنے راستے میں اپنے اور ہاں دوسری

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بات اس موبائل میں کچھ باقی نہیں رہا جتنا بھی ڈیٹا تھا وہ سب دیلیٹ ہو چکا ہے۔

"اب اگر اس میں سے سارا ڈیٹا ڈیلیٹ ہو گیا ہے تو مجھے اس کی کیا ضرورت، اس کو تم اپنے پاس ہی رکھ لو" کافی غصے کا اظہار کیا تھا۔ وہ اُسے نخرے دکھاتی اور وہ اُس کے نخرے اٹھاتا بھی تھا۔

"ایک تو یہ ہے کہ موبائل تمہارا اور دوسرا اس میں ایک اور کام کی چیز ہے جو تمہیں اور تمہارے چہرے پر تھوڑی سی خوشی لا سکتی ہے۔" وہ ایک ہی جگہ پر رک کے بحث کر رہے تھے۔ ہارٹ لیس کا ہاتھ ابھی بھی ماہین کی جانب تھا۔

"خوشی وہ بھی میرے چہرے پہ نائس جوک۔" ماہین موبائل لینے کے حق میں نہیں تھی۔ اب اُس کے لیے وہ بیکار تھا۔

"اس میں میرا نمبر سیو ہے جس کے ذریعے تم مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔" یہ کہنے کی دیر تھی کہ ماہین نے اُس کے ہاتھ سے موبائل کھینچ لیا تھا۔

"سچی! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ بہت خوش ہوئی تھی، سیلاب میں ڈوبی آنکھیں چاند کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

طرح چمک اٹھی تھیں۔ موبائل کو اپنے سینے سے لگائے وہ اچھلنے کے انداز میں چیخی تھی۔

"ہاں سچی، اچھا چلو بس اب آرام سے، اللہ حافظ۔" آخر وہ ماہین کے چہرے پر خوشی لا ہی چکا تھا۔

"ایک آخری بات پوچھ سکتی ہوں؟" وہ اُس کے اللہ حافظ کہنے پر جھنجلائی تھی۔

"ہاں کہو؟"

"تمہارا نام ہارٹ لیس کیوں ہے؟" اُسے صرف شناخت کے طور پر اس انجان شخص کا صرف یہی نام یاد تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمہیں پتہ دل پر چوٹ نہیں لگتی، یہ گوشت کا ٹکڑا زخمی نہیں خراب ہو جاتا ہے؛ مگر جب یہ خراب ہوتا تو صرف پھینکنے کے کام آتا۔۔۔ پھر انسان ہارٹ لیس بن جاتا ہے۔" "یہ سب چھوڑو تم اب گھر جاؤ اور اب ہمیشہ ایسے ہی خوش رہنا ہے۔ سامنے کی جانب لگے گیٹ کی سمت ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بولا اور ماہین چہرے پر خوشی سجائے سر کو ہلاتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھی تھی۔ ہارٹ لیس اُس کے گیٹ سے اندر ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

"اللہ حافظ۔" گیٹ کے پاس پہنچتے وہ پیچھے مڑتے ہوئے بولی تھی۔اُسے اندر صحیح سلامت پہنچانے کے بعد وہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔وہ خوش تھی، آخر وہ اپنے ساتھ اپنی بہن کی زندگی بھی محفوظ کر کے لائی تھی۔یہ ملاقات جیسی بھی تھی جن حالات پر بھی مشتمل رہی مگر وہ مزید بہت سی سانسوں کو روکنے سے بچا لائی تھی۔

پارکنگ کو پار کرتے ہوئے ایک اور دروازہ تھا جس کو کھولتے ہی گارڈز کی لائنیں لگی ہوتی اور اُس کے بعد حویلی کے اندر جانے کا داخلی دروازہ لگا ہوا تھا۔پارکنگ کا دروازہ انھی کے لیے کھلا کرتا جو وہاں اندر رہنے والے افراد ہوتے،ماہین کو دیکھتے ہی گارڈ نے بی بی جی کہا اور دروازہ کھولتے ہی خوش آمدید کے الفاظ کہتے ہوئے بھاگتے ہی آگے کی جانب لگا دروازہ کھولنے لگا تھا۔پارکنگ کے گارڈز صرف پارکنگ تک محدود رہتے اور حویلی سے باہر دروازے پر کھڑے گارڈز اندر آتے افراد کا پیغام حویلی تک پہنچاتے تھے۔ماہین کے آنے کی خبر پہنچنے سے پہلے ہی بات حویلی کی چار دیواری تک پہنچ چکی تھی۔ماہین کسی خوف کے بغیر کسی بھی بات کا جواب دیے بغیر قدم تیزی سے حویلی کی جانب بڑھا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حویلی کی حدود کو پار کرتے ہی سب پہلے سے ایک قطار میں کھڑے اُس کے اندر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

اندر جاتے ہی جویریہ بیگم اُس کے گرد لپیٹے زار زار رو رہی تھیں۔ سب کے چہرے ایسے سوجے ہوئے تھے جیسے اس ہفتے میں ان آنکھوں میں نیند کے سوا نیند کی جگہ آنسوؤں نے لے لی ہو، آنکھوں میں نیند کے سوا ہر غم نے پہرا دے رکھا تھا۔ اس ایک ہفتہ نے ناز خاندان کو بے بس کر دیا، وہ چاہ کر بھی خوشی کی ایک جھلک بھی محسوس نہیں کر سکتے تھے۔ وہ حویلی غم کی لپیٹ میں لپٹی ہوئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"امی بس چپ ہو جائیں، اب میں واپس آ گئی ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" خود سے الگ کرتے ہوئے جویریہ بیگم کے چہرے سے آنسوؤں کو ہٹایا تھا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہو رہا لگتا اس گھر کی خوشیوں کو کسی کی بد دعا لگ گئی ہے۔" ماہین کے ذہن میں ماضی میں گزرے ہوئے خوشیوں کے لمحات یاد آئے جب پوری حویلی کو شادی کی خوشی کے نام سے سجایا گیا تھا۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ گھر کو ہر جگہ سے خوبصورتی

سے سجا رکھا مگر اب وہ حویلی سنسان تھی۔ سب پھیکا پھیکا سا لگ رہا تھا۔

"ماما اب میں آ گئی ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا، اس گھر میں خوشیاں پھر سے زندہ ہو جائیں گی۔" وہ اُن کی پریشانی کو فوراً سے دور کرتے ہوئے بولی تھی۔ اُن سب کے سفید لباسوں سے اُسے کوفت ہو رہی تھی۔ "پچھلے کئی دنوں سے اُسے سنسان جنگل سے ڈر لگ رہا تھا مگر آج اُسے یہ سفید رنگ بھی کچھ مانوس نہیں لگا تھا۔"

"اور جو چلے گئے اُن کا کیا؟" اتنے وقت کے بعد احمر صاحب کی آواز اُس کے کانوں میں پڑی تھی۔ اپنے باپ کی بات اُسے سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"کچھ نہیں گیا، خوشیوں کا کیا ہے وہ پھر سے واپس آ جائیں گی۔" اپنے باپ کے قریب جا کر بیٹھ گئی تھی۔ آپ سب ایسے کیوں سوگ منا رہے ہیں؟ میں آپ سب کے سامنے صحیح سلامت کھڑی ہوں، اب اپنا حلیہ آپ سب بدل لو۔ وہ نہایت معصومانہ انداز میں بولی تھی۔

ماہین گھر کی بہت لاڈلی اور سمجھدار لڑکی تھی۔ وہ جانتی تھی اُس کے لاپتہ ہونے کی وجہ سے جو گھر پر کرب گزرا تھا وہ کسی بھی چیز سے انجان نہیں تھی۔ شادی کے دن لڑکی کا غائب ہو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جانا۔۔۔اپنوں کا غیروں میں تبدیل ہونا۔۔۔اُن کی تلخ گفتگو کا دل کو چیرتے ہوئے سب کو بے گناہ ہونے کا یقین دلانا۔۔۔یہ سب آسان نہیں تھا۔وہ تو ناز خاندان کے خوف کی وجہ سے اتنا تماشا نہیں ہوا اگر وہ اتنے رتبے اور رعب دار نہ ہوتے تو اپنوں نے ہی عزتیں اچھال اچھل کر انہیں قبروں میں اتار دینا تھا۔اس بات سے اور الزامات،سب سے وہ بری رہ گئے تھے کیونکہ سب اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ ماہین کی پسند کی شادی تھی۔ریاض بھی کافی اچھے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ان دونوں کا آپس میں ملنا ایک اتفاق تھا اور وہ اتفاق انہیں شادی کے بندھن میں جوڑنے کے لیے کافی تھا۔

"خوشی!خوشی تو واپس آجائے گی،گزرے ہوئے انسان وہ لوٹ کر واپس کیسے آئیں گے؟"

احمر صاحب کی آنکھوں میں پہلی بار آنسوؤں کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔اُن جیسا خاندان میں بہادر اور صبر والا نا کوئی تھا نا ہی ہو سکتا،پچیس سال کی عمر میں پہلی بار ماہین نے اُن کی آنکھوں میں آنسوؤں کا چشمہ پھوٹتا ہوا دیکھا تھا۔یہ سب دیکھنا ماہین کے لیے اتنا آسان نہیں تھا۔وہ سب برداشت کر سکتی یا کر چکی مگر سوائے اس منظر کے،یہ سب دیکھنا اُس کے لیے بہت مشکل۔۔۔اتنا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہ اُن کی آنکھ سے نکلا ایک ایک آنسو جیسے اُس کے وجود کو کھوکھلا ہی کرتا جا رہا تھا۔ جیسے احمر صاحب کے آنسوؤں کی بدولت اُسے اپنی جان قبض ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"بابا میں سب برداشت کر سکتی، لیکن جو منظر مجھے ابھی دکھ رہا یہ میرے وجود کو ختم کر رہا ہے۔" احمر صاحب کے چہرے سے آنسوؤں کو اس قدر بے دردی سے دور کیا کہ بھیگی پلکوں کے علاوہ چہرہ جیسے کبھی آنسوؤں سے دھلا ہی نہیں تھا۔ "چلیں اب کھڑے ہو جائیں اور مجھے اپنے سینے سے لگائیں، میں کب سے آپ کا پیار محسوس نہیں کر پائی ہوں۔" اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومنے لگی تھی۔ "میرے سے بھی اب مزید اپنی اولاد کی قبریں نہیں کھودی جاتی، میرا ابھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ میرے بھی جسم میں جان نہیں رہتی ہے۔ اگر تم کچھ پل کے لیے مزید لاپتہ رہتی تو واقعی میرے جسم میں جان نہیں رہنی تھی۔" اس سے زیادہ شاید ہی وہ کچھ بول پاتے۔ "ساری زندگی جس کے کندھوں پر چڑھ کر سیر کا لطف اٹھایا تھا۔ آج انہیں ویل چیئر پر بیٹھا دیکھنا اور اُن کی آواز میں مزید قوت کو محسوس نہ کرنا۔۔۔۔ یہ سب سہہ پانا اتنا آسان نہیں تھا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی۔۔۔امی۔۔۔ میرا دل بیٹھا جا رہا کچھ تو بولیں؟ کون سی قبریں؟ یہ آنسو، سفید لباس۔۔۔ ا۔۔۔امی۔۔۔بتائیں نا، یہ سب میری واپسی کے لیے تھا؟ اگر ایسا ہے تو میں واپس آ گئی آپ سب اب کیوں رو رہے ہو؟" اپنی ماں کے پاس جاتے گہرے گہرے سانس لیے تھے۔ وہ خود بھی سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس اوپر چادر اوڑھے ہوئے تھیں۔ لیکن کوئی جواب وصول نہیں ہوا، سب سر کو جھکا کر کھڑے ہوئے تھے۔ دیکھیں میں اُن اندھیروں میں لپٹی ہوئی تھی مگر اس طرح کی آزادی مجھے برباد کر رہی نہ کے آباد۔۔۔کچھ تو بولو۔۔۔وہ ذہنی طور پر صحت مند نہ رہی تھی۔ ایک ہفتہ میں جیسے وہ اپنا ذہنی توازن کھو چکی تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے گئے ہوئے صرف ایک ہفتہ ہوا لیکن آپ سب مجھے بھول گئے میرے سے باتیں چھپانے لگے ہیں۔ میرے سامنے ہی کیوں سب کی اصلیتیں کھل رہی ہیں، کیا میرے اندر اتنا صبر ہے؟ بس سہی آپ سب اپنے ہونٹوں کو سیے رکھو میں بھی اب مزید آپ سب سے کوئی سوال نہیں کروں گی۔" وہ اپنے آپ کو گرنے سے بے حد روک رہی تھی۔ اُس کا جسم اب مزید اُس کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھا۔ اُس نے اپنا رخ بدلا اور سیڑھیوں

کی جانب بھاگنے لگی تھی۔ چہرے سے آنسوؤں کو ہٹاتے ہوئے وہ اب سیڑھیوں کی جانب بھاگ رہی تھی۔

"میری رانی بیٹی کہاں جا رہی ہو؟" اتنی طویل گفتگو میں پہلی بار دادی جان اُس سے مخاطب ہوئی تھیں۔ مخاطب تو ہونا ہی تھا اب مزید وہ کسی اور کو خود سے دور جاتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی اور نہ ہی دیکھ سکتی تھی۔ پکارا بھی اُس نام سے جو وہ سننے کے لیے ترس گئی جسے سننے سے سب غم ہوا ہو جایا کرتے تھے۔ جب بھی ماہین کسی سے خفا ہوتی یا اس طرح روٹھ کر اپنی بہن کے کمرے میں بھاگنے لگتی تو دادی جان اُسے رانی بیٹی کے نام سے پکار کر اپنی طرف متوجہ کر لیتی تھیں، لیکن آج وہ شاید کسی اور مقصد کے لیے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ آگے جانے کے سب راستے بند ہو گئے تھے۔ اب قدرت نے اُس سے یہ حق بھی چھین لیا تھا۔ جس طرح وہ بھاگ کر سب سے خفا ہو کر ہانیہ کے ساتھ وقت گزارنے جاتی آج قدرت نے وہ حق بھی اُس سے چھین لیا تھا۔ سب سے بڑے اداکار ہماری زندگی میں ہمارے اپنے ہوتے، جو ہمارے ہونے کی اداکاری بخوبی طریقے سے دکھاتے ہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دا۔۔۔دادی جا۔۔۔جان۔۔۔۔تب سے آپ کیوں خاموش ہیں جب میں تڑپ رہی تھی، جب ہر کسی کے پاس جا کر یہ پوچھ رہی کہ میں واپس آ گئی ہوں میری خبر سنا دو۔۔۔۔میری واپسی کی خبر سے تو خوش ہو جاؤ۔لیکن آپ سب کا ایسے منہ لٹکتے دیکھتے ہوئے میرے پاس جو واحد سہارا بچا میں اُس کے قریب جا رہی ہوں، مجھے مت روکیں، آپ کی آواز سے میرے قدم آگے بڑھنے سے رک رہے ہیں۔"اُس کی آنکھیں آنسوؤں کا کتنا اور بوجھ اٹھاتیں،وہ اب خوش کرنا اور رہنا چاہتی تھی مگر شاید یہ ان سب کا صحیح وقت نہیں تھا۔اُس کے ہاتھوں سے واپس خون نکلنا شروع ہو گیا تھا،سفید پٹی پھر سے سرخ ہو رہی تھی۔اتنی تکلیفوں میں اُسے ہاتھ پر تازے زخم کا احساس ہی نہیں رہا تھا۔اُسے معلوم نہ ہو رہا کہ تکلیف کس جگہ نہیں ہو رہی ہے،پورا وجود تکلیف سے چور چور تھا۔وہ ظن و تخمین کی حالت میں مبتلا تھی۔

دادی جان کی پر سکون باہیں اُن کا بے شمار پیار راستے میں خلل پیدا کر چکا تھا،اگر وہ مزید اُسے ایک بار پھر سے پکارتی تو وہ فوراً سے بھاگتی ہوئی اُن کے سینے سے جا لگتی۔

"بیٹا یہ قدم میری آواز سے نہیں بلکہ تمہیں آگے لے جانے سے روک رہے ہیں، جس راستے پر تم رواں ہوئی ہو وہاں کی منزل اب مزید نہیں رہی، ہانیہ مزید اس دنیا میں نہیں رہی اُس کی چند سانسیں باقی نہیں رہی ہیں۔" وہ دادی جنہیں کبھی کسی سہارے کی ضرورت نہیں پڑی آج آنسوؤں اور چھڑی کے سہارے پر تھیں۔ جویریہ بیگم بھی کسی اور دنیا۔۔۔ بلکہ وہاں موجود کوئی انسان بھی حال میں نہیں تھا، سب کسی نا کسی یاد کے تحت ماضی میں لوٹے ہوئے تھے۔ کیا آسان ہوتا ہے ایک ساتھ مصیبتوں کا آنا۔۔۔ اُن کے ہوتے ہوئے سنبھلنا، اب رہ ہی کیا گیا تھا، سب تو ختم ہو گیا تھا۔ ماہین تو ہانیہ سے منسلک تھی مگر وہ نہیں رہی تھی۔۔۔ جس کی وجہ سے وہ اُس انجان شخص سے لڑ رہی تھی۔ اُسے اپنی اہمیت کا اندازہ تھا مگر وہ یہ سب سوچ بھی نہیں سکتی یا اُس کے دماغ نے اب اُس سے سوچنے کا حق چھین لیا تھا۔

"ہاتھ تو پہلے سے ہی زخمی تھے مگر اب! اب دل بھی چھلنی چھلنی ہو گیا تھا۔ اُس کا دل کسی کو بد دعا دینے کو چاہا تھا مگر وہ رک گئی تھی۔ کسی کو دی گئی بد دعا لوٹ کر خود کی طرف ہی آتی اور اپنوں پر کی گئی بد دعا اپنوں اور گھر دونوں کو راکھ کر دیتی ہے۔ کسی اور کو نہیں اُس کا اپنے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھائی کو بد دعا دینے کو جی چاہا تھا۔"یہ ایک ہفتہ نہیں ایک صدی بیتی تھی۔اُس نے ایک ایک سیکنڈ گزرتا ہوا محسوس کیا تھا۔وقت تو جیسے تھم گیا تھا،ایک ایک پل ماہین نے گن گن کر گزارا اور جب اپنے پیاروں کو دیکھنے کی طلب میں لوٹی تو معلوم ہوا ایک اپنے کی طلب ہمیشہ رہے گی اُس کی ہنسی، آواز سب ہوا کی لہر کی طرح سنائی دے گا۔"وہ ایک چہرہ جو اب اُسے ہمیشہ صرف خیالوں میں ملے گا۔"اُس کی کمی دل کو خون کے آنسو رلائے گی۔

"آپ یہ سب مجھے خود کے قریب آنے کے لیے کہہ رہی ہیں نا؟"وہ اب بھی یقین نہیں کر پا رہی تھی۔"میں جانتی ہوں آپ نے میری کمی کو بہت محسوس کیا۔۔۔مگر اس طرح سے تو مجھے خود کے قریب نہ کریں۔دا۔۔۔دادی میرے اندر مزید اور ہمت باقی نہیں رہی ہے۔"وہ اب بھی کسی آس میں تھی۔وہ کچھ بھی اس طرح کا تصور کرنے کی حالت میں نہیں تھی۔زمین میں دھنسی تو نہیں مگر وہ بے قابو ہوتے ہوئے سیڑھیوں پر بیٹھ چکی تھی۔دا۔۔۔دی۔۔۔میں اس عرصے میں معلوم کر آئی۔۔۔میں نے آپ سب کی کمی کو بہت محسوس کیا،میں ساری زندگی ہانیہ کی کمی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی ہوں۔مجھے معاف کر دو،مگر یہ میرے

بس میں نہیں ہے۔ می۔۔۔۔ میں تو اپنی سانسیں داو پر لگانے کے لیے نہیں ڈری مگر آپ کی بات سن کر میں ڈر گئی ہوں۔ اب بس کر جاؤ، کیوں مجھے اتنا صبر والا سمجھ رکھا ہے۔ بیٹیوں سے لپٹے ہوئے ہاتھوں سے اپنے بالوں کو نوچنے لگی تھی۔ چیخیں تو بہت چھوٹا لفظ اُس کی آواز میں تڑپ بھی شامل تھی، اور شاید یہ ہمیشہ اُس کی آنکھوں میں ہانیہ کو دیکھنے کے لیے آباد رہنی تھی۔

"انسان دوسرے انسان کو سب دے سکتا دولت، پیار، نفرت، عزت، دلاسہ، وقت، خوشی مگر سانسیں۔۔۔ وہ اپنی سانسیں نہیں دے سکتا ہے۔" اگر ایسا ہوتا تو ماہین اپنی سانسوں کو کب کا اُس ننھی کلی کو دے چکی ہوتی۔

"بیٹا خود کو سنبھالو اب ہم سے کسی اور کی جدائی نہیں برداشت ہونی ہے، میں اپنی باقی زندگی میں اور کسی کو خود سے جدا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا ہوں۔" احمر صاحب کی آواز اُس کے کانوں تک دوبارہ گئی، وہ بے بسی کے عالم میں بول رہے تھے۔ ایک بیٹا اور دو بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار چکے تھے۔ کسی باپ کے لیے یہ سب کرنا آسان نہیں ہوتا ہے۔ وہ

اُسے تکلیف میں دیکھ کر خود کی سانسوں کو کم ہوتا محسوس کر رہے تھے۔"آسان نہیں ہوتا انسان کو کھو دینا اور پھر آخری دیدار تو قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔"

oooooooooooooooo

"زیادہ اوور ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں،اب جلدی سے فریش ہو جاؤ میں پچھلے ایک گھنٹے سے تمہارے انتظار میں ہوں۔"عائشہ سامنے کی جانب بیٹھی لڑکی کو گھورتے ہوئے بولی،وہ پینتالیس منٹ سے بیٹھی اُس کا انتظار کر رہی مگر مجال ہے کہ شانزے نے ایک بار بھی اُس کی طرف مڑ کر دیکھا ہو،وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے چہرے کو جھکائے بیٹھی تھی۔

عا۔۔۔عائشہ تم!تم کب آئی ہو؟"فوراً سے اپنے بستر سے اٹھتے ہوئے اُس کی طرف بھاگی،اُس کی آواز شانزے کے کانوں میں اس وقت رس کی طرح گھلی اُسے وہاں پا کر وہ بہت خوش ہوئی تھی۔عائشہ کا اس وقت کمرے کی در و دیوار میں ہونا کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔وہ سر کو جھکائے ابھی عائشہ کے بارے میں ہی سوچ رہی کہ سب سے پہلے ناشتہ وغیرہ کر

کے عائشہ کے گھر جائے گی مگر عائشہ کو وہاں پا کر وہ بہت زیادہ خوش ہوئی تھی۔

"تم کیا کانوں میں روئیاں ٹھونس کے بیٹھی ہوئی ہو؟ میں نے بتایا تو ہے کہ میں پچھلے ایک گھنٹے سے یہاں موجود ہوں۔" اپنی آئی برو کو اچکاتے ہوئے شانزے کی طرف غصے سے دیکھ کر بولا، وہ ہمیشہ کی طرح غصے سے لال تھی۔ تم جانتی ہو میں نے آنٹی سے کتنی مشکل سے اجازت لے کے اس کمرے کا رخ کیا ہے؟ اُن کا خیال یہ تھا کہ اُن کی بیٹی۔۔۔۔ پیاری لاڈلی۔۔۔۔ سی بیٹی سو رہی ہے اُسے تنگ کرنے کی گستاخی نہ کی جائے اور میں نے بھی ملکہ نادیہ کا حکم مانا، دیکھ لو تمہاری دوست نے اس کمرے میں موجود ہوتے ہوئے بھی تمہاری نیند میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی ہے۔ نہایت شرارتی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے کہا تھا۔

"تم جانتی تو ہو وہ ہماری دوستی کو لے کر کیا کچھ نہیں کہتی ہیں۔"

"ہاں اُن کی مجھے بات یاد، اور وہ سہی بھی کہتی ہیں واقعی ہم دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر رہنا مشکل ہے۔" وہ نادیہ آنٹی کی بات کو یاد کرتے ہوئے بولی تھی، وہ اُن کے بیچ بے تحاشا پیار کو دیکھ کر ہمیشہ یہی دعا کرتی کہ یہ دونوں ایک ہی گھر میں جائیں، ورنہ ان دونوں کا ایک

دوسرے کے بغیر گزارا کیسے ہو گا۔

"ہاں لیکن عائشہ۔۔۔ مجھے معاف کر دو میرا بالکل بھی دھیان نہیں تھا نہیں تو میں انگڑائیاں لینے کے بجائے تمہارے قدموں میں بیٹھی ہوتی، تم جانتی ہو میں تمہارا کل سے کتنا انتظار کر رہی ہوں۔ مگر رات کو دیر سے لوٹنے کی وجہ سے میں تمہارے گھر نہیں آئی کہ تمہیں کسی بھی قسم کی کوئی پریشانی نہ ہو۔" اُس کے گلے سے لپٹے ہوئے ہاتھوں کی گرفت کو مضبوطی سے اُس کے ارد گرد اور مضبوطی سے باندھا تھا۔

"پریشانی؟ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ پچھلے کہیں گھنٹوں سے میں سوئی نہیں اور جو کل کی رات۔۔۔ وہ قیامت کی طرح تھی جو گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔" اُس کے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ اوپر سے جب میں نے آنٹی سے سنا کہ تم اتنی بارش میں گھر نہیں لوٹی تو سوچو مجھ پر کیا بیتی ہو گی۔ تو کیا یہ سب پریشانی نہیں؟ یا مجھے صرف تمہارا چہرہ دیکھ کر پریشان ہونا تھا جس کی وجہ سے تم مجھ سے پردہ کرنے لگی ہو۔ عائشہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنے میں مصروف تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہاں ایک تو تم سب پتہ نہیں کیا سمجھے بیٹھے ہوئے تھے، جیسے شانزے کوئی چھوٹی بچی اور بچی رات میں نہ جانے کہاں تھی۔۔۔ تمہیں معلوم رات کو اتنی اچھی بارش تھی میں اس میں انجوائے کر رہی تھی اس لیے واپس آنے میں تھوڑا وقت لگا اور جب میں گھر لوٹی تھی امی! امی کو بتا دیا تھا۔ وہ دراصل۔۔۔ میں باہر بارش میں بھیگ رہی تھی تو موبائل کی آواز کانوں تک نہیں آئی تھی۔" اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں پیسا تھا۔ اس وقت وہ کسی بچے کی مانند گفتگو کر رہی بالکل شرارتی انداز میں سب جان کر کہہ رہی تھی۔ شانزے جانتی تھی عائشہ کا مزاج اسی طرح بہتر ہو سکتا ہے۔

"لڑکی تم کب سدھرو گی؟" ہمیشہ کی طرح شانزے کے ڈراموں سے تنگ آ کر وہ یہی کہا کرتی تھی، وہ اس طرح سے ہر بات بیان کر رہی جیسے اُسے کسی چیز کی سمجھ بوجھ ہی نہ ہو، پر سکون ہو کر سب کہہ رہی تھی اور چہرہ بالکل ویسا جیسے ہر وقت چہرے پر ستارے چمکا کرتے تھے۔ آج اتنے عرصے بعد عائشہ کو محسوس ہوا کہ کھوئی ہوئی شانزے واپس لوٹ آئی ہو یا جس شانزے کو وہ جانتی اور سننا چاہتی تھی آج اُس شانزے کو دیکھ کر اُسے لگا تھا کہ واقعی اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی دعا سن لی گئی تھی۔ وہ بے فکر، تنگ کرنے والی اور بہت سی احمقانہ حرکتوں سے بھرپور۔۔۔۔ پہلے والی شانزے لگ رہی تھی۔

"تم اپنے نظریے کو سدھار لو کیونکہ شانزے تو نہیں سدھرنے والی ہے۔" آنکھ مارتے ہوئے اُس کے پاس سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی تھی، شاید وہ اُس سے آنکھیں نہیں ملا پا رہی تھی یا وہ گھبرا رہی تھی جس دن کا وہ برسوں سے انتظار کر رہی آج وہ انتظار کی گھڑیاں رک گئی تھیں، کل کا دن انتظار کا آخری دن تھا۔ وہ بہت بڑے امتحان سے آزاد ہوئی، اور اب اُسے اپنی مزید دعائیں قبول ہوتی نظر آ رہی تھیں۔

"شانزے تمہاری یہ مسکراہٹ۔۔۔ یہ مجھے پہلے کی طرح خالص لگ رہی ہے۔ مگر پھر بھی میں تم سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا کوئی پریشانی ہے؟ اتنے عرصے کا انتظار ختم ہو گیا تو ڈر لگ رہا کہیں نظریں دھوکہ تو نہیں کھا رہی ہیں۔" شانزے کی پشت اُس کے سامنے تھی، وہ اب کے تمام تاثرات سے بے خبر تھی۔ عائشہ بہت اٹک اٹک کر سوال پوچھ رہی تھی، صبح سے اُس کا انداز۔۔۔ لہجہ سب مترادف تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کھوئی ہوئی کوئی چیز اُسے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوبارہ مل گئی ہو، جس کی خوشی میں وہ اپنے اوپر بیتے سب غم نظر انداز کر رہی ہے، شاید ایسا ہی تھا مگر وہ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ دوسری جانب گہری خاموشی طاری تھی۔

شانزے کی خاموشی اُس کے سارے سوالات پر مہر لگا رہی۔۔۔ سچ کی مہر۔ اُسے اپنے اندیشے بالکل درست ہوتے نظر آئے کہ وہ غلط نہیں سوچ رہی شاید یہی حقیقت ہے۔ اب اُس کا دل کہیں گنا زیادہ تیز دھڑک رہا تھا۔

"جواب دو شانزے! ایسا کیا ہے۔۔۔ جو۔۔۔ت۔۔۔ تم۔۔۔ مجھ سے۔۔۔۔ چھ۔۔۔ چھپا۔۔۔ رہی ہو؟" اب آواز میں لڑکھڑاہٹ کے ساتھ آنکھوں میں نمی بھی گھل رہی تھی۔

"ارے۔۔۔ کیا ہوا تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟ میں بتاتی ہوں لیکن یار ایسے رونے والے کام تو مت کرو۔" عائشہ کی آواز بدلی ہوئی محسوس کرتے ہوئے وہ اُس کے قریب آ بیٹھی تھی۔ ایک ہاتھ عائشہ کے چہرے پر آئے گئے آنسوؤں کو ہٹانے میں مصروف اور دوسرا ہاتھ اُس کے کندھے پر موجود تھا۔ وہ اپنی خوش نصیبی پر کیا کہتی، اُس کے پاس جان چھڑکنے

والی دوست موجود ہے۔

"اچھا اب میں نہیں رو رہی تم بتاؤ تم ٹھیک تو ہو نا؟ تم اس طرح کیوں خاموش ہو جاتی ہو، تم جانتی ہو کہ مجھے تمہاری خاموشی تکلیف دیتی میرے دل میں ایسے لگتا ہے جیسے کچھ ہو رہا ہے، میں گھبرا جاتی ہوں۔ تم بولتی رہا کرو مجھے پہلے والی شانزے چاہیے۔" اس وقت وہ بالکل شانزے کی طرح ضد کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اُس سے خوشی کا ایسے کہہ رہی جیسے دکان پر رکھا کوئی کھلونا پسند آ گیا ہو اور اب وہ عائشہ کو چاہیے تھا۔

"اللہ نے تمہاری سن لی تم میرے لیے اللہ کا دیا ہوا بہت قیمتی تحفہ ہو۔ تمہاری دعائیں رنگ لے آئی، تم سب کی دعائیں رنگ لے آئی ہیں۔ تم جانتی ہو جو میں چاہتی تھی وہ مجھے مکمل طور پر مل گیا۔۔۔ تم جانتی ہو شامیر مجھے پسند نہیں کرتا، وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے اور اب ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ خدا نے ہمارے لیے راستہ بنایا اور میرے اور زاویار کے بیچ کی رکاوٹ مٹا دی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اللہ میرے نیک ارادوں کو جانتا ہے، وہ مجھے اُس سے ضرور نوازے گا۔ عائشہ میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔ ایسا ہو گا نا؟" وہ اب صوفے

پر اُس کے ساتھ بیٹھی گزری ہوئی رات کا قصہ سنا رہی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مزید گھبرا رہی تھی۔

"شانزے اگر زاویار کسی اور کو پسند کرتا ہوا تو پھر۔۔۔ تم کیا کرو گی؟" یہ وہ اندیشہ تھا جو عائشہ کو بہت ڈرا رہا تھا وہ شانزے کو ہمیشہ اس سفر پر چلنے سے روکتی، وہ جانتی تھی کہ سفر پر چل کر سب تکلیفیں ہی تکلیفیں ہیں۔ عائشہ ایک بہت سمجھدار لڑکی تھی۔

"اچھا چھوڑو ایسے نہ کہو چھوڑو یہ سب باتیں، ہم دونوں تیار وغیرہ ہو کر کنول کے گھر جاتے ہیں۔ اُس کی شادی سر پر اور ہم۔۔۔ تم تو پھر لیکن میں! میں تو ایک بار بھی اُس کے گھر نہیں گئی ہوں۔" بات گھما دی وہ مزید کچھ بھی سننا اور کہنا نہیں چاہتی تھی۔ ایسی بات وہ اپنے ذہن میں بھی نہیں لانا چاہتی تھی۔

"جی۔۔۔ ٹھیک ہے۔" وہ سرسری طور پر مسکرائی تھی۔

"ساری باتیں چھوڑو تم بتاؤ تمہاری بہن کب آ رہی ہے؟" شانزے نے اُس کا بھی دھیان ہٹانے کے لیے کسی اور موضوع پر بات کرنا مناسب سمجھا تھا۔

"یار وہ کل ہی خیریت سے لاہور پہنچ چکی ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ یہاں آجاؤ لیکن وہ امی ابو کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی ہے، اور شادی گزرنے کے بعد میں بھی لاہور واپس چلی جاؤں گی، میرے پاس بھی کچھ ہی وقت ہے۔" دونوں باتیں کرتے کرتے کمرے سے باہر جا چکے تھے۔

《●●●●　●●●●　●●●●　●●●●》

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہیلو تم کہاں پر ہو؟" وہاج کال پر بات کرتے ہوئے باغیچے کی طرف جا رہا تھا۔

"دبئی آ گیا ہوں۔" وہ انگڑائیاں لیتے ہوئے نیند میں مگن ہوتا ہوا وہاج سے مخاطب ہوا تھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے گھر واپس آجاؤ کام ہے۔" تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے جا رہا تھا۔ وہ بھی وہاج تھا جیسے کو تیسا، ہر بات کا الٹا جواب اُس کے پاس موجود ہوتا، آخر کیوں نہ ہو

دونوں کو وکالت میں مہارت جو حاصل تھی۔

"یہ سواری کدھر کو جا رہی ہے۔" اس قدر موبائل میں سر شار دیکھتے ہوئے ایمن بیگم سے رہا نہیں گیا تھا۔ وہ اب ٹکر ٹکر اُسے دیکھ رہیں تھیں۔

"امی بس ہم لوگ نکل رہے ہیں میں یہاں سے جا کر عاطف کو اٹھاؤں گا اور پھر ہم لوگ کراچی کے لیے نکل جائیں گے۔" موبائل استعمال کرنے کے دوران نظر اُن دونوں کی جانب گئی تھیں۔ وہ باغیچے میں بیٹھے موسم کے ساتھ چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ امی اور کائنات کو دیکھتے ہوئے اُس کے قدم رکے، اطلاع دینے کے بعد وہ آگے گیٹ کی جانب بڑھا تھا۔

"عاطف کوئی چھوٹا بچہ ہے جو تم اُسے اٹھانے جا رہے ہو؟ امی یہ کیا ڈرامہ ہے مجھے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا ہے لیکن یہ سب کہاں ہیں۔ نہ مجھے گھر پر شامیر بھائی نظر آ رہے ہیں اور اب یہ! یہ بھی اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ جا رہا ہے۔ امی آپ نے ان کو کہیں کسی آوارہ انسان کی گھٹی تو نہیں ڈلوائی ہے۔" کائنات کا انداز کافی حد تک روکھا تھا۔

"اوئے چڑیل زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری وجہ سے میں یہاں رکا ہوا

تھا،ورنہ میں کب کا کراچی جا چکا ہوتا اور تمہیں میرا احسان ماننا چاہیے اور تم۔۔۔۔ تمہیں کس کی گھٹی ہے؟ تم کون سا گھر میں پڑی رہتی ہو،ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا آئے ہوئے اور ہمیں طعنے دیے جا رہی ہو واہ بھائی واہ۔۔۔"وہاج نے ہاتھ میں پکڑے گئے بیگ کو نیچے رکھ دیا تھا۔زیادہ بے عزت کرنے کی ضرورت نہیں میں جا رہا ہوں،آگے جا کر اُس مکار انسان کو بھی جگانا ہے۔ایک تو میری قسمت ہی خراب سارے ڈرامے باز مجھے ہی ملے ہیں۔وہاج موبائل اسکرین کو مسلسل دیکھ رہا تھا۔

"ہاں ہاں۔۔۔۔ہم تو ڈرامے بازی کر رہے ہیں لیکن تم!تم پتہ کس طرح بات کر رہے ہو؟ جس طرح پرانے زمانے کی خواتین آپس میں لڑا کرتی بلکہ نہیں وہ بھی اس طرح بات نہیں کرتی ہوں گی۔تم اُن سے بھی دو ہاتھ اوپر ہو،اپنا لہجہ دیکھا تم کس طرح بات کر رہے ہو۔ آئے بڑے ہم سے بحث کرنے والے۔"بازو کی آستینوں کو اوپر کرتے ہوئے وہ بھی کسی لڑاکی خاتون سے کم نہیں لگ رہی تھی۔وہ اب ایک دوسرے کو لفظوں سے بوچھاڑ رہے تھے۔آوازیں بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی تھیں۔آخر اتنے وقت کے بعد ایک دوسرے کو

طنز مارنے کا موقع جو ملا تھا۔ ایمن بیگم نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں خاموش رہنے کا کہا اور وہاج کو اشارہ کرتے ہوئے اپنے دوست کی طرف جانے کا بولا تھا۔ اس وقت وہاج کا یہاں سے جانا ہی بہتر تھا۔ وہ ان دونوں کی گفتگو سے پک چکی تھیں، دونوں ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ایمن بیگم کو ایسا لگ رہا جیسا کوئی لڑائی کا مقابلہ ہو رہا ہو، جس کی وجہ سے دونوں بات کو ختم نہیں کر رہے تھے۔

"ایک تو تم سب کو جب بھی موقع ملتا تم سب ایک دوسرے کو ذلیل کرنے پر تل جاتے ہو۔ اب تم سب انسان بن جاؤ تم سب نے اور کتنا بڑا ہونا ہے؟" ایمن بیگم اب سر پر ہاتھ رکھے ہوئے وہاج کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ اب اپنے دوست کی طرف چلا گیا اور ایمن بیگم اور کائنات خوشگپیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

"کیا کریں امی۔۔۔ آپ پر جو چلے گئے ہیں۔ آپ کی ڈرامے باز اولاد آپ پر نہیں جائے گی تو اور کس پر جائے گی؟" کائنات نے بمشکل اپنے دانتوں کو باہر آنے سے روکا اُس کی ہنسی دو منٹ میں بحال ہونے والی تھی۔

"بیٹا اور بھی بہت سی چیزیں ہوتی، مگر جو جیسا ہوتا اُس پر اثر بھی اُسی بات کا ہوتا ہے۔"

اگر میں ڈرامے باز ہوں تو باقی بھی بہت ساری باتیں ہیں جو تم سب مجھ سے سیکھ سکتے ہو، مگر تم سب کو وہ باتیں سمجھ آتی جن میں تم سب کا فائدہ ہوتا ہے۔ ایمن بیگم نے بھی اب اچھے سے جھاڑ دیا تھا۔

دوسری جانب وہاج مارا مارا عاطف کے گھر تک تو پہنچ چکا مگر آگے جا کر اُسے امیوں کی طرح جگا رہا تھا۔ وہ پہلے ہی بہت زیادہ فلائٹ لیٹ ہونے کی وجہ سے پریشانی میں تھا۔ فلائٹ کو بہت کم ٹائم رہ گیا اور نہ جانے اُس نے پیکنگ بھی کی ہو گی کہ نہیں وہ اب دروازہ زور زور سے کھٹکتا رہا تھا۔ وہ عاطف کی آواز سن کر اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ تیار نہیں ہوا ہے۔ کال تو ریسیو ہو گئی مگر آواز سے وہ اُس کی غفلت کا اندازہ لگا چکا تھا۔

دروازہ کھولنے کی دیر تھی کہ وہاج نے ہاتھ میں پکڑا بیگ اُس کے سر پر دے مارا جس پر عاطف کے ہوش اچھے خاصے ٹھکانے آ گئے تھے۔ وہ اب جلدی سے سر سہلاتے ہوئے بیڈ کی

جانب بڑھا تھا۔

"تم کہاں مر گئے تھے، میں اتنی دیر سے دروازہ بجا رہا ہوں۔ کیا گھوڑے بیچ کے سو رہے تھے؟ یا رات کو سوئے ہی نہیں ہو۔ تمہیں نہیں پتہ کہ ہم نے آج جانا ہے؟" وہ مسلسل اُس پر برس رہا کہ اتنے میں عاطف سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔ وہ اب بھی نیند میں تھا۔

"تم مجھے کراچی جانے کا کہہ رہے ہو تو بتاؤ میں نارمل کیسے رہوں؟" نیند آنکھوں سے فوری طور پر غائب ہو گئی تھی۔ اتنا اثر بیگ نے نہ کیا جتنا کراچی کے نام نے کیا تھا۔

"دیکھو ہم کون سا اُس کے گھر جا رہے ہیں، اب ڈرامے بازی چھوڑو اور تیار ہو کر آجاؤ۔"

"یار۔۔۔۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی ہے؟؟ جاؤ ابھی جا کر تیار ہو، تمہیں میں بعد میں سنبھال لوں گا۔ وہ عاطف کو خاموش پا کر مزید آواز کو اونچا کرتے ہوئے بولا تھا۔

"بس پانچ منٹ صبر رکھ، میں تیار ہو کر آتا ہوں۔" وہ آخر کب تک اُس کی ضد سے انکار کرتا، وہ ہار مان چکا تھا۔ "یہ کہہ کر وہ باتھ روم کی جانب گیا، ضرورت کا سارا سامان لے جانے

والا وہ ایک بڑے سے بیگ میں ڈال چکا تھا۔ صرف وہ دونوں ہی کراچی جا رہے تھے باقی دونوں جاب میں مصروف تھے اس لیے ان دونوں کو ہی جانا پڑا، اگر عاطف نہیں جاتا تو شاید ہی ایسا ممکن ہوتا کہ وہاج وہاں جاتا۔ صرف یہ دونوں ایک دوسرے کی وجہ سے جا رہے تھے۔ عاطف کا کہیں آگے پیچھے جانے کو دل نہیں کرتا تھا مگر یہ کراچی تھا وہاں کے نام سے ہی اُس کا وجود کانپ جاتا، آواز بدل جاتی تھی۔ دل کو اختیار ہی نہیں تھا کہ وہ بھی کچھ بولے۔ شامیر کی ضد کی وجہ سے اور وہاج کے کافی اسرار پر عاطف نا نہیں کر سکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ نہ گیا تو وہاج کو مجبوراً اکیلے جانا پڑے گا، اور ایسا وہ کبھی نہیں کرے گا۔ وہ بھی اس کا دل رکھنے کے لیے راضی ہو گیا تھا۔

"تمہارے کرتوتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے نکلنے سے پہلے کال کی تھی، مگر سننے والے دن تم کہاں پیدا ہوئے تھے۔" وہاج اُس کے باتھ روم جانے کے باوجود اُسے ذلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ کراچی کے نام پر اُسے ہکا بکا دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

وہ دونوں بیس منٹ میں اپنے نئے سفر کے آغاز کو نکل چکے تھے۔ سفر بہت جلدی گزر گیا

یا اُن دونوں کے ساتھ ہونے سے انہیں وقت کا اندازہ ہی نہیں ہو پاتا تھا۔ وہ ہلکی پھلکی نوک جھونک کے ساتھ جہاز کا سفر مکمل کر چکے اور کراچی کی روڈوں پر ٹہل رہے تھے۔

"کراچی! سمندر جیسا دل رکھ کر کراچی کی فضائیں اُن سے ٹکرا رہی تھیں یا۔۔۔ دل تک مرہم پہنچا رہی تھیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●¤¤¤¤¤¤¤●●●●●

"یہاں آنے کی تم دونوں کو کیا ضرورت تھی، ایک بار ہی شادی کے بعد مجھے میرے سسرال رخصت کرنے آجاتے۔ اس ملک کون سا میں نے رہنا یہاں سے تو ویسے بھی مجھے باہر چلے جانا ہے۔" آخری لفظوں میں غصے سے زیادہ اداسی نمایاں تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ شادی سے خوش نہیں مگر سب سے جدا ہونے کا دکھ۔۔۔ کنول کو یہ سب برداشت نہیں

ہوتا تھا۔

"تم دونوں ایک دوسرے کے لیے بہت عزیز ہو گی ہو، میری کہاں اتنی حیثیت کہ تم لوگ میرے گھر آؤ یا میرے سے کوئی رابطہ کرو۔" اب بھی دل سے بھڑاس نکل رہی تھی۔ وہ اپنے سامنے کھڑی دو ہستیوں کی شکل دیکھتے ہوئے آگ بگولا ہو رہی تھی۔ لیکن یاد رکھنا میرے سے کسی بھی قسم کی امید لگانے کی ضرورت نہیں، اب تم دونوں سے میں پکی پکی ناراض ہوں، اور تم دونوں کے لگائے جانے والے مکھن میں کنول گھلنے والی نہیں ہے۔

"ارے ارے بریک تو لگا لو، عائشہ کیا تم نے اسے میری طبیعت کے بارے میں نہیں بتایا ہے؟" چہرے کا رُخ عائشہ کی جانب کیا تھا۔ اتنی سی بات پر کنول کے بھاشن سب ہوا ہو گئے اور وہ لفظوں میں گھلنے لگی تھی۔ رخ موڑتے ساتھ ہی شانزے نے گھورتی نظریں دیکھا کر اُسے اپنے ساتھ کھیل میں شامل کر لیا تھا۔

یار وہ م۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ ب۔۔۔۔ بات جاری ہی تھی وہ رک گئی۔

"کیا وہ میں؟ عائشہ تم نے مجھے شانزے کی طبیعت کے بارے میں کیوں نہیں بتایا ہے؟ کیا

میں اب اتنا دور رہتی جو تم دونوں مجھے ہر بات سے انجان رکھتے ہو۔" کنول نے قدم تیزی سے اُس کی طرف بڑھائے اور اُسے ہاتھ سے پیچھے کی جانب دھکیلا جس کی وجہ سے عائشہ کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ وہ نہ جانے یہ کیوں بھول چکی کہ باتوں میں لبھانے کا ہنر شانزے کے بائیں ہاتھ میں ہے۔"دوستی چاہے جتنی بھی گہری کیوں نہ ہو وقت کے ساتھ ساتھ حق کی بھی جگہ بڑھاتی ہے۔"ہر رشتہ وقت کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

"جن کے ساتھ ایک وقت گزارا ہو اُن کے ساتھ گلہ کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں ہوتی ہے، گلہ کیا ہی اُن کے ساتھ جاتا جن کو ہم اپنا مانتے ہیں۔"

"اس میں عائشہ کا کوئی قصور نہیں وہ تو تمہارے گھر آنا چاہتی تھی اور آئی بھی تھی، مگر میں نے اُسے تمہیں پریشان کرنے سے روک دیا تھا۔"ایک ایک نظر دونوں کے چہرے پر جمائی اور کنول کے گھورنے سے پہلے ہی شانزے اپنی نگاہوں کو اُن کے چہروں سے اوجھل کر چکی تھی۔ یہ بات اُس نے مکھن کے طور پر نہیں کہی تھی، بیماری نہ سہی مگر تمام تر صورتحال سے کنول کو انجان رہنے کا حکم شانزے نے عائشہ کو دیا تھا۔

"تمہیں کب سے یہ فکر لاحق ہونے لگی کہ کوئی پریشان بھی ہو سکتا یا دوسروں کو پریشان نہیں کرنا چاہیے؟" پریشان نہیں کرنا چاہیے پر کنول نے زور دیتے ہوئے کہا تھا، وہ شانزے کی حرکتوں سے بخوبی واقف تھی۔ اُس کے دل میں دوسروں کو پریشان کرنے کے حربوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

کنول اپنا غصہ شانزے کے معصوم چہرے کو نظر انداز کیے بنا نکال رہی تھی۔ "خیر چھوڑو چلو اب آ کر بیٹھ جاؤ۔" اتنے ٹائم بعد آخر کنول کو یہ خیال آ ہی گیا کہ کمرے میں موجود فرنیچر بیٹھنے کے استعمال کے لیے ہی لایا گیا یا وہ اسی مقصد کے لیے چار دیواری میں سجا کر رکھا گیا ہے۔

"تم واقعی چھوڑ ہی دو، اب ہماری دوست ہمارے ہاتھوں سے نکل کر عقل کے راستے پر چل پڑی ہے۔" عائشہ نے بھی ماحول خوشگوار بنانے کے لیے مخول کیا تھا۔ وہ بہت کم اونچی آواز سے ہنسا کرتی مگر اُس کی تیز ہنسی بھی اُن دونوں کے درمیان تک ہی موجود رہتی تھی۔

تم جانتی ہو تمہاری شادی کو اتنے کم دن رہ گئے اور میں نہیں چاہتی تم اپنے سسرال بیزار

شکل لے کر جاؤ،اس لیے میں نے مذاق کیا ورنہ یہ سب کام تو شانزے کے ہیں۔شانزے بیڈ پر پڑے کنبل کو اپنے اوپر اوڑھے بیٹھ چکی جبکہ عائشہ کنول کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے کمرے میں موجود نارنجی رنگ کے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"میرا ایک بے حد کھڑوس کزن پاکستان آیا ہے،تم جانتی ہو اُسے رونا منظور ہوتا مگر اُسے پاکستان آنا منظور نہیں ہوتا ہے۔" کنول کے دماغ میں نہ جانے کیسے اُس کے پاکستان آنے کا بھی خیال آیا جس پر وہ ہنستے ہنستے انھیں بتا رہی تھی۔

"اب ہماری باتوں کے بیچ تمہارے کزن کا ذکر کہاں سے آگیا ہے؟" ہمیشہ کی طرح شانزے کنول کی اس بات سے بہت سے برے اثرات مرتب کرتی تھی۔وہ بات کے یاد آنے پر پیچھلی بات کو ان سنی کر کے دماغ میں آئے گئے وبال کو پہلے پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھتی تھی۔

"شداد کا پاکستان آنا یہ کوئی معجزہ ہی ہے،وہ واحد ایسا بیٹا جس سے باپ خود ملنے جرمنی جاتا مگر اُسے پاکستان آنا گوارا نہیں لگتا ہے۔" ہنسی کو مزید بڑھا دیا،او ہو تم لوگوں کی آمد کے ساتھ

میرے دماغ میں اُس کا بھی خیال آ گیا اس لیے میں نے شداد کا ذکر کر لیا ہے۔ وہ اُن دونوں کی نظروں کو اپنے چہرے پر ٹھہرتا دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

جب سے شداد آیا نہ تو وہ ملنے آیا نہ ہی زاویار جیسے عقلمند انسان نے آنے کی زحمت کی ہے، ضرور شداد کا رونا دھونا ہی سن رہا ہو گا کہ مجھے واپس جانا ہے۔ اب تو عائشہ بھی کنول کا پاگل پن دیکھ کر اُسے پشت پر تھپکی دیتے ہوئے ہنس رہی تھی جبکہ شانزے زاویار کا نام سنتے ہی چونک گئی تھی۔

"ہاں، لیکن اتنا بھی مذاق نہ بناؤ۔" عائشہ اُسے اب شداد کی مزید تعریفیں سنانے سے روک رہی تھی۔

"ہاں نا، وہ بیماری میں بھی اُس کا رونا دھونا ہی سن رہا ہو گا۔"

"کون بیمار؟ کون سی بیماری میں؟" شانزے فوراً سے بولی تھی۔

"زاویار، وہی جس کے ساتھ ہم مال گئے تھے۔ وہ بیمار ہے۔"

"اُسے کیا ہوا ہے؟" اس سے پہلے کے شانزے کچھ بولتی عائشہ نے سوال کر لیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ بارش میں بیمار ہو جاتا ہے، نہ جانے ایسی کیا بات تھی جو وہ بارش میں باہر تھا۔" میں نے اُس سے زیادہ بات نہیں کی، وہ بار بار کھانس رہا تھا۔ آج فون کرتی لیکن وہ کہہ رہا تھا بہتر ہو کر ملنے آئے گا، اس لیے میں نے اُسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا ہے۔

"اب وہ کیسا ہے؟" شانزے صرف اُن دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

"مجھے معلوم نہیں، لیکن میری اُس سے کل بات ہوئی تھی۔"

"تمہیں کیوں اتنی فکر ہو رہی ہے؟" ماتھے پر بل نمایاں ہوئے تھے۔ وہ عائشہ کو ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔

"انسان ہونے کے ناتے کیا اب میں سوال بھی نہیں کر سکتی ہوں۔" اور ویسے بھی تمہارا کزن ہے، اس ناتے میرا پوچھنا غلط نہیں ہے۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے اور تم بتاؤ شانزے، اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" شانزے کو بولتا نہ دیکھتے ہوئے اُس سے سوال کیا تھا

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔" عائشہ اُس کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اندازہ لگا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چکی تھی کہ وہ یہ سب سن کر پریشان ہو چکی ہے۔

°°°°°°°°°°°

"ارے اس کا منہ کیوں ٹماٹر کی طرح لال پڑا ہوا ہے۔" شامیر خاموشی سے ناشتہ کرنے کے بعد اُس سے آخر سوال پوچھ ہی چکا، نہ جانے وہ کون سی کیفیت میں اتنا سنجیدہ ہو کر وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ شامیر اور زاویار ناشتہ کر چکے تھے مگر شداد ٹماٹر کی طرح لال اپنی جگہ پر بیٹھا کانٹے سے کھیل رہا تھا۔ پوری رات وہ زاویار کے ساتھ جاگتا رہا تھا، وہ اپنی خوشی میں یہ بھول چکا تھا کہ وہ دونوں بارش میں باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ زاویار کی طبیعت خراب ہونے کا اُسے خیال ہی نہیں آیا تھا۔ رات بھر وہ اُس کے ماتھے پر کبھی پٹیاں رکھ رہا تو کبھی پاؤں ملتا رہا تھا۔ زاویار نے یہ سب شداد اور باقیوں کو بتانے سے منع کیا تھا۔

"نہ جانے اس کو پاکستان سے کیا مسئلہ، اتنا اچھا ہم مسلمانوں کا ملک مگر اس کو یہاں نہ تو آنے

کا دل چاہتا نہ ہی یہاں بیٹھنے کو۔ ابھی اس کو آئے تین دن نہیں ہوئے اور یہ مسلسل جانے کے ضد کر رہا ہے۔ "زاویار کی اب بس ہو گئی تھی وہ مسلسل اس کو تین دن سے سمجھا رہا تھا لیکن نہ تو وہ یہاں کا کچھ کھانا کھاتا اور نہ ہی اپنے کمرے سے باہر نکلتا تھا۔ بس بھائی کے ہاتھ کے آملیٹ کا دیوانہ تھا۔ لیکن وہ آملیٹ بھی بھول چکا تھا۔ تم ہی اب اس کو سمجھاؤ میں تو اب سمجھا سمجھا کہ تھک چکا ہوں۔ سانس پھولنے کے باعث پانی پینا شروع کیا تھا۔ یہ میرا ایک ہی بھائی، میرا بھی دل کرتا ہے کہ میں اس کے ساتھ وقت گزاروں مگر اس کو دل نہیں کرتا، میں اور بابا یہاں پہ صرف بزنس کی وجہ سے ہیں۔ اگر میں نہ بھی رہوں تو وہ مجھ سے شکوہ نہ کریں مگر اُن کو میری ضرورت ہے۔ یہ بات میں اچھے سے جانتا ہوں۔ مگر! مگر یہ اور ماما تو پاکستان آتے ہی نہیں ہیں۔ چلو ماما کی تو چھوڑو لیکن یہ! یہ بھی شرم نہیں کرتا ہے۔ یہ بھی واحد ایسا عجیب انسان جس کو اپنوں کے ساتھ رہنے کا دل نہیں کرتا ہے۔ وہاں پر اس کا دل لگا رہتا ہے وہاں سے کال کر کے مس یو بول دے گا مگر یہاں پہ آ کر اپنا منہ نہیں کھولتا ہے۔ وہ اب اُسے جذباتی کر کے شداد کا موڈ بہتر کرنے کی کوشش کر رہا تھا

مگر وہ ناکام رہا۔ شداد کو صرف جرمنی اُس کے بگلے اور وہاں کی طرز زندگی سب یاد آرہا تھا۔

)"شٹ اپ "Den Mund halten (شداد واقعی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن زاویار کو سکون کا سانس آیا جرمن زبان میں ہی مگر اُس نے کچھ تو بولا تھا۔

"دیکھو میری بات سنو! اب تم دونوں مختلف زبان میرے سامنے استعمال نہیں کرنا شرافت سے میرے ساتھ اردو میں بات کرو، میں نہایت معصوم انسان ہوں۔" شامیر ایک نظر شداد اور ایک نظر زاویار کی طرف ڈالتے ہوئے بولا۔ وہ اب اپنا کھانا ختم کر کے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ معاملے کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے اُسے معاملہ ختم کرنے کے لیے یہی کہنا مناسب لگا تھا۔

"شداد نے ایسی کوئی بات نہیں کی جس کی میں تمہیں وضاحت دوں۔" وہ اپنی ہنسی کو روکتے ہوئے بولا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ شٹ اپ اُسے خاموش رہنے کے لیے کہا گیا ہے۔ لیکن میں اسے بس یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شادی تک رک جائے، اس کے بعد بے شک چلا جائے۔ بلکہ میں اور پاپا اپنا بزنس اسسٹنٹ کو سونپ کر خود اسے جرمنی چھوڑنے جائیں گے اور خوب سارا

وقت وہاں ساتھ گزاریں گے۔

"میں تو کہتا ہوں کہ زاوی آج تم گھر رہو میں اور شداد اُن دونوں کو لینے جاتے ہیں، باہر کی ہوا لگنے سے شاید اس کا مزاج تھوڑا بہتر ہو جائے اور یہاں رہنے کو اس کا دل بھی کرے گا۔ بلکہ اُن دونوں کے ساتھ رہ کر یہ کافی اچھا محسوس کرے گا۔" کندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دوسرے انداز میں زاویار کو آرام کرنے کا کہہ رہا تھا۔

"اوکے میں بھی ان کے ساتھ باہر جاتا ہوں، آپ یہاں رہیں بلکہ ہم سب کے آنے کا انتظام کریں۔ کچھ دنوں پہلے والا ویلکم مجھے کچھ خاص نہیں لگا ابھی کچھ نیو کریں۔" شامیر کی آفر اتنی بری نہیں تھی۔ مگر بہت طنزیہ انداز میں زاویار کو آملیٹ بنانے کا کہہ رہا تھا۔ وہ پاکستان میں اکثر زاویار کے ہاتھ کا آملیٹ کھایا کرتا تھا۔

رات کو آملیٹ کھانا مناسب نہیں تھا اس لیے شداد کو کچھ دن پہلے کیے جانے والا ویلکم کچھ خاص نہیں لگا تھا۔ وہ اب آملیٹ کھانے کی خواہش ظاہر کر رہا تھا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے تم دونوں جاؤ میں پھر تم لوگوں کا استقبال اچھے سے کرنے کا انتظام

کرتا ہوں۔" آخر اتنے دنوں بعد اُسے بھائی کے ہاتھ کا آملیٹ یاد آ ہی گیا تھا۔ ورنہ زاویار کو لگا وہ یہ فرمائش کرنا بھول چکا ہے۔

"رات کو املیٹ کھانا مناسب نہیں تھا، اس لیے میں نے تمہیں رات کو بنا کر نہیں دیا جب تم پاکستان آئے تھے۔" چلو اب تم دونوں جاؤ میں بھائی صاحب کے لیے باورچی بننے کی تیاری کرتا ہوں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

oooooooooooooo

وہ دونوں ایئر پورٹ پہنچ چکے تھے مگر شامیر کا فون مسلسل بار بار بج رہا تھا۔ بار بار لائن بیزی ہونے کے تحت اب فون پر قابو نہ رہا۔ اُسے کوئی کونا نہ ملا جہاں وہ اپنا منہ چھپا سکے۔

"شداد میرا ابھی جانا بہت ضروری ہے تم تینوں آرام و سکون سے ڈرائیور کے ساتھ گھر جاؤ میں شام میں تم سب کو جوائن کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ قدم آگے کو بڑھانے لگا۔ اب وہ اُن

سے کافی دور جا چکا کہ اتنے میں کال اٹھائے بغیر ایک میسج کر کے موبائل جیب میں ڈال دیا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ اب اُس کال پر موجود شخص کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ کھڑا ہوا تھا بلکہ وہ صرف دیے گئے حکم کے مطابق وہاں موجود، بالکل خالی الذہن چپ چاپ وہاں موجود تھا۔

"کیا ہوا اندر کیوں نہیں آ رہے ہو؟ آؤ اندر آ کر بیٹھو۔" لائبہ اسٹیرنگ تھامے اُسے گاڑی میں بیٹھنے کا حکم دے رہی تھی۔

"کیسے آؤں گاڑی کا دروازہ لاک ہے۔" شامیر کو شش کر چکا تھا مگر وہ لاک ہونے کی وجہ سے کھل نہیں پایا تھا۔ وہ کب سے باہر اپنی سبز آنکھوں کو مسلسل لائبہ کے چہرے پر ٹکائے کھڑا تھا۔

"لیکن موبائل اگر انلاک ہو تو اُس سے کال اٹھانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آئی تھنک میں صحیح کہہ رہی ہوں ہیں نا؟" وہ مسلسل اُسے غلطی کا احساس دلا رہی تھی۔

"اچھا بابا ہو گئی غلطی اب اگر آپ کو مناسب لگے تو کیا میں اندر بیٹھ سکتا ہوں یا آپ کی اجازت

ہو تو کیا ہم ایسا جرم کرنے کی وضاحت دے سکتے ہیں؟"وہ اپنی غلطی مان چکا بلکہ اُس کے پاس یہ سب ماننے کے علاوہ کوئی چارہ موجود نہیں تھا۔

"اگر ڈیڈ نے نہیں آنا ہوتا تو میں تمہیں کبھی گاڑی میں بیٹھنے نہ دیتی اور نہ ہی تمہارا یہاں انتظار کرتی۔"گاڑی انلاک ہو چکی اور وہ اب دروازہ کھول کے بیٹھ گیا تھا۔

"ویسے تمہارے ڈیڈ کب آئیں گے؟"شامیر نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا اس مسکراہٹ پر ایک اور وبال مچ سکتا ہے وہ اپنی دھن میں مگن بیٹھے سوال پوچھ بیٹھا تھا۔

"نہیں نہیں کھل کر کہہ دو کہ صرف تم لیٹ نہیں میرے ڈیڈ بھی لیٹ ہو گئے ہیں۔۔۔کہہ دو۔۔۔"وہ مسکراہٹ کو شامیر کی چال سمجھنے لگی اور نا سمجھی میں نہ جانے اُسے کیا کچھ کہہ دیا تھا۔"دیکھو میرے ڈیڈ تمہاری طرح فارغ نہیں ہوتے وہ نہایت مصروف انسان ہیں اس لیے تھوڑا ٹائم اوپر ہو گیا ورنہ وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔تم اپنا موازنہ اُن کے ساتھ نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔"اب تمہارے دانت کھلے ہوئے مجھے نظر نہ آئیں،شرافت سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چپ کر کے یہاں بیٹھے رہو، مجھ سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُسے سمجھ نہ آیا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا کہے شامیر کا مطلب ہر گز یہ نہیں تھا۔ وہ اُن کے بارے میں کچھ الٹا کہنے کے حق میں نہیں تھا، مگر وہ حیران کن حالت میں یک ٹک لائبہ کو دیکھی جا رہا تھا۔ اپنی بات مکمل کرتے کرتے رک گیا تھا۔ ہونٹوں میں لرزش تو ہوئی مگر اُس کے لفظوں نے ساتھ نہ دیا تھا۔

"تم کہاں مصروف تھے؟" لائبہ نے گردن اُس کی جانب گھمائی تھی۔

"بھائی اور اُس کے دوست کو ایئر پورٹ سے لینے گیا تھا۔"

"اچھا ٹھیک ہے آئندہ تم احتیاط کرنا۔" لائبہ اُس کی معصومیت پر متاثر ہو کر بولی تھی۔

"اوکے۔" سرسری سا جواب دیا۔

"مجھے اوکے مت کہا کرو" وہ جھنجلائی تھی۔

"کیوں؟" اب کی بار چہرے کا رخ لائبہ کی جانب تھا۔

"یہ مجھے کنورسیشن اینڈنگ کا پہلا ہتھیار لگتا ہے۔" وہ اُسے دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

طویل خاموشی کے بعد آخر گاڑی پر دستک ہوئی تھی۔ آج وہ دن تھا کہ لائبہ اپنے ڈیڈ سے شامیر کا تعارف کروانے لگی تھی کافی دنوں پہلے سے ہی وہ اس بات کے حق میں تھی مگر انس صاحب کی مصروفیات کی وجہ سے اُن کی میل ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ لائبہ اُن کے واپس کام پر جانے سے پہلے ہی شامیر کے بارے میں سب کچھ بتا چکی تھی۔ اب یہ دن تھا کہ ایک بار ان کے بیچ ملاقات کا ہونا ضروری تھا اور آج یہ دن آن پہنچا تھا۔ اُس کے والد آرمی میں آفیسر تھے،، بہت کم اپنے گھر کو آیا کرتے، لائبہ اُن کی اکلوٹی بیٹی تھی۔ اپنی ماں کی وفات کے بعد چھ سال سے لائبہ تمام تر ماضی سے آزاد ہونے کے لیے اسلام آباد چلی گئی تھی۔ انس صاحب کی آدھی جان لائبہ میں بستی تھی۔ وہ اُس کی کوئی بھی بات ماننے سے انکار نہ کرتے تھے۔ اُس وقت کو یاد کرتے جب دو سال تک بنا کچھ کہے اندر ہی اندر تڑپتی رہتی، اپنی ماں کو ڈھونڈتی رہتی تھی۔ مگر انہوں نے لائبہ کو ماں اور باپ دونوں بن کر پالا کسی چیز کی اُسے کمی نہ ہونے دی تھی۔ اُن کے لاڈ پیار نے لائبہ کو بگاڑ تو رکھا تھا مگر یہ اُس کی خاموشی سے کہیں گنا زیادہ بہتر تھا۔ وہ جانتے تھے کہ آٹھ سال پہلے والی لائبہ جو دو سال سے

تڑپتی رہی اور کسی سے بات نہ کرتی وہ اُسے اس حالت سے آزاد کرنا چاہتے تھے،اور جب وہ کچھ بہتر اور ان سب سے آزاد ہوئی تو وہ بہت خوش رہتے تھے۔اُس کی بد تمیزیاں انہیں گستاخی نہیں لگتی بلکہ وہ سب صرف خوشی کا باعث بنتی تھیں۔

●●●●●●●●●●

وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔گھر کے باقی سب افراد مہمانوں کو دیکھ رہے،اب سب مہمان جا چکے تھے۔سب ایک ساتھ باہر اکٹھے بیٹھے جبکہ ماہین اپنے کمرے کو تاریکیوں میں ڈالے بیٹھی تھی۔دروازے پر دستک ہونے کی وجہ سے اُس کی نظریں کھڑکی سے ہٹ گئی تھیں،وہ باہر سے سب کو آتا جاتا دیکھ رہی،کھڑکی سے باہر سب منظر نظر آرہا تھا۔رونے کی اور کمرے میں تاریکی کی وجہ سے وہ صحیح سے دیکھ نہیں پا رہی تھی کہ کمرے میں کون دستک دے کر آیا ہے،آنکھوں میں کافی زیادہ دھندلاہٹ موجود تھی۔

"بی بی۔۔۔۔ج۔۔۔۔جی۔۔۔۔کچھ کھالیں، آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھا۔۔۔۔کھایا ہے۔"وہ ہاتھ میں ٹرے تھامے کپکپاتی آواز کے ساتھ بولی،وہ ماہین بی بی کے مزید قریب ہوئی تھی۔ آسیہ واحد تھی جو ماہین کا خیال رکھتی اُس کے ہر کام صرف آسیہ کیا کرتی تھی، آسیہ کے علاوہ باقی سب ملازمین اُس کے ارد گرد بھی نہیں منڈلاتے تھے۔وہ جانتی تھی کہ ماہین اُس پر جتنا بھی غصہ کرلے وہ آگے سے ایک لفظ بھی نہیں کہے گی۔وہ اُس وقت صرف اُسی کی موجودگی اس کمرے میں برداشت کر سکتی تھی۔ آسیہ صرف کھڑے ہو کر سنتی رہتی اور جب تک وہ کھانا نہ لے لے تب تک وہ نظریں نیچے کیے سنتی رہتی تھی۔ماہین نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اُسے باہر جانے کا اشارہ کیا وہ اُس کی آواز کو پہچان چکی تھی۔ اس وقت اس کمرے میں صرف وہی آسکتی تھی۔وہ کافی دیر سے وہاں ہی کھڑی رہی مگر ماہین کو ترس نہ آیا وہ اپنی آنکھیں بند کیے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی رہی تھی۔ صرف اُس کی آنکھوں میں وہ منظر چل رہا تھا جب وہ اور ہانیہ پورے گھر میں ہنستے چہچہاتے پھرتے تھے۔اس خوبصورت منظر کے بیچ وہ کسی کی بھی تلخی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔اُسے وہ

سب بھی یاد آیا جب ہانیہ اپنے کمرے میں لیٹی رہتی تھی آنکھوں کو حرکت میں لائے بغیر تکلیف میں مبتلا لیٹی رہتی اور ماہین کا بس نہیں چلتا ورنہ وہ اپنے جسم سے روح نکال کر اُس ننھی کلی پر وار دیتی۔ اچانک سے اُس نے اپنی آنکھیں کھولی اور پورے کمرے میں اُس کی غیر موجودگی کو محسوس کیا تھا۔ وہ کہیں سے آجاتی وہ اُسے پکارتی۔۔۔ اُس کا نام لیتی۔۔ مگر وہ کہیں بھی نہ تھی۔ وہ یادوں کے سوا کہیں بھی نہ تھی۔ وہ پاگل ہو چکی تھی۔ آنکھوں کو کھولا اور وہ چیخ بھی نہ سکی تھی۔ آج وہ آسیہ پر چیخی نہ تھی۔ اُس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ کو کسی سے لڑ سکے۔

"تم ابھی تک یہاں ہی کھڑی ہوئی ہو۔۔۔" ماہین نے سامنے دیکھا تو وہ اب تک ٹرے ہاتھ میں لیے کھڑی ہوئی تھی۔ مگر وہ آگے سے کچھ بولی نہیں، "دیکھو آسیہ یہاں سے چلی جاؤ مجھے یہاں کوئی نظر نہ آئے، میں صرف کچھ وقت اکیلے گزارنا چاہتی ہوں۔" کسی قسم کی بد تمیزی کیے بغیر اُس نے لہجے کی نرمی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا میری موجودگی بھی تمہیں کمرے میں برداشت نہیں ہے؟" دادی کمرے میں آہستہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے آتے ہوئے فوراً سے بولی تھیں، چلو تم یہ مجھے دو اور جاؤ جا کر باقی کام سنبھالو۔ انہوں نے آسیہ کو یہاں سے جانے کے لیے کہا اور ٹرے لیے ماہین کے پاس بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی تھیں۔ وہ کچھ کہے بغیر اُن کی گود میں سر رکھ چکی تھی، "رانی تھوڑا سا تو کھانا کھالو۔" وہ پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ سلانے لگی تھیں۔

"ہمارے اپنے ہماری خوشیاں کھا گئے ابھی تک یہی بات ہضم نہیں ہوئی تو یہ کھانا کیسے ہضم کروں؟" دادی میرا دماغ پھٹ جائے گا، می۔۔۔ میں کچھ بھی نہیں کھاؤں گی جب تک مجھے سچائی معلوم نہیں چل جاتی ہے۔ گود آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی۔ ٹھنڈ کی وجہ سے ماہین کا جسم برف کی مانند یخ تھا، مگر اُسے کسی چیز کا بھی ہوش نہ تھا۔

"رانی تم کیا بول رہی ہو۔۔ کون اپنا؟ کیا ہم میں سے تمہیں کسی نے اغوا کیا تھا۔" انہیں اچانک سے ماہین کی ایک ہفتے کی گمشدگی کا خیال آیا، وہ ہاتھوں کا لمس اُس کے سر سے ہٹا چکی تھیں۔

"دادی یہ سب ہونا ضروری تھا، اگر یہ سب بھی نہ ہوتا تو۔۔۔ تو نہ جانے ہم کب تک برباد

ہوتے رہتے۔" آنسوؤں میں ڈوبے چہرے کے ساتھ وہ مسکرائی تھی۔ وہ اچانک سے اٹھ بیٹھی اور موبائل استعمال کرنے لگی، آنسوؤں میں ڈوبے اور آنکھوں پر آئے گئے بالوں کو دادی نے اپنے جھریوں بھرے ہاتھوں سے سلجھایا تھا۔"

"رانی۔۔۔ کچھ کھالو اور پھر آرام کرو خالی پیٹ تمہاری طبیعت بگڑ جائے گی۔" میرے ہاتھ سے ایک دو نوالے کھالو، دیکھو میں تمہیں یہ کھلا کر ہی یہاں۔۔ یہاں سے جاؤں گی۔ وہ ماہین کی بہکی بہکی باتیں نہ سمجھ سکی تھیں۔

"دادی آپ جائیں آرام کریں میں یہ کھانا کھا کر برتن آسیہ کے ہاتھ بھجوادوں گی۔" موبائل نیچے پھینکا اور انھیں کمرے سے بھیج کر جواب کا انتظار کرنے لگی تھی۔" تمہارے بارے میں، میں جان کر ہی دم لوں گی، تم تو بھائی کہلانے کے بھی قابل نہیں رہے۔ میں تمہیں سوچنا نہیں چاہتی مگر جب میں اپنی بہنوں کے بارے میں سوچتی تو تم مجھے خود ہی یاد آتے ان کی موت سے جو تمہارا تعلق وہ میں جان کر ہی دم لوں گی۔ تم مر تو گئے مگر اپنوں کے گلوں میں پھندے ڈال کر گئے جن کی رسی کسی انجان کے ہاتھ میں ہے، جو صرف ہمیں برباد کر چکا، اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مزید بھی کرنا چاہتا تھا۔ تم نے۔۔۔ صرف تم نے اُسے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔

"انسان خود کچھ بھی نہیں سوچتا اُسے سوچنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔"

●●●●●●●●●●

ایر پوڈز کی مدد سے وہ فون پر بات کر رہی تھی۔ موبائل تھوڑے فاصلے کی مسافت پر رکھا ہوا جبکہ وہ باغیچے میں کھڑی کینوس میں رنگ بھرنے میں مصروف تھی۔ شامیر سب سے مل کر اب کافی دیر سے دروازے میں کھڑا اُس کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ شانزے کال کے ساتھ ساتھ کام کرنے میں بھی مصروف تھی۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں، اپنا بہت سارا خیال رکھنا اور پڑھائی پر بھی اچھی خاصی توجہ دینی ہے۔ یہ نا ہو کہ تم بہت پیچھے رہ جاؤ، میں کچھ ٹائم تک تم سے ملنے آؤں گی ابھی کام کی مصروفیات تھوڑی زیادہ ہیں۔" عثمان جو کہ کال پر اُس سے گلے شکوے کرنے میں

مصروف تھا لیکن وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھا وہ کب سے اُس سے ملنے نہیں گئی اور نہ ہی اس کا حال احوال جانا تھا۔

"تم کب آئے ہو؟" وہ شامیر کو پیچھے کھڑا دیکھ چکی تھی جس پر اُس نے عثمان کو اللہ حافظ اور اپنے آنے کا کہہ کر کال کو کاٹ دیا وہ اب شامیر کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"میں کب سے تمہارے فارغ ہونے کا انتظار کر رہا مگر تمہاری تو باتیں اور کام دونوں ہی ختم نہیں ہو رہے ہیں، وہ تو بھلا ہو ان بالوں کا جنہوں نے تمہیں پیچھے مڑنے پر مجبور کیا ہے۔"

وہ اب اپنی سبز آنکھیں کینوس پر جمائے ہوئے تھا۔ اُسے کبھی معلوم ہی نہ تھا کہ وہ اتنے اچھی تصویریں بناتی اور شانزے کا اس قدر شوق ہے۔ اُس کی بنائی گئی تصاویر کو دیکھ کر سوچ رہا تھا۔ وہ بہت صفائی سے بنی ہوئی تھیں جس طرح کسی پروفیشنل نے بنائی ہو۔

"نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں اور تم اتنا حیرانگی سے کیوں اسے دیکھ رہے ہو۔" وہ اب اپنی بنائی گئی تصویر کو دیکھ کر ہنسنے لگی تھی۔ اُس نے بہت خوبصورتی سے لڑکی کے بال سنہرے رنگ سے رنگے تھے۔ بالوں پر ایک کلیجی رنگ کی ٹوپی زیب تن تھی جس نے بالوں

کو ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ لڑکی دریا کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ پانی کا رنگ اور لڑکی کے فراک کا رنگ دونوں ہی ایک سا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے لڑکی نے آسمانی رنگ کے فراک کو مٹھی میں تھام رکھا تھا۔ لڑکی کے ساتھ ہی سیاہ پینٹ کوٹ میں لڑکا بھی بنایا ہوا تھا، جو پیار بھری نظروں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

"شانزے یہ بہت خوبصورت ہے۔" وہ اب کینوس کے پاس جا کر تصویر کا جائزہ لیتے ہوئے بولا تھا۔ مجھے تمہارے اس ہنر کے بارے میں علم نہیں تھا۔

"ہاں یہ میں نے کچھ دن پہلے ہی بنانا شروع کیا اور آج یہ تصویر اپنے اختتام پر پہنچ گئی ہے۔" لہجے سے خوشی جھلک رہی تھی۔ ارے۔۔۔ تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے؟ جس چیز کا شانزے کو شوق ہو تا وہ چیز خود بخود خوبصورت سے خوبصورت ہوتی چلی جاتی ہے، اب تم اپنے اندازے لگانا بند کرو۔

"چلو آو ہم اندر چل کر بات کرتے ہیں، یہ سب یاسمین آنٹی سنبھال لیں گی۔" ہنستے ہوئے اپنے ہاتھوں کو کپڑے سے صاف کرنے لگی تھی۔ اُسے ماضی کی جھلک نے ہنسنے پر مجبور کیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔

"ویسے یہ سب بھی تمہاری بنائی گئی پینٹنگ ہیں۔" ڈرائینگ روم میں لگی ہوئی مزید بہت سی خوبصورت تصویروں کو دیکھ کر کہا تھا۔ چاروں اطراف میں لگی تمام تر تصویرات کو وہ بڑے غور سے دیکھ رہا تھا، جیسے خود اس کام میں بہت ماہر ہو۔ وہ ہر پینٹنگ کے قریب جا کر جائزہ لے رہا اور کوشش کر رہا تھا کہ کہیں سے کوئی غلطی نکل آئے مگر وہ ناکام رہا تھا۔

"ارے۔۔۔ نہیں۔۔۔ پڑوس میں جو بے بی باجی کام کرنے آتی وہ سب کام چھوڑ کر پہلے میرے گھر یہ بنانے آتی ہیں۔" ناک چڑاتے ہوئے بولی تھی۔ بہت جادو ہے اُن کے ہاتھوں میں، یہ اس لڑکی کی ناک پر جو کالا نشان ہے اگر میں وقت پر نہ آتی تو بے بی باجی نے اس کو بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ انگلی سے اشارہ کر کے ہاتھ دوسری پینٹنگ کی جانب بڑھایا تھا۔

"ویسے لگ نہیں رہا کہ اس تصویر کے ساتھ کوئی واردات ہو چکی ہے۔" اُن دونوں کا قہقہہ اب کی بار بلند ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"واردات نہیں،اس کو یہاں نہ لگانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔" تمہیں پتہ بے بی باجی اور یاسمین آنٹی آپس میں بہنیں ہیں،وہ اپنا کام ختم کر کے یاسمین آنٹی کے لیے ادھر آتی،وہ دونوں کام ختم کر کے ایک ساتھ گھر جاتی ہیں۔یاسمین آنٹی کا کام ختم نہیں ہوا تو انھوں نے اپنی بہن کو کپڑا دیا،پہلے وہ ان سب پر سے گرد جھاڑ رہی تھیں۔اس پر تب فریم نہیں تھا اور وہ انجانے میں کپڑا اس کی ناک پر پھیر چکی تھیں۔خیر!یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی،اس غلطی کو میرے علاوہ اور کوئی محسوس نہیں کر سکتا ہے۔وہ اترائی تھی۔ اُس کا اترانا بنتا بھی تھا۔

"ہاہا۔۔۔یار!یہ بہت انٹرسٹنگ تھا۔اگرچہ اس میں واقعی کوئی غلطی نہیں مگر تم کہتی ہو تو مان لیتے ہیں۔"وہ پینٹنگ کے قریب ہو کر اُسے دیکھ رہا مگر وہ بالکل ٹھیک تھی۔

"تم کافی بدل گئے ہو۔۔۔تم تو ہنستے بھی ہو۔۔۔"اُس کی سبز آنکھیں مسکراہٹ کے ساتھ اور بھی خوبصورت لگ رہی تھیں،وہ تھیں ہی خوبصورت یا اُس نے پہلی بار اُس کے ہنستے چہرے کو غور سے دیکھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیوں میں کیا نہیں ہنس سکتا ہوں،اور یہ بہت اچھی ہے۔" ہنستے ہوئے باقی تصویروں کو چلتے چلتے دیکھنے لگا تھا۔

"تم آج یہاں کیا میرے ہنر کی واٹ لگانے آئے ہو؟"ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کا کہا،وہ چلتے چلتے صوفے کے قریب جا پہنچے تھے۔

"ارے میں آیا تو کوئی بات کرنے تھا مگر میں بھول گیا کہ بات کیا تھی۔"ان آنکھوں کے ساتھ کم از کم شامیر کے لیے جھوٹ بولنا آسان نہیں تھا،اُسے جھوٹ بولنا بالکل بھی نہیں آتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اگر تم مجھے تھینکس کہنے آئے ہو تو تم فکر نہ کرو میں تمہیں یاد کروا رہی ہوں اب تم مجھے کہہ سکتے ہو۔" کندھے جھٹکتے ہوئے کہا تھا۔

"تھینک یو،بلا جھجک اُس نے بات کا مان رکھ لیا تھا۔"واقعی ایک پروفیسر ہونے کے باوجود میں کچھ ڈھنگ سے نہ سیکھ سکا،نہ بچوں سے نہ بڑوں سے میں جھوٹ بولنا بھی نہیں سیکھ سکا ہوں۔ خود ہی سے سوچتے ہوئے وہ شانزے کے ساتھ مل کر مسکرا رہا تھا۔

"اچھا چلو کچھ کھا پی لیتے ہیں، باتیں تو ساتھ ساتھ چلتی رہیں گی۔" سامنے سے یاسمین آنٹی کو آتا دیکھ کر وہ فوراً سے بولی تھی۔ میز سے چائے کا کپ اٹھا کر شامیر کی جانب بڑھایا تھا۔

"تم اور اتنی سلیقہ مندی یہ کب سے ہو گیا ہے؟ مجھے لگا تم اور کائنات دونوں ایک جیسی ہو تم دونوں کو کام کہنے سے اچھا کہ بندہ خود کر لے۔" چائے کا کپ اُس سے سنبھالتے ہوئے کہا جو کہ واقعی ابھی گرنے لگا تھا۔ وہ اور کائنات اپنے بھائیوں کی اکلوتی بہنیں تھیں جس کی وجہ سے انہیں کوئی کچھ نہ کہہ سکتا وہ اپنی مرضی کی مالک اور اپنے لاڈ خوب اٹھوانا جانتی تھیں۔

"ویسے حیرت ہے شامیر تم اور اتنی تلخ باتیں، آج خیریت ہے؟ بتاؤ بتاؤ۔۔۔۔ کیا کہیں سے ہو کر آرہے ہو۔" مذاق اڑا کر کہا۔ وہ اندازے لگا کر تنگ کر رہی تھی۔ مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ تیر نشانے پر لگ جائے گا۔

"ہاں میں لائبہ کے والد سے ملنے گیا تھا، تم نے اچھا کیا مجھے یاد کروادیا ہے، میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آیا تھا۔" فوراً سے اُسے اپنے یہاں آنے کا مقصد یاد آیا تھا۔ میں شاید چائے پی کر واپس چلا جاتا مگر تم نے یاد کروادیا تو میرا ارادہ بدل چکا ہے۔ اب میں ساتھ ساتھ

تم سے بات بھی کر لیتا ہوں۔ چائے کا کپ ہونٹوں کے قریب کیا تھا۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے؟" جگتیں تھم چکی تھیں، اُس کے سنجیدہ انداز کے ساتھ چائے کا کپ میز پر رکھا، وہ اب مستقل اُسے دیکھنے میں مصروف ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں سب تمہاری وجہ سے ہوا تو سوچا پہلی خوشخبری اور مشورہ تم سے ہی لوں۔" ماتھے پر انگلیوں کو پھیرا تھا۔ وہ بھی اب ہاتھ سے چائے کا کپ رکھ چکا تھا۔

"اب کچھ بول بھی لو، ایسے اپنی باتوں میں کیوں الجھا رہے ہو۔" سبز آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی تھیں۔ سوچوں میں الجھا ہوا پا کر وہ تھوڑا گھبرائی تھی۔ اب اُس کی شامیر سے دوستی ہو چکی جس کے باعث وہ اُسے اب پریشان نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ شانزے کی خاص خصلتوں میں ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے سے جڑے کسی بھی رشتے کو پریشان تو کرتی مگر انھیں دیکھ نہیں سکتی تھی۔ شانزے نے اُسے اس طرح بات کرتے ہوئے پہلی بار پایا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ فوراً بات کی وضاحت چاہتی تھی۔

"شانزے کوئی اتنی خاص بات نہیں، تم پریشان نہ ہو میں بتاتا ہوں۔" وہ اُس کی طرف اوپر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کو دیکھا، نظریں واپس سے اوپر کو اٹھی تھیں۔

"کچھ خاص نہیں بس لائبہ کے والد۔۔۔ وہ اب میرے گھر والوں سے ملنا چاہتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے گھر والوں کو اُن سے ملواؤں لیکن سمجھ نہیں آرہا یہ سب معاملہ کیسے حل ہو گا۔" پہلی بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ ذرا بھی گھبراہٹ نہیں تھی مگر دوسری بات بولتے ہوئے اُس کے لہجے میں تھوڑی لرزش تھی۔

"پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا، تم اپنے گھر والوں سے بات کرو باقی سب میں سنبھال لوں گی۔" شانزے نے اُسے پر سکون کرتے ہوئے کہا تھا۔ دیکھو کچھ بھی نا ممکن نہیں ہے اور یہ معاملہ بھی حل ہو ہی جائے گا۔ اللہ سے کبھی نا امید نہیں ہوتے اور مایوسی تو کفر ہے۔ یہ سب تو بہت چھوٹے معاملات ہیں میں نے بہت کچھ حل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن جب آپ کا اللہ پر یقین پختہ ہو۔ بڑے میٹھے لہجے کے ساتھ شامیر کو سمجھایا تھا۔ زندگی میں وقت کے ساتھ کافی کچھ بدل جاتا ہے۔ جب انسان کو ٹھوکر لگتی یا اُسے کوئی چیز چھیننے کا ڈر ہوتا تو وہ خود اپنے آپ کو سمیٹ لیتا اور پھر سنبھل بھی جاتا ہے، یہ اللہ کی

طرف سے انسان پر آئی گی آزمائش ہوتی، جو اُسے پختہ بنانے کے لیے بہت ضروری ہوتی ہے۔ سیدھا راستہ تو پھر انسان اسی طرح ہی حاصل کر سکتا ہے۔ غلطیوں سے سیکھ کے، اپنوں کی جدائی کے ڈر سے اور پھر اللہ کی محبت جو انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ لاحاصل کو حاصل کرنے کا سفر ہی ہمیں اپنے رب کو حاصل کرنے میں ہوتا، ہمیں اُس کے قریب لے جاتا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

■■■■■■■■■■■

ایئر پورٹ سے نکلتے وقت کافی رش تھی وہ کافی لطف اندوز ہو کر ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اٹھاتے ہوئے اُس کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ ان دونوں کا آپس میں دوستی کا رشتہ بہت مضبوط تھا جس کے باعث وہ بہت زیادہ لطف اٹھاتے اٹھاتے روانہ ہو رہے تھے۔

"دیکھ تیرے آنے کی وجہ سے سورج کتنا جل رہا ہے، اسے تیرا یہاں آنا برداشت نہیں ہوا،

یہاں کتنی گرمی ہو رہی ہے۔" گردن کی جانب سے اپنی شرٹ کو جھنجھوڑتے ہوئے بولا تھا۔ کراچی کا موسم سردیوں میں بھی گرم ہی تھا دن کے وقت تو سردی کا موسم معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ انہیں تو اس وجہ سے زیادہ محسوس ہو رہا تھا کہ سردیوں کا موسم اسلام آباد کی نسبت کراچی میں زیادہ گرم تھا۔

"وہ صرف مجھ سے نہیں ہم دونوں کی دوستی سے جل رہا ہے۔" شرارت سے اُس کے کندھے کے ساتھ کندھا ٹکرا دیا تھا۔ وہ دونوں ہنستے ہنستے شداد کے کندھے سے جا لگے تھے۔ اوسوری سوری دونوں نے فوراً سے احتیاط کی اور شداد سے معذرت کی تھی۔

"کیا آپ کچھ بولتے نہیں ہیں۔" وہاج نے اُس سے بات چیت کرنے کا آغاز کیا تھا۔ پانچ منٹ سنجیدہ رہنے کے بعد وہ واپس سے اپنی پرانی روش پر آنا شروع ہو گئے تھے۔

"نہیں میرا یہاں کوئی دوست نہیں ہے جس کی وجہ سے میں خاموش ہی رہتا ہوں کیونکہ میرا پاکستان میں رہنا بہت کم ہوتا ہے۔" وہ ان دونوں کی دوستی سے کافی خوش ہو رہا تھا۔ اُسے اپنا گھر یاد آیا جرمنی میں اپنے دوست کے ساتھ گزارا ہوا وقت اُسے ان دونوں کو دیکھ کر

سب یاد آنے لگا تھا۔

"ارے تم پریشان نہ ہو، ہم دونوں ہیں نا۔۔۔ تم جب تک پاکستان ہو ہم دونوں سے دوستی کر لو ہم اپنا وقت ایک ساتھ بہت اچھے طریقے سے گزاریں گے۔" شداد کو مایوس دیکھ کر وہاج فوراً سے بولا تھا۔ عاطف نے بھی وہاج کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ عاطف خاموش نہ تھا مگر وہ کچھ بھی دل سے نہیں کہہ رہا تھا۔ دل نہ جانے کیوں ڈوب رہا تھا، اُسے گھبراہٹ ہو رہی تھی، عاطف کو کچھ بھی اچھا ہوتے ہوئے محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"ہم ایک کام کرتے ہیں آج ہم ساری خریداری کر لیتے ہیں، آخر شادی میں کچھ نہ کچھ تو الگ ہونا چاہیے نا۔۔۔ اس کے ساتھ ہی ہم بہت زیادہ چیزیں دیکھ بھی لیں گے کراچی بھی گھوم لیں گے اور اچھے سے ایک دوسرے کے ساتھ وقت بھی گزار لیں گے۔" گاڑی میں سامان رکھتے ہوئے وہاج کو ایک ترکیب سوجی تھی۔

"گڈ آئیڈیا۔" گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا، شداد ڈرائیونگ کرنے میں مصروف ہوا تھا۔ عاطف ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی نشست پر شداد کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ وہاج پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ

دونوں باہر راستے کو دیکھنے میں مصروف تھے جبکہ شداد گاڑی چلا رہا تھا اُس کا دھیان آگے کی جانب سڑک پر تھا۔

"کس طرح کے گانے آپ کو پسند ہیں؟" عاطف نے شداد سے سوال کیا تھا۔ وہ اب بلوٹوتھ کے ذریعے گاڑی کے ساتھ اپنا موبائل کنیکٹ کر رہا تھا۔

"جیسے بھی سنتا ہو لیکن وہ اس وقت تیری آواز بالکل سننے کے مزاج میں نہیں ہے۔" وہاج نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس حرکت پر شداد کی ہنسی بحال ہوئی تھی۔ اُس نے پہلی بار دو دوستوں کو ایسے بات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہی تو ہوتی ہے اصل دوستی آپس میں ایک ساتھ گزارا ہوا وقت اس طرح گزارنا کہ وہ ہمیشہ یادگار لمحات کی فہرست میں شامل رہے۔ وہ ہمیشہ آپس میں ایسے ہی رہا کرتے تھے۔ اب تو اُن کے دوستوں میں ایک اور دوست بھی شامل ہو چکا جس کا نام شداد تھا۔

"میں کون سا خود گانا گانے کا کہہ رہا ہوں۔"

"ہاں پھر ٹھیک ہے، ورنہ مجھے لگا یہاں آنے کا خیال تیری آواز سے بیکار ہونے لگا ہے۔"

وہاج نے کراچی کا لفظ نہیں کہا تھا۔ وہ اُسے سوچوں میں واپس کھوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

oooooooooo

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟" ماہین نے اُسے اپنے سامنے پا کر فوراً سے سوال کیا تھا۔ آج اُس کی آنکھوں میں لینز تو نہ تھے مگر سیاہ چشمہ آنکھوں پر ضرور ٹکا رکھا تھا۔

"میں اگر غائب ہوتا یا اگر میں نے کبھی نہ آنا ہوتا تو میں تمہارے موبائل میں اپنا نمبر سیو ہی نہ کرتا۔"

"دیکھو تم مجھے حقیقت بتا دو میں۔۔۔ مجھے رات کو سوچ سوچ کر نیند نہیں آتی ہے۔۔۔ دیکھو تم مجھے ایک بار سب بتا دو پھر میں تمہیں اپنی شکل کبھی نہیں دکھاؤں گی۔" وہ اس وقت روڈ کے کنارے گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہارٹ لیس اُس کے کافی اصرار کرنے پر وقت سے پہلے بتائی ہوئی جگہ پر آچکا تھا۔ وہ گھر سے کسی کو بتائے بغیر آئی تھی۔ تمام سیکورٹی فورسز

اور ڈرائیور کو منہ بند رکھنے کا کہا تھا۔

"تم پریشان نہ ہو جو ہوا سب بھول جاؤ گڑے مردے اکھاڑنے کا اب کوئی فائدہ نہیں رہا ہے۔" وہ اُس کی حالت کو بھانپتے ہوئے بولا تھا۔

"پریشان اُن کے لیے ہوا جاتا ہے جنہیں آپ کا خیال ہو، اُن کے لیے نہیں جن کے دل سیاہ ہوں۔" میں صرف سچائی جاننا چاہتی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ تم مجھے بتا دو گے، لیکن تم مجھے جلدی بتا دو میں ان سب تکلیفوں اور فکروں سے جلدی آزاد ہونا چاہتی ہوں۔" ایک سانس میں سب بات کہہ دی، میں جاننا چاہتی ہوں آخر ایسی کیا وجوہات تھی جن کی بدولت ہم یہ سب بھگت رہے ہیں۔ چہرے سے ٹپکتے آنسوؤں کو صاف کیا تھا۔

"یہ تو بتاؤ گھر میں سب ٹھیک تھے؟ کسی نے کچھ کہا تو نہیں۔۔؟" ہارٹ لیس نے جان کر یہ بات کی تھی، وہ ماہین کے دماغ میں کچھ پل کے لیے ہی مگر سکون لانا چاہتا تھا۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں رہا ہے۔" یہ سوال سکون کی نہیں مزید درد کی وجہ بنا تھا۔

"کیا ہوا کوئی پریشانی ہے؟ تم مجھے سب بتا سکتی ہو۔" اُسے لگا جیسے ریاض کی وجہ سے کوئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پریشانی ہے۔اُس نے ماہین کو اور اُس کے گھر والوں کو سکون کے لیے آزاد کیا تھا۔مگر وہ اُسی طرح رو رہی جیسے وہ اغوا کے پہلے روز رو رہی تھی،چہرے پر اب بھی کوئی اطمینان موجود نہیں تھا۔وہ آنسوؤں میں پہلے کی طرح ڈوبی ہوئی تھی۔

"ہانیہ اب ہم میں نہیں رہی ہے،وہ ہمیں چ۔۔۔چھوڑ کر چلی گ۔۔۔گئی ہے۔" آواز میں اس قدر تڑپ تھی،ہارٹ لیس کو لگا اگر وہ اس طرح روتی رہی تو وہ بھی اُس کے درد میں شریک ہو جائے گا۔وہ میری بہت لاڈلی تھی۔تم جانتے ہو وہ واحدت۔۔تھی جو چلے پھرے بغیر میری ایک ایک حرکت سے واقف ہوتی تھی۔میں کہاں ہوں،کیا کر رہی ہوں،اُس کے پاس کیوں نہیں گئی ہوں۔۔۔اُسے سب معلوم ہوتا تھا۔اب اُس کمرے میں صرف اُس کی خوشبو باقی رہ گئی ہے۔میں تو اُسے دیکھ بھی نہ پائی ہوں۔وہ ننھی کلی مجھ سے ناراض ہو کر گئی ہے،وہ کیوں مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئی ہے۔وہ اپنا عادی بنائے مجھے ساری زندگی کے لیے انتظار کے سفر پر چھوڑ گئی ہے۔

چند وقت کی خاموشی دونوں کے بیچ حائل رہی تھی۔درد تو ہارٹ لیس کو بھی ہوا تھا،یہ سب جانا

پہچانا واقعہ تھا۔ اُسے ماہین کی بہن اور خود سے جڑی تکلیف دونوں کا درد محسوس ہوا تھا۔ وہ بھی تو ایسے ہی تڑپا تھا، ہر جگہ پاگلوں کی طرح مارا مارا گھوم رہا تھا، ہوش میں تو وہ بھی نہیں رہا تھا۔ درد تو اُس کا بھی بڑا تھا۔ "انسان کا دور ہونا روح تک کو زخمی کر دیتا ہے۔"

"اچھا تم گھر جاؤ، ہم پھر کبھی آرام سے بات کریں گے۔" ماہین نے رو رو کر اپنا حال بے حال کیا ہوا تھا۔ ہارٹ لیس کو وہ نارمل نہیں لگ رہی تھی۔ ایسا کہنے پر وہ ہارٹ لیس کو غصے سے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک، کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" صرف اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے، وہ خاموشی کو توڑتے ہوئے مزید بولا تھا۔

"اگر تم بات کرنا چاہو تو ضرور ورنہ میں یہاں کمفرٹیبل ہوں، تم مجھے یہاں سب بتا سکتے ہو یہاں کم از کم لوگوں کا ہجوم نہیں ہے تو میں تمہاری بات اچھے سے سمجھ سکوں گی۔ لیکن تم پلیز میرے لیے آسانی کر دو مجھے سب سچ بتا دو۔" چہرے کو پھر سے اُس کی طرف گھمایا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے پیاروں کی میتوں کو اٹھتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن ایک یہ واحد

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جنازہ ایسا تھا جسے میں دیکھ نہ سکی میری بہن کو میرے بغیر ہی دفن کیا گیا ہے۔وہ میری بہن جس کی موت کا خمیازہ مجھے ساری زندگی بھگتنا پڑے گا۔میں اگر اپنی زندگی بھی لٹا دوں تو مجھے اس بات کا افسوس تو ہمیشہ رہے گا کیونکہ یہ وجہ ہی ایسی تھی اور اس واقعے وجوہات کے باوجود اگر مجھے سچ معلوم نہ ہو اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ سچ مجھے معلوم ہو سکتا ہے پھر بھی اگر میں محنت نہ کروں تو مجھے ہمیشہ ساری زندگی کا پچھتاوا رہے گا۔ٹھیک ہے جو کچھ گزر گیا وہ گزر گیا لیکن میں تو سب سچ سن سکتی ہوں نا؟اب اتنا اختیار تو مجھے دے دو۔کہ آخر یہ سب کیوں ہوا ہے۔آخر میں اتنا حق تو رکھتی ہوں نا؟؟اگر وہ ہارٹ لیس ہوتا تو اُس کے سامنے تمام تر کی گئی گفتگو اُس کے لیے بے معنی تھی مگر وہ اب بدل چکا تھا کیونکہ وہ جس کو تکلیف پہنچانا چاہتا تھا وہ تو اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ہارٹ لیس کا مقصد پورا ہو چکا تھا جس کے باعث وہ اب سب بھلا دینا چاہتا تھا۔یا وہ بھول چکا تھا۔"غلط انسان کا زندگی میں آنا ہر گز غلط نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ہمیں اجاگر کرنے کے لیے ایک روشنی کی کرن کی طرح ہوتا ہے۔"

●●●●●●●

"یہاں پر بیٹھی کیا کر رہی ہو تمہیں تو اس وقت اپنے کمرے میں ہونا چاہیے۔" انس صاحب گھر میں تشریف لاتے ہوئے لائبہ سے مخاطب ہوئے تھے۔ وہ رات کے وقت ٹھنڈ میں بیٹھی باہر باغیچے میں چائے پینے میں مصروف تھی۔ وہ کبھی اس طرح باہر باغیچے میں آ کر نہیں بیٹھا کرتی تھی ہمیشہ سے وہ اپنے کمرے میں رہنے کی عادی تھی۔

"ڈیڈی وہ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی جس کی وجہ سے میں آپ کا انتظار کر رہی تھی، اور ابھی میں آپ کی گاڑی کی آواز سن کے باہر گیٹ تک آنے والی تھی مگر میں فوراً سے بھاگ کر کچن میں گئی اور واجد انکل سے چائے بنانے کا کہا کیونکہ یہ زیادہ ضروری تھا۔ چائے کا کپ میز پہ رکھتے خود کھڑی ہو گئی تھی۔ لو جی آپ کی چائے بھی آ گئی ہے۔ خوشی سے جھومی تھی۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن اگر میرا انتظار ہی کرنا تھا تو تھوڑا اور انتظار کر لیتی دونوں ساتھ بیٹھ کر چائے پیتے۔" لائبہ کے ساتھ والی کرسی پہ آ کر بیٹھ گئے تھے۔

"وہ تو ختم ہو چکی ہے، یہ ابھی نئی آ گئی اب ہم دونوں ساتھ بیٹھ کر پی لیں گے۔" چائے کو کپ میں نکالتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں اتنی زیادہ چائے نہیں پیتے ایک کپ بہت ہوتا ہے، اب واپس نہیں پینی اب مزید اور نہیں پینی ہے۔" آنکھوں کو حیرت سے کھولتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اتنی زیادہ چائے کبھی نہیں پیتی تھی مگر آج کچھ بات کرنی جس کی وجہ سے اُس کا لہجہ نہایت میٹھا تھا۔ دوبارہ سے انس صاحب کے ساتھ میٹھی چائے پینے کا اشتیاق چاہتی تھی۔

"خیر ہے ایک دن سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔" منہ پھلاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اب دوسرے کپ کو بھی چائے سے بھر رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن اگر تم نے کوئی بات کہنی ہے تو وہ مجھے ایسا ہی کہہ دو، میں چائے آرام سے اکیلے پی لوں گا۔" طنزیہ فقرہ تو تھا مگر نہایت دھیمے لہجے میں کہا گیا تھا۔

"شامیر کے والدین کچھ دنوں تک کراچی آئیں گے۔ ان کے تایا کا گھر یہاں قریب ہی ہے وہ اُن کے گھر آئیں گے تو کیا آپ اُن سے ملیں گے؟" وہ دراصل یہ معلوم کرنا چاہتی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہ انس صاحب کی کہیں کوئی اور مصروفیات نہ ہوں تاکہ وہ شامیر کے والدین سے انہیں ملوا سکے۔

"ٹھیک ہے تم مجھے وقت بتا دینا اگر میں کراچی ہوا تو اُن سے ضرور مل لوں گا۔" بات سے اتفاق کیا تھا، اور اگر تم نے مجھے تین چار دن پہلے بتا دیا تو میں تمام کام ختم کر کے کراچی رہوں گا تاکہ اُن سے ایک بار مل سکوں۔" وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ انس صاحب نے اُس کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے بات کو مکمل کر لیا تھا۔ وہ اب چہرے پر ہنسی کو لیے خاموش رہی تھی۔ مکمل بات سن کر مثبت میں سر ہلایا تھا۔ چائے کا کپ میز پر رکھا اور نگاہوں کو آسمان کی جانب بلند کیا تھا۔

"چائے بہت مزیدار ہے۔" انس صاحب نے گفتگو کو مزید بڑھاتے ہوئے بات کا آغاز کیا تھا۔

"شکریہ ڈیڈی۔" اُس نے چھوٹا سا جملہ بول کے واپس سے سر آسمان کی طرف بلند کیا تھا۔ زور زور سے اطمینان بخش سانس لینے میں مصروف ہوئی۔ آسمان کے پار کی دنیا کو تو وہ نہیں

دیکھ سکتی تھی مگر آسمان پہ نظریں ٹکائی ہوئی تھیں۔ وہ آج کے دن کی اہم گفتگو اور اتنے خوبصورت موقع کو سوچ رہی تھی مگر اُس کی سوچوں میں کہیں نہ کہیں اُس کی ماں تھی، جو کہ کئی سالوں پہلے اس آسمان کے پار دوسری دنیا میں چلی گئی تھیں۔ آنکھوں کو موند لیا تھا۔

"زندگی میں کبھی خوشیاں ایک ساتھ نہیں آتی ہیں اور پھر خوشیاں پانے کے لیے تو بہت سی قربانیاں دینی پڑھتی ہیں۔" جس کے لیے تمام خوشیوں کو قربان کیا ہو وہ کبھی آئی ہوئی خوشی کے موقع پر ہمیں سب سے زیادہ یاد آتا ہے، اور اس غم کو سوچتے ہوئے ہمیں خوشیوں کا بھی دھیان نہیں رہتا، ہم اکثر خوشیوں کے موقع پر غمگین ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ خوشیاں ہماری انہی سے جڑی ہوتی، جو ہمیں غم میں مبتلا کر کے چلے جاتے ہیں۔" ہر خوشی کے موقع پر غم ضرور یاد آتا اور پھر خوش رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

"چلو اب کمرے میں جا کر آرام کرو کافی وقت ہو گیا ہے۔" لائبہ کے پاس جاتے ہوئے اُسے سر پر بوسہ دیا اُس کی آنکھیں ماتھے پر لمس محسوس ہونے کی وجہ سے کھلی تھیں۔ اُس نے مثبت میں سر ہلایا تھا۔

oooooooooooooo

"تمہیں اس جگہ کے بارے میں کیسے پتہ ہے۔"شانزے نے چاروں اطرف کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا۔وہ تو یہاں آتی رہتی تھی مگر شامیر کو بھی اس جگہ کا علم ہے شانزے کو یہ معلوم نہیں تھا۔

"نہیں مجھے اس جگہ کا نہیں پتہ لیکن میں اپنے دوست کے ساتھ آخری بار یہاں آیا تھا۔"اُسے یہاں کی آئس کریم بہت پسند ہے پہلے وہ گھر لایا تو مجھے بہت پسند آئی تھی پھر میں اُس کے بعد یہاں اپنے دوست کے ساتھ آئس کریم کھانے بھی آیا تھا۔

"میں بھی اکثر یہاں سے آئس کریم کھانے آتی ہوں یہ میرا فیورٹ آئس کریم سپوٹ ہے۔"چمکتے ہوئے کہا تھا۔شام کا وقت تھا جس کی وجہ سے ہلکی ہلکی ہوا بھی جاری تھی۔

چلو یہ تو اچھا ہوا تمہیں جگہ بتائے بغیر اپنے ساتھ لے آیا اور اتفاق سے تمہاری پسندیدہ جگہ بھی ہے۔"مجھے خوشی ہوئی کے یہ چھوٹی سی جگہ تمہیں پسند آئی ہے۔"آئیں اندر چل کر بیٹھ کر

کھاتے ہیں۔ موسم کے مطابق اُسے مزید باہر رکنا مناسب نہیں لگا تھا،وہ اُسے اپنے ساتھ اندر لے گیا تھا۔

"جگہ کوئی بھی ہو چاہے چھوٹی یا بڑی مگر اُس جگہ سکون کا ہونا ضروری ہے،سکون ہونا چاہیے۔۔۔نہ کہ زمین کی پیمائش کرنی چاہیے۔"ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پہلے اندر بنی جگہ میں داخل ہونے کا کہا تھا۔وہ جھک کر شامیر کا اندر جانے کے لیے استقبال کرنے لگی تھی۔

"الفاظ مقروض۔"وہ ایک بار پھر چونکا تھا سبز آنکھیں پھر سے پورا کھلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔

"میں یہاں پر تمہیں کسی سے ملواؤں گی۔"اُس کی نظریں آگے پیچھے کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں،جو اُسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"کون۔"بات کو سنتے ہوئے سامنے کی جانب ویٹر کو اشارہ کر کے پاس بلایا تھا۔

"یہاں پر۔۔۔"بات جاری ہی تھی کہ عثمان پیچھے سے آ کر سلام کرنے لگا تھا۔وہ اُسے یک ٹک دیکھتی رہی تھی۔

"باجی میں تو آپ سے بات ہی نہیں کرتا،وہ سلام غلطی سے ہو گیا تھا۔"عثمان نے جلدی سے اپنا سلام واپس لیتے ہوئے کہا وہ اپنی کم عمر کی وجہ سے نادان تھا۔انسان کو مجبوریاں وقت سے پہلے خود مختار بناتی تو ہیں مگر ہم میں کہیں نہ کہیں تو بچپنا چھپا ہوتا جسے ہم نے جیا نہیں ہوتا ہے۔آخر عمر کہاں اتنی پکی ہوا کرتی،چھوٹی عمر میں تو اکثر نادانیاں ہو جاتی ہیں۔ عثمان شانزے کا بہت لاڈلا تھا اسی مان پر اُس نے شانزے سے شکایت لگائی اور ناراضگی کا بھی اظہار کیا تھا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں یہاں آؤں گی میں نے تمہارے لیے بہت سے انعامات لے رکھے ہیں،لیکن وہ اب گھر ہیں۔میں اب دوبارہ جب خاص طور پر تم سے ملنے آؤں گی تو سب ساتھ لے کر آؤں گی۔عثمان کے چہرے کو ٹھپتھپایا تھا۔اب اپنی باجی سے اتنا تو ناراض نہ ہو،دیکھو میں نے کل آنا تھا مگر اللہ چاہتے تھے کہ میں تم سے آج بھی ملوں،لیکن اتنی ناراضگی کیسے؟ابھی تو کچھ گھنٹوں پہلے ہماری بات ہوئی تھی۔ماتھے پر شکنوں کو بحال کیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"شامیر کو تجسّس ہونے لگا جس کے باعث اُن کی گفتگو میں اپنا حصہ بھی ڈالا تھا۔

"نظر نہیں آرہا دو بہن بھائی آپس میں بات کر رہے ہیں۔ بلکہ ایک بہن اپنے چھوٹے سے بھائی کو راضی کرنے میں مصروف ہے۔ ابھی آپ دو منٹ کے لیے خاموش رہیں ہمیں بات کرنے دیں۔ ورنہ میں نے آپ سے ناراض ہو جانا اور اس طرح پھر آپ میرے بھائی سے ناراض ہو جائیں گے، ایسے تو پھر ہمیں ایک دوسرے کو راضی کرنے میں رات بھی لگ سکتی ہے۔"شانزے نے آنکھ مارتے ہوئے شامیر کو تجاویز دی تھی۔ اُن دونوں کو شانزے کی بنائی ہوئی کھچڑی پر حیرت ہوئی تھی مگر سب کے قہقہے بلند ہوئے تھے۔

"کیا مطلب ہم رات تک ناراض رہیں گے؟"عثمان نے بات کو سمجھنا چاہا مگر وہ بات میں بہت الجھا ہوا تھا۔

"ہاں ناراض رہوں گی اور تم تو جانتے ہو اگر میں ناراض ہو جاؤں تو پھر میں تمہاری آئس کریم بھی نہیں کھاتی ہوں۔"منہ کو چھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"تو آپ کیسے راضی ہوں گی؟"وہ مزید شانزے کے قریب ہوتا ہوا بولا تھا۔عثمان جانتا تھا کہ شانزے کو آئس کریم بہت پسند ہے۔وہ اب کسی صورت بھی مزید خفا نہیں رہ سکتا تھا۔وہ ناراضگی کا سن کر پگھل چکا تھا۔

"جو تم نے میرا اسلام لیا ہے وہ جلدی سے مجھے واپس کرو۔"ہاتھوں کو گرد لپیٹے ہوئے منہ کو دوسری جانب گھما کر آنکھوں کو موند لیا تھا۔وہ اب اُس کے جواب کے انتظار میں تھی۔

"السلام علیکم باجی کیسی ہو تم؟ناراض ہو کر آئس کریم کھاؤ تو مزہ نہیں آتا ہے۔"شانزے کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"وعلیکم اسلام،چلو اب جلدی سے جا کر آئس کریم لے آو۔"شانزے کو اُس کی معصومیت پر بہت ترس آیا تھا۔گالوں کو کھینچتے پیار بری نگاہ اُس کے معصوم چہرے پر ڈالی تھی۔وہ اب حکم کے مطابق وہاں سے چلا گیا تھا۔آج اُسے صرف عثمان کے والد شاپ پر نظر آئے تھے۔شانزے کو عثمان کہیں نظر نہ آیا تھا لیکن وہ کچھ ٹائم بعد پیچھے سے آیا اور اُسے پہچان بھی چکا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم نے آئس کریم کا تو بتایا ہی نہیں۔" اُسے جاتا دیکھتے ہوئے شامیر بولا تھا۔ یہ جملہ اُسے کہیں ماضی کی یادوں میں لے گیا تھا۔

"میں یہاں آتی رہتی ہوں، وہ جانتا ہے کہ میں کون سی آئس کریم اور کیسے کھاتی ہوں اور تمہارے لیے بھی وہ ویسی ہی لائے گا۔ ہم دونوں ایک جیسی ہی کھائیں گے۔" کھوکھلے چہرے کے ساتھ ہنستے ہوئے نظروں کو نیچے کی جانب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ہم جتنا بھی کسی کو یاد نہ کرنے کی کوشش کریں مگر حال ہمیں اپنے رنگوں سے ماضی میں دھکیل ہی دیتا ہے۔

"کچھ لوگ دل میں اترتے ہی چلے جاتے، اور پتہ پھر ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ دل کتنا بڑا ہے۔"

oooooooooooo

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گاڑی بہت تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی اس میں بیٹھے صارفین اپنے ہی شوگل میلے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ گاڑی کا ماحول بہت خوشگوار بنا ہوا ایک محفل سی سجی ہوئی تھی۔ آپس میں سارے دوست ایک دوسرے کے ساتھ شغل لگانے میں مصروف تھے۔ چار کے چار دوست گاڑی میں موجود تھے۔ شیراز کی گاڑی تھی مگر اُسے داؤد چلا رہا تھا۔ ڈرائیونگ کے ساتھ والی نشست پر شیراز بیٹھا ہوا تھا۔

"کوئی اسے جرمانہ تو بتاؤ۔۔۔۔۔" داؤد نے گاڑی چلانے کے دوران دوسرے ہاتھ کو اُس کے ٹانگ پر رکھتے ہوئے شیراز کو جھنجھوڑا تھا۔ دیکھ لو میں نے کہا تھا اس کا دماغ غلط طرف نہ لگاؤ اب دیکھو کیسے سستے عاشقوں کی طرح منہ پھلائے بیٹھا ہوا ہے۔ داؤد کا اشارہ زین کی جانب تھا جو کب سے کسی سے بات نہیں کر رہا تھا۔

"یار اب بس بھی کرو جتنا ذلیل ہونا تھا یہ یونیورسٹی میں بریرہ سے ہو چکا ہے اب اسے تنگ مت کرو۔ ارسلان ہنستے ہوئے بولا تھا۔ یہ سب شیراز کی وجہ سے ہوا ہے اگر یہ تیش نہ دیتا تو یہ اتنے خواب نہیں دیکھتا نہ جانے کون سی پٹیاں پڑھائی جو زین اس کی باتوں میں آ گیا تھا،

اور جہاں تک رہی بات شرت کی تو وہ شیراز ہار چکا وہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ بریرہ سے اس کا کوئی سین نہیں بنا۔ اب شیراز کی سزا تو بنتی ہے۔ ارسلان چاہتا تھا کہ کسی طرح زین کچھ بولے مگر اس کے سر سے تو جو بھی نہیں رینگ رہی تھی۔ اب وہ ان دونوں کی صلح کروانا چاہتا تھا مگر اس میں وہ ناکام رہا۔ یونیورسٹی میں کی کئی بحث کے بعد دونوں کے درمیان گہری خاموشی قائم تھی۔

"دیکھ مجھے نہ پھسا میرا کوئی قصور نہیں ہے، اور جہاں تک رہی بات میری تو تم سب کون سا دودھ کے دھلے ہوئے ہو اور نہ ہی اتنے معصوم جو میری باتوں میں آجاؤ گے۔ مجھے مت گھسیٹو میں نے صرف ایک طریقہ بتایا اب اگر وہ نہیں ہو سکا تو اس میں میری کیا غلطی ہے؟ ہاں ٹھیک ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایسا ہی ہو گا اور ہار جیت کی آپس میں بات بھی ہو گئی تھی۔ "اگر تم سب مجھے سزا دینے میں خوش تو ٹھیک ہے میں ہار گیا ہوں۔" دبے دبے لفظوں کے ساتھ کہا تھا۔ ٹھیک ہے جو سزا دینی ہے بتاؤ مجھے قبول ہے۔

"سزا تو تجھے ملے گی کیونکہ تو ہمیں بھی نہیں بخشا ہے۔ تو زیادہ معصوم بن کر ہمارے سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پگھل جانے کی امید مت رکھ۔۔۔"داؤد نے گاڑی کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا تھا۔

"دیکھ تیرے گاڑی چلانے کے انداز سے لگ رہا ہے کہ یہ تیری نہیں ہے لیکن ذرا دھیان سے چلا، میں نے بھی مفت میں نہیں لی ہے۔" جھٹکے کی وجہ سے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا تھا۔

"دوسروں کی گاڑی اور خاص طور پہ جب اپنے کمینے دوستوں کی ہو تو پھر بندہ ایسی ڈرائیونگ نہ کرے تو پھر کیا فائدہ گاڑی چلانے کا؟ اب میرے ہاتھ لگ ہی گئی ہے تو برداشت کرو۔" آنکھوں کو میچتے ہوئے کہا تھا۔ خود کی جان کی پرواہ تو تھی ہی نہیں ساتھ دوستوں کا بھی کوئی خیال نہ تھا۔ لیکن ان سب کی گفتگو میں زین بالکل خاموش تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں بول رہا تھا۔

"گاڑی روکو۔۔"زین نے داؤد سے کہا تھا۔"یہ جو بچی کھڑی ہوئی ہے اسے گاڑی میں بیٹھاو یہی میرا حکم ہے۔"زین نے شیشے سے پار کھڑی ایک بچی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ بیمنٹ ہاوس اسکول شاہراہ فیصل کے بہت قریب واقع ہے، صرف چند منٹ کی پیدل چلنے کے

فاصلے پر مشتمل ہے۔ کافی حد تک رش ختم ہو گئی تھی۔ "انا کو ہر سفر سے پہلے فنا کر دینا چاہیے۔"

وہ بچی گاڑی میں بیٹھنے کو تیار نہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آج اُس کے بھائی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ واپسی پر اُسے لینے آئے گا۔

"مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا ہے۔" مشائم نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ وہ کسی صورت بھی ڈرائیور کے ساتھ گھر جانے کو تیار نہ تھی۔ اُس نے اپنا سفید رنگ کا بستہ بھی ڈرائیور کو تھامنے نہیں دیا، کب سے وہ ننھی جان اپنے ساتھ ساتھ بستے کا بھی بوجھ اٹھائے کھڑی تھی۔

"دیکھو بیٹا! صاحب جی غصہ ہوں گے وہ آپ کو کل لینے آجائیں گے ابھی آپ میرے ساتھ گھر چلو۔" وہ اُسے بہت پیار سے سمجھا رہا تھا مگر وہ کسی صورت بھی اُن کی بات ماننے کو تیار نہ تھی۔ شمش کب سے زاویار کا نمبر ملا رہا تھا مگر نمبر بند تھا۔

"نہیں میں صرف زاویار بھائی کے ساتھ آئس کریم کھانے جاؤں گی۔" اور انھی کے ساتھ گھر بھی جاؤں گی۔ وہ کسی صورت بات ماننے کو تیار نہ تھی۔

"اس بچی کو میں لا کر کیا کروں؟"شیراز بہت حیران ہوا تھا۔

"دیکھو یہ اس آدمی کے ساتھ بحث کر رہی ہے۔اس کی مدد کرنے کے بہانے اُن کے پاس جاؤ اور اُسے اپنے ساتھ لے آو، پھر اسے تم گھر خود چھوڑ آنا۔"ٹوپی کو اپنے سر پر مزید ترتیب دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟"شیراز دھاڑا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر تم نہیں جا رہے ہو تو میں چلا جاتا ہوں۔"وہ گاڑی سے اترنے کے لیے تیار تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا ٹھیک ہے تم یہ ایڈونچر نہ کرو میں جا رہا ہوں۔"زین اس وقت بہت غصے میں تھا وہ اُس کی بات نہ مان کر کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

"ہم ہمیشہ ناجائز کاموں کو ایڈونچر کا نام دے دیتے ہیں۔"بس ایک مستی کرنی ہے پھر اس پیاری سی گڑیا کو کھلونے دلا کر گھر واپس چھوڑ آئیں گے۔زین بڑی آسانی سے سب الفاظ بیان کر رہا تھا۔

"ہاں میں جا رہا ہوں۔" سب کو ایک نظر دیکھتے ہوئے گاڑی سے اتر گیا تھا۔ وہ اس بات کے علاوہ سزا کے طور پر کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔ مگر اُسے یہی کیوں سوجھی تھی۔ شیراز خود بھی بہت پریشان تھا۔ انھوں نے ایک ساتھ ہر طرح کا ایڈونچر کیا مگر اُس میں کسی کا بھی نقصان نہیں ہوتا تھا۔ زین نے پہلی بار ایسا کرنے کا کہا اور شیراز انکار بھی نہ کر سکا تھا۔

"کیا ہوا؟ انکل سے ناراض کیوں ہو رہی ہو؟ وہ بچی کے پاس جا کر سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔

"ڈرائیور انکل میری بات نہیں سن رہے ہیں۔ ان کو سمجھ نہیں آ رہا کہ میں میں نے صرف بھائی کے ساتھ گھر جانا ہے۔" چہرے کو اوپر کرتے ہوئے نہایت معصومیت سے کہا تھا۔

"آپ کے بھائی ایک میٹنگ میں مصروف ہیں انہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ اس پیاری سی گڑیا کو اپنے ساتھ میرے آفس لے آؤ، تو کیا آپ میرے ساتھ جاؤ گی؟" شیراز کو کچھ سمجھ نہ آیا جس کے باعث اُس نے تکا لگایا مگر وہ اتنا صحیح لگ جائے گا اس سے وہ خود بھی انجان

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔

"میں انھیں آپ کے ساتھ نہیں بھیج سکتا ہوں۔۔۔" شمش انکل بات کو مزید بڑھنے سے روک رہے تھے۔

"دیکھیں اُس کا فون بند جا رہا ہے ورنہ میں آپ سے بات کروا دیتا ابھی آپ اس بچی پہ ترس کھائیں اور اسے میرے ساتھ بھیج دیں، میں اسے وہاں ہی لے کر جاؤں گا۔" بات کاٹتے ہوئے کہا۔ شمش کو کچھ غلط ہوتا محسوس ہوا جس پر اُس نے موبائل کی مدد سے کچھ کرنا چاہا مگر وہ ناکام رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مصیبت آئی ہوئی ہو تو کیا سمجھدار کیا بے وقوف سب ایک سے ہو جاتے ہیں۔" داؤد گاڑی کو اُن کے قریب لایا فوراً سے شیراز نے پستول ڈرائیور کے سامنے تانی اور اُس کا موبائل چھین کر بچی کو گود میں اٹھایا اور سب وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔

ڈرائیور کو سمجھ نہ آیا کہ وہ اس وقت کیا کرے وہ شور مچانے سے بھی قاصر تھا کیونکہ وہ مشائم کو لے گیا وہ اب اُن کے ساتھ تھی۔ شمش نہیں چاہتا تھا کہ مشائم کو کوئی نقصان پہنچے مگر وہ

کرتا بھی تو کیا کرتا۔۔۔پانی سر کے اوپر سے گزر چکا تھا۔کچھ ٹائم گزرنے کے بعد انھیں خیال آیا کے موبائل سے ہی صرف مدد نہیں حاصل کی جا سکتی وہ شور تو مچا ہی سکتے تھے یا اُن کا پیچھا بھی تو کر سکتے تھا۔مگر اب پچھتاوے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔شمش انکل نے تو گاڑی کا نمبر بھی یاد کرنا گوارا نہیں سمجھا تھا۔"اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔"گاڑی میں بیٹھ کر سوچنے لگے تھے۔گھبراہٹ کے مارے گاڑی میں رکھی گئی چیزوں کو آگے پیچھے بکھیرنے لگے تھے۔آخر اُسے زاویار کی کمپنی کا کارڈ ملا جس پر اُس کا نمبر بھی موجود تھا۔

"اٹھالیں صاحب پلیز کال اٹھالیں۔"فون کان کے ساتھ لگائے بڑبڑاتے ہوئے کہا مگر فون مسلسل بند تھا۔یہ موبائل شمش کا تھا کام کے دوران وہ اپنا ذاتی موبائل استعمال نہیں کرتا تھا۔

اُس نے گاڑی کا رخ آفس کی طرف کیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔

"تیری ضد پوری ہو گئی ہے؟اب بتا اس کا گھر،بول تو ایسے رہا تھا جیسے تجھے سب معلوم ہے۔"ارسلان نے مشائم کو اپنی گود میں بیٹھا رکھا تھا۔وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ ان کے پاس

پستول بھی ہے مگر وہ ان کی گفتگو سے ضرور ڈری ہوئی تھی۔

"میں مشائم ہوں۔" دھیرے سے کہا تھا۔ وہ بار بار یہ سن کے فوراً اپنا نام بتا چکی تھی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" اتنے سارے افراد کو گاڑی میں دیکھ کر اب اُس کا بیان بدل گیا تھا۔ وہ ٹھوڑی بناتے ہوئے بولی تھی۔

"بیٹا میں آپ کو آپ کے بھائی کے پاس لے کر جا رہا ہوں، آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے" شیراز نے پیچھے مڑ کر اُس ننھی سی کلی کو دیکھ کر کہا تھا۔ شیراز بھی غصے میں تھا مگر وہ غصہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ وہ باقی سب کی طرح بات نہیں کر رہا تھا۔

"بیٹا یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں، جو آپ کو باہر سے گاڑی تک لائے ہیں انھوں نے آپ کو اغوا کیا ہے۔" گردن کو بائیں جانب گھمائے گھورتے ہوئے مشائم کو کہا تھا۔ اب وہ صحیح معنوں میں گھبرا گئی تھی۔ آخر وہ دس سال کی بچی اپنے آپ کو اور کتنا مضبوط کرتی۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" اُس نے روتے ہوئے آگے ہو کر شیراز کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ مشائم کو بس اُسی سے امید تھی کیونکہ وہ ان سب میں اُس سے تھوڑا پیار سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بات کر رہا تھا۔

"اب یہ بہت زیادہ ہو رہا ہے زین۔" اُس نے چیخ کر کہا تو مشائم نے اُس کے کندھے سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ اب وہ بس زور زور سے رونے لگی تھی۔

"شیراز اب چیخو مت یہ تمہارا ڈیر تھا۔" گاڑی میں بحث کے باعث داؤد نہ جانے گاڑی کو کس طرح چلا رہا تھا۔ اُس نے شیشے سے مشائم کے خوفزدہ چہرے کو دیکھا تو اُس نے احتیاط سے گاڑی چلانا شروع کی تھی۔

"چلو اترو سب۔" داؤد نے زور سے ہارن بجا کر سب کی گفتگو کو روکا تھا۔

"یہاں کیوں گاڑی روک دی ہے؟" ارسلان نے داؤد کے اپارٹمنٹ کو دیکھ کر کہا تھا۔ جب اُن سب کی نظر مشائم پر پڑی تو وہ بے ہوش تھی۔ اُس کے دماغ میں وہی ڈراونی کہانیاں چل رہی تھی جو اکثر اُسے زاویار سنایا اور پیار سے سمجھایا بھی کرتا تھا۔ "اگر اکیلی باہر گئی تو تمہیں کوئی کڈنیپ کر لے گا اور پھر تم ہمیں کبھی نہیں مل سکو گی، اسی لیے صرف شمس انکل کے ساتھ ہی گھر واپس آنا اور کوئی کسی قسم کی بھی ضد نہیں کرنی ہے۔" یہ سب سوچ سوچ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اتنی خوفزدہ ہوئی کے اپنے ہوش میں نہ رہی تھی۔

"یہ تو بے ہوش ہو چکی ہے۔" ارسلان نے اپنی گود میں لیٹی مشائم کو دیکھا نیچے جھک کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے اب ہوش میں نہ تھی۔ جانے انجانے میں انھوں نے ایڈونچر کے نام پر بہت بڑی غلطی کر دی تھی۔

"جاؤ جا کر پانی لاؤ۔" کافی دیر تک گاڑی میں بحث کرنے کے بعد داؤد نے اپنے اپارٹمنٹ کو کھولا اور ارسلان اُسے اس کے اپارٹمنٹ میں لے جا چکا تھا۔ بیڈ پر لٹاتے ہوئے پانی کو لانے کا کہا تھا۔ اتنا پڑھ لکھ کر ہم نے ایسے ایڈونچر ہی کرنے تھے تو اس سے بہتر تھا کہ ہم جاہل ہی رہتے۔ اب بتاؤ کیسا لگ رہا ہے؟؟ اگر اس بچی کو کچھ ہو گیا تو پھر کون ذمہ دار ہو گا بتاؤ۔۔۔ بتاؤ جیل جانے کے لیے تیار ہو؟ ارسلان زین کو پیچھے کی جانب دھکیلتے ہوئے بولا تھا۔ ارسلان کے ہاتھ میں زین کا گریبان تھا۔

"آ گیا اب تجھے سکون؟ میں کہہ رہا تھا کے یہ سب نہیں کرتے، زین تم کچھ اور بھی تو کہہ سکتے تھے۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بھی مجھے کچھ اور کہہ سکتے تھے، کیا ضروری تھا میرا بریرہ سے بے عزت ہونا؟" وہ اب بھی اپنی ڈھٹائی پر قائم تھا۔

"زین ہر کوئی کھلونا نہیں ہوتا ہے، میں نے تمہیں ایک صحیح طریقہ بتایا تھا۔" شیراز چیخنے کے سوا کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا، وہ بھی کس کو سمجھانے چلا تھا۔ مگر وہ زین کے گاڑی سے اترنے سے زیادہ ڈر گیا جس کی وجہ سے شیراز نے بات ماننے کی حامی بھری تھی۔

شیراز کے پاس شمش کا موبائل بھی تھا۔ زاویار تک جب یہ خبر پہنچی تو وہ اپنے آفس کو تہس نہس کر کے مشائم کو ڈھونڈنے کے لیے نکل چکا تھا۔ اُسے اب اس بات پر بہت پچھتاوا ہوا کہ وہ اس میٹنگ کے چکر میں مشائم کو لینے کیوں نہیں گیا تھا۔ آخر اپنی اکلوتی، چھوٹی اور لاڈلی بہن کی بات کیوں نہ مانی تھی۔ وہ اُسے کھونا نہیں چاہتا تھا وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کیا ہوا ہے۔ شمس کو کافی باتیں سنانے کے بعد ڈرائیور کا اعلاج اس نے بعد میں کرنا تھا ابھی زاویار کو صرف اور صرف مشائم کی پرواہ تھی جس کو ڈھونڈنے کے لیے وہ نکل چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

oooooooooooooo

کافی دیر کے بعد اُسے ہوش آیا تھا۔ وہ اٹھی تو کمرے میں اندھیرا پا کر واپس سے بہت زیادہ رونے لگی تھی۔ سارا پرانا واقعہ یاد آیا تھا۔ مشائم کے رونے میں مزید شدت آئی تھی۔

"بھائی میں آپ سب کے پاس واپس آنا چاہتی ہوں، مجھے بچاؤ۔" وہ چیخنے لگی تھی۔ سر درد مزید بڑھ رہا تھا۔ ننھے ہاتھوں سے سر کو جکھڑ لیا تھا۔

" اگر اکیلی باہر گئی تو تمہیں کوئی کڈنیپ کر لے گا اور پھر تم ہمیں کبھی نہیں مل سکو گی، اسی لیے صرف شمس انکل کے ساتھ واپس گھر آنا اور کوئی کسی قسم کی بھی ضد نہیں کرنی ہے۔"

اُسے اپنے بھائی کی کہی گئی بات بار بار یاد آ رہی تھی۔ اُسے فٹس پڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

کچھ ٹائم بعد جب ارسلان مشائم کو کمرے میں دیکھنے کے لیے آیا تو اُس کا چہرہ گیلا تھا ارسلان کو لگا کہ شاید وہ ہوش میں آئی تھی اور اندھیرے کے باعث واپس بے ہوش ہو چکی ہے۔

وہ کمرے میں روشنی کو بحال کرتے ہوئے اُس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اب یہ ہوش میں آئے اور اس کے گھر کا پتہ معلوم کر کے اسے وہاں چھوڑ آئیں مگر اُن سے پھر غلطی ہو چکی تھی۔

"یہ سب تمہیں کس نے بتایا تھا؟" ماہین اُس کی گفتگو کاٹتے ہوئے بولی تھی۔ وہ سب گفتگو کو تصویری خیالات میں تصور کر رہی تھی۔

"داؤد نے بتایا تھا۔ سر پیچھے گی جانب سیٹ کے ساتھ ٹکائے آنکھوں کو موند لیا تھا۔

"میرے بھائی کا کیا قصور تھا؟" دانتوں کو پیستے ہوئے کہا۔

"غلط صحبت۔" سیدھا سا جواب آیا تھا۔

"لیکن ان سب میں صرف میرے بھائی کو ہی سزا کیوں ملی ہے؟" ماتھے پر شکنے لاتے ایک اور سوال کیا تھا۔ ماہین کو یہ بات کھا رہی تھی کہ چار لوگوں میں سے صرف میرے بھائی کو ہی کیوں سزا دی گئی تھی۔ صرف ان پر ہی کیوں حملہ کیا گیا تھا باقی سب بھی تو ان

سب میں ملوث تھے۔

"باقی سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا تھا مگر شیراز نے ایسا نہیں کیا تھا۔" آنکھوں سے چشمے کو ہٹا دیا تھا۔

"صحبت انسان پر بہت برا اثر کرتی ہے برے لوگ تو ہمیشہ ہی دنیا میں محفوظ رہتے مگر جن کے دل میں ذرا سا بھی رحم ہوتا ہے وہ سچ کی وجہ سے مارے جاتے ہیں۔"

"اُس نے واپس دھمکی دی تھی کہ اگلی بار وہ میری بہن کو اغوا کرئے گا اور اُس نے یہ کر کے دکھایا تھا۔" اب کی بار ماہین کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھی۔

"تمہاری بہن اب کدھر ہے؟" آنسوؤں کی لڑیاں چہرے پر چمکنے لگی تھیں۔

"جہاں تمہاری بہنیں ہیں۔" مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں ہیزل آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔

"ہارٹ لیس تمہارا نام کیا ہے؟" وہ اب تک ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"تم مجھے اب زاویار کہہ سکتی ہو۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔

oooooooooooooo

زاویار کے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے۔ اُسے وہ سارا واقعہ یاد آیا جب وہ اپنی بہن کو ہسپتالوں میں مارا مارا لیے پھرتا تھا۔ مشائم کے دماغ کا علاج کرنے کے لیے وہ جرمنی تک گیا تھا۔ کوئی ڈاکٹر رہا نہیں تھا جس سے اُس نے علاج نہ کروانے کی کوشش کی ہو۔ مگر سب یہی کہتے تھے کہ برین ٹیومر کی لاسٹ اسٹیج ہے۔ وہ اس وقت کو بھی یاد کیا کرتا تھا جب اس کا کہیں جانے کو دل نہیں کرتا تھا۔ زاویار جرمنی سے ڈگری مکمل کرنے کے بعد اسے پاکستان لے آیا تھا، کیونکہ وہ زاویار کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ والدہ کبھی کبھار آجایا کرتی تھیں۔ جو آکر سب سے اکثر مل لیا کرتی تھیں۔

"تم نے مشائم پر جادو کر دیا، اسے تو اپنی ماں کی بھی پرواہ نہیں ہے۔" اڈرینا ملک اکثر اپنے بیٹے سے یہی الفاظ کہا کرتی تھیں۔ مگر وہ ان کے ساتھ واپس جرمنی کبھی نہیں جاتی تھی وہ صرف زاویار کے ساتھ خوش رہتی تھی۔

زاویار اکثر ان تمام جگہاوں پر جایا کرتا جہاں جہاں وہ مشائم کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا۔

زیادہ تر اس جگہ پر جایا کرتا تھا جہاں سے وہ آئس کریم کھانا پسند کرتی تھی۔ وہ اُس کی فیورٹ آئس کریم کی جگہ تھی۔ اسے ماما کے بغیر رہنا منظور تھا مگر وہ عثمان کی آئس کریم کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ اُس کی یاد میں اس لیے بھی آئس کریم کھایا کرتا تھا کیونکہ وہ اُن کے ہاتھ لگنے سے پہلے زاویار کے ساتھ آئس کریم کھانے کی ہی فرمائش کر رہی تھی۔

"تمہارا گھر آ گیا ہے۔" آنکھوں کو مسلتے ہوئے کہا۔ وہ کب سے گاڑی کو اُس کے گھر کے پاس بند کر چکا تھا مگر ماہین اترنا نہیں چاہ رہی تھی۔ کافی دیر کی خاموشی اُن دونوں کے بیچ حائل رہی تھی۔

"کیا تم میری ایک آخری بات مانو گے؟" بہت ہمت پیدا کر کے سوال کیا تھا۔ وہ کب سے اُس کی خاموشی میں چھپا درد محسوس کر رہی تھی۔ زاویار نے صرف اُسے اتنا کہا تھا کہ دوسری بار کڈنیپ کرنے کے بعد وہ سنبھل نہ سکی تھی۔ اسے پہلے باری میں ہی فٹس پڑھنا شروع ہو گئے تھے۔ وہ بہت سہم گئی تھی۔ زاویار نے ارادہ بنایا تھا کہ اسے کچھ وقت کے لیے جرمنی بھیج دے گا مگر وہ ٹریٹمنٹ کی وجہ سے زیادہ تر غنودگی میں ہی رہتی تھی۔ دوسری

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بار جب اُس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا تو زاویار نے اُسے بچا تو لیا مگر اُسے برین ٹیومر سے محفوظ نہ رکھ سکا تھا۔ وہ اُس کے دماغ سے اب کی بار ڈر کو ختم نہ کر سکا تھا۔ "ایک چھوٹی سی ضد چھوٹی سی زندگی نگل گئی تھی۔"

"ہاں بولو۔" بالکل نارمل انداز میں کہا تھا۔ اُس کا اتنا خود پر اختیار تھا کہ وہ اپنا ٹوٹا ہوا دل کسی کو دیکھا نہیں سکتا تھا۔ اُس کا لہجہ اتنا مضبوط ہو چکا تھا کہ کوئی چاہ کر بھی اُس کے دل کے درد کو محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اُس کی مقابل بیٹھی لڑکی وہ سب با آسانی محسوس کر سکتی تھی۔

"کیا میں تمہارے ساتھ اُسی جگہ پر آئس کریم کھانے جا سکتی ہوں؟" اپنی آنکھوں کو مزید چھوٹا کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔

آنکھوں کی ٹکرار واپس ہوئی، مگر کوئی جواب نہ دیتے ہوئے وہ گاڑی کو واپس سے اسٹارٹ کرتے ہوئے اُسے وہاں لے گیا تھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس میں اتنا وقت تو نہیں گزرا تھا مگر ماہین چاہتی تھی کہ اگر وہ اُس کی وجہ سے رک گیا سب کو معاف کر چکا، ہارٹ لیس سے واپس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زاویار بن ہی گیا ہے تو وہ کچھ لمحے کی ہی سہی مگر زاویار کے چہرے پر خوشی کو بحال ضرور کرے گی۔

oooooooooooooo

"یہ لیں صاحب جی اور آپی۔۔۔ آپ دونوں کی آئس کریم آچکی ہے۔" عثمان ان دونوں کی آئس کریم اسکوپس کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ شامیر کو کس طرح کی آئس کریم پسند ہے تو وہ آئس کریم کے ساتھ پیالوں میں اوپر کی سجاوٹ کا سامان بھی ڈال کر ساتھ ہی لے آیا تھا۔

"شکریہ عثمان چلو اب ان میں سے ایک کپ اٹھا کر شامیر بھائی کے آگے بھی رکھ دو۔" وہ خوشی سے جھومتی ہوئی بولی تھی۔ وہ ایک کپ میں چار چار اسکوپ ڈال کر لایا تھا۔

"اتنی زیادہ کون کھائے گا؟" شامیر آئس کریم کو دیکھتے ہوئے شانزے سے پوچھنے لگا تھا۔ موسم کے لحاظ سے اتنی ساری آئس کریم کھانا اُسے بہتر نہیں لگا تھا۔

"صاحب جی آپ پریشان نہ ہوں جلدی سے کھالیں ورنہ شانزے بی بی آپ کی آئس کریم بھی کھالیں گی۔"عثمان بتیسی کو اختیار میں کرتے ہوئے بولا تھا۔اچھا چلو اب آپ دونوں کھاؤ میں ابو کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

"اچھی ہے نا؟"وہ اُسے آئس کریم کھاتا دیکھتے ہوئے بولی تھی۔اسے تو وہ پسند تھی ہی مگر وہ اُس کی رائے بھی سننا چاہ رہی تھی۔

" ہاں بہت اچھی ہے،مجھے پسند آئی تو اسی لیے تو میں تمہیں یہاں لے کر آیا ہوں۔"اب جلدی سے اسے ختم کرو میں نے اپنے دوست کی طرف بھی جانا ہے۔تیزی تیزی سے کھاتے ہوئے بولا تھا۔وہ سب میرا انتظار کر رہے ہوں گے،آج وہاج بھی کراچی آ گیا ہے مجھے اُس کی خیر خبر بھی معلوم کرنی ہے۔

"کائنات سے میری بات ہوئی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ ہم بھی کچھ دنوں تک وہاں آئیں گے۔ تم دونوں بھی اکٹھے ہو کر سب کے ساتھ آنا۔"لفظوں پر زور دیتے ہوئے حکم دیا تھا۔

"ضرور۔"مثبت میں سر ہلایا اور واپس آئس کریم کھانے میں مصروف ہوا تھا۔

"تمہاری پسند واقعی بہت اچھی ہے۔" آئس کریم کی طرف اشارہ کیا۔ شامیر کو بھی یہ آئس کریم بہت پسند آئی تھی جس پر شانزے نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا تھا۔ وہ دونوں اپنی آئس کریم کھا چکے تھے بس عثمان کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ عثمان جب برتن اٹھانے آیا تو شانزے نے اُسے پیار کیا اور ساتھ کچھ رقم دی تھی۔

"اللہ حافظ اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔" یہ کہتے ہوئے وہ اُس کے گالوں کو تھپتھپانے لگی تھی، اور ہاں میں تمہارے لیے گفٹ ضرور لاؤں گی جو میں نے تمہارے لیے خرید رکھے ہیں۔ کل ہی دوبارہ آنے کی کوشش کروں گی تاکہ وہ میں تمہیں دے سکوں۔ بات ختم کر کے وہ دونوں اب اُس کے پاس سے گزر چکے تھے۔

وقت ٹھہر سا گیا تھا

اختیار سب بے اختیار ہوا

نا جانے کیا نصیب تھا میرا

سامنے جو یوں وہ موجود تھا

رہتی خوشی بحال مگر

نظارہ کچھ مسخ سا تھا

کر لیتے برداشت یہ بھی شاید

مگر ساتھ موجود منظر مضمر نہ تھا

وہ واپس گھر کو جا رہے تھے مگر اپنے سامنے زاویار کو آتے دیکھا تھا۔ اُس کے قدم رک گئے تھے۔ آس پاس کے ماحول سے وہ انجان ہو گئی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں صرف زاویار کا چہرہ ٹھر گیا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" شامیر آگے کی جانب ہوتے ہوئے زاویار کو گلے لگاتے ہوئے بولا تھا۔ شانزے کی نظریں اُس پر اٹک گئی تھیں۔ کوئی بھی اس وقت شانزے کی حالت کو نہیں سمجھ رہا تھا مگر ماہین کب سے شانزے کے چہرے کا ملاحظہ کر رہی تھی۔

"میں بس یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا یہاں سے ہوتا چلوں۔ اُسے اپنے سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ زاویار نے الٹا اُس سے سوال کیا تھا۔

"السلام علیکم۔" شامیر نے ماہین کو سلام کیا مگر شانزے کچھ بھی کہنے سننے کے حواسوں میں نہ تھی۔

"شانزے۔۔۔۔ چلو چلیں۔" کافی دیر سے بلانے کے بعد آخر اُس نے شامیر کی طرف دیکھا اور مثبت میں سر ہلا کر آگے بڑھنے لگی تھی۔ ماہین نے خود پہل کی اُسے گلے سے لگایا تھا۔

"رکو کہاں جا رہی ہو۔" اُس نے شانزے کو ہوش میں لاتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ کون۔" شانزے نے زور سے ماہین کی بازوں کو اپنی انگلیوں میں دبوچا تھا۔ "خیالوں کا ساتھ انسان کے ساتھ سے بہتر ہوتا، خیال انسان کی طرح ساتھ نہیں چھوڑتے ہیں۔"

وہ کچھ نہ بولی سب سے پہلے اُس نے بات کا آغاز ماہین کے تعارف سے کیا تھا۔ مگر ماہین نے کوئی جواب نہ دیا یا اُسے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ اپنے تعارف میں کیا کہے۔

"اب رکو ہمارے ساتھ ہی جانا۔" زاویار شامیر کو جاتا دیکھتے ہوئے روک چکا تھا۔

"یہ میرا دوست زاویار ہے جس کی کزن کی شادی پر میں رکا ہوا ہوں۔"شامیر نے شانزے کے سامنے زاویار کا تعارف کروایا تھا۔ایک اور جھٹکا شانزے کو لگا تھا۔اب کی بار وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پائی تھی۔

"میں ان سے پہلے مل چکا ہوں۔"زاویار نے شامیر کی بات مکمل ہونے پر کہا تھا۔

"اتنی زیادہ ملاقاتیں تو ہو چکی تھیں،مگر پسندیدہ انسان کے ساتھ ملاقاتیں نہیں زندگی بتانے میں سکون ہوتا ہے۔"

"ہم کافی بار مل چکے ہیں یہ میری اُسی کزن کی دوست ہیں۔"زاویار نے تفصیل دیتے ہوئے کہا۔وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ شامیر کے تایا کی بیٹی ہے جس کے ساتھ اُس نے رشتہ ختم کر دیا ہے۔

"آپ کون ہیں؟"شانزے نے دبی ہوئی آواز کے ساتھ ماہین سے دوبارہ پوچھا تھا۔پہلے بھی پوچھنے پر ماہین نے اپنا تعارف نہیں کرایا تھا۔شانزے کو بہت بے چینی ہو رہی تھی۔اُس کے آنسو اب ظاہری نہیں تھے۔دونوں خاموش تھے کسی کو کچھ سمجھ نہ آیا کے اپنے بارے

میں کیا کہیں۔

"یہ زاویار کی دوست ہیں یا۔۔۔زاویار بتا دوں کون ہیں۔"شامیر اُن کو خاموش دیکھتے ہوئے انھیں تنگ کرنے لگا تھا۔

"ارے نہیں ہم دونوں بہت اچھے دوست اور ایک ہی منزل کے مسافر ہیں۔"ماہین نے الجھی ہوئی پہیلی کو سلجھایا تھا۔

اُسے کیا معلوم تھا اس ایک جواب میں شانزے کی زندگی تھی۔زاویار نے بھی حامی بھری تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"شامیر اگر تم ان کے ساتھ واپس جانا چاہتے ہو، تو ٹھیک ہے میں خود ہی واپس چلی جاتی ہوں۔"اسے اتنا سہارا ہی کافی تھا۔وہ مزید وہاں رہتی تو اُس کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو جانا تھا۔ماہین اُس کا انداز پرکھ چکی تھی مگر وہ خاموش رہی۔

"نہیں میں تمہارے ساتھ جاتا ہوں۔"شانزے کو روک لیا تھا۔

"پھر تم واپس آؤ گے اس سے اچھا ہے میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔"چلو تم سب آپس میں

انجوائے کرو۔وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

"قسمت۔۔۔اس لفظ کے ارد گرد زندگی گھومتی اور زندگی کے چکر میں ہم گھومتے ہیں۔"وہ اس بات پر حیران تھی کہ وہ شامیر کا دوست ہے،وہ اس بات پر بھی حیران تھی کہ وہ کنول کا کزن ہے،اور وہ اس بات پر بھی حیران تھی کہ زاویار کی ملاقات پہلے اُسی جگہ پر اُس سے ہوئی جہاں وہ اکثر جایا کرتی تھی۔یہ سب کیا تھا۔۔۔اگر ہے ہی تو اُس تک کیوں نہیں پہنچ رہا ہے۔اُسے احساس تک کیوں نہیں ہے؟یہ سب مجھے ہی کیوں؟میں ہی کیوں صرف دلدل میں پھنس رہی ہوں،میرا ہی کیوں ضبط ختم ہو رہا ہے۔۔۔اگر وہ اُس کی پسند ہوتی۔۔۔یا کوئی اور بھی اُسے پسند ہو سکتا ہے۔اگر ایسا ہوا تو۔۔۔تو کیا میں برداشت کر سکوں گی؟۔۔۔وہ گاڑی کو عائشہ کے گھر کی طرف لے گئی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہی مگر اُسے عائشہ سے بات کرنا پر سکون کرتا تھا۔

"اگر کوئی شخص اچھا لگے تو یہ کمال سے زیادہ عذاب ہوتا ہے۔اُس شخص کا آنکھوں سے دور جانا آنکھوں کی چمک کو بھی دور کر دیتا ہے۔"

oooooooooooooo

وہ گاڑی کے اسٹیرنگ پر سر ٹکائے وہ سوچکی تھی،اس بات کا شانزے کو خود اندازہ نہیں تھا وہ کب سے عائشہ کے گھر کے باہر گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی مگر سوچتے سوچتے کب اُس کی آنکھ لگ گئی وہ اس بات سے انجان تھی۔عائشہ شام کے وقت اپنی پھوپھو کے ساتھ باہر بازار تک گئی تھی۔واپس آنے پر اُسے شانزے کی گاڑی نظر آئی،پاس جا کر دیکھا تو صرف گاڑی نہیں وہ بھی گاڑی میں موجود سو رہی تھی۔

"گاڑی سے نکلو لڑکی۔"عائشہ نے گاڑی کے دروازے کو زور سے بجایا تھا۔

"جی۔"وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر گئی تھی مگر اُسے کچھ کہے بغیر اُس کے گھر جانے لگی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے،اتنی سڑی ہوئی شکل کیوں بنا رکھی ہے؟"عائشہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس پر برس گئی تھی۔وہ کچھ دن سے اُسے شاش بشاش پا کر بہت اچھا محسوس کر رہی

تھی۔

وہ اس کے قریب گئی مگر شانزے روتے ہوئے چہرے کے ساتھ اُس کے گلے لگ پڑی تھی۔ وہ پہلے تو بہت زیادہ روئی پھر عائشہ کے لاکھ سمجھانے کے بعد وہ تھوڑا سا سنبھلی تھی۔ عائشہ اُسے اپنے سامنے اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"میں نیچے سے پانی لے کر آتی ہوں تب تک تمہاری آنکھیں ان آنسوں سے آزاد ہوں، مجھے اب مزید تمہاری آنکھوں میں نمی نظر نہ آئے ورنہ وہ پانی کا گلاس تمہارے اوپر پھینک دوں گی، اور پھر خالی گلاس اس خالی کھوپری پر پھینک کر سر پھاڑ دوں گی۔" ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اور اُس کے پاس سے چلی گئی تھی۔

"عائشہ تم تو سب جانتی ہو نا؟ مطلب تم سب جانتے ہو نا۔۔۔" پانی پی کر وہ بہت پر سکون محسوس کر رہی تھی۔ سارا موضوع وہ عائشہ کو بتا چکی تھی۔ کچھ وقت پہلے کی ملاقات، وہ سب لفظ بالفظ اُسے بتا چکی تھی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو؟ تم کیا سوچتی رہتی ہو؟ کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ سوچنے کو

اور کچھ نہیں ہے۔" پہلے تو وہ حیرت سے اُس کی طرف دیکھتی رہی پھر شانزے کے کافی اصرار پر گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ دیکھو میری بات تحمل سے سنو اپنے آپ کو اور اپنے ذہن کو تکلیف دے کر تم کچھ بھی حاصل نہیں کر سکو گی۔۔ تم پر سکون رہو اور اللہ پر یقین رکھو میں تم سے شروع سے یہی کہتی ہوں کہ ابھی کچھ بھی بگڑا نہیں ہے۔ مگر تم ہو کہ نہ جانے کیا کچھ سوچتی رہتی ہو۔" محبت صرف اللہ سے کی جا سکتی، انسانوں سے تو صرف احساس کا رشتہ ہوتا ہے۔" لہجہ نرم تو تھا مگر اُس کی ایسی حالت دیکھ کر وہ زیادہ نرمی نہیں برت پا رہی تھی۔

"میں نے تم سے سیدھا سا جواب مانگا ہے۔۔۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ وہ کسی کو پسند کرتا ہو گا اور اگر ایسا ہوا تو۔۔۔" وہ خاموش ہو گئی تھی اور اس سے آگے وہ کچھ نہیں بول پائی تھی۔

"دیکھو جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے لیکن اگر تم اس طرح کی حالت میں رہی تو میں خود اُس سے جا کر پوچھ لوں گی پھر تم مجھے منع کرو گی تو پھر بھی میں منع نہیں ہوں گی۔" وہ اب دھمکا رہی تھی کہ وہ اس طرح مت سوچے۔ اُس کو ایسی حالت میں دیکھنا عائشہ کے ہوش اڑا دیتا تھا۔ اللہ سب جانتا ہے اُس کی ذات سے نا امید نہیں ہوتے اور مایوسی کی باتیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بالکل بھی نہیں کرتے ہیں۔ غلط سوچنے سے خود کا ہی نقصان جبکہ اچھا سوچو گی تو اچھا ہی ہو گا۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم اللہ سے مدد مانگ کر اچھا سوچو گی یا پھر خود کو ایسے ہی کوستی رہو گی۔

"مگر میں نے یہ کبھی کیوں نہیں سوچا اور پھر یہ سب میرے سامنے آج کیوں ہوا ہے؟" اپنی آنکھوں کو اُس کی آنکھوں میں گاڑتی ہوئی بولی تھی۔ شانزے ہمیشہ ایسا کبھی نہ سوچتی بلکہ وہ عائشہ کو بھی ایسے کہنے سے منع کرتی تھی۔ آج اُس کے دل میں خیال اور آنکھوں میں سیلاب دونوں نظر آیا، وہ دونوں کو آنے سے نہیں روک سکی تھی۔

"کیونکہ اللہ نہیں چاہتے تھے کہ تم کچھ غلط سوچو مگر اب تم ایک چھوٹا سا واقعہ دیکھ کر غلط سوچنے لگی ہو، اگر تم ایسا کرو گی تو اس سے تمہارا ہی نقصان ہو گا اور اگر ایسا نہیں کرو گی تو اللہ تمہاری مدد ضرور کرے گا۔ تم بس اللہ پر یقین رکھو۔" وہ مسلسل اُس کے قدموں میں بیٹھی اُسے سمجھانے میں مصروف تھی۔ سب بہتر ہو جائے گا۔ گالوں سے آنسوں کو ہٹایا تھا۔ یہ چہرہ کھلا ہوں زیادہ اچھا لگتا ہے جب تم مسکراتی ہو تو تم بہت زیادہ خوبصورت لگتی ہو اور

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان آنسوں کے ساتھ بھی تم خوبصورت لگتی ہو مگر میرا دل جلتا ہے۔اب تمہارے ہاتھ میں فیصلہ ہے کہ تم اپنے چہرے پر خوشی کو بحال کرو گی یا پھر میرا دل جلاؤ گی۔عائشہ جانتی تھی کہ وہ اس کی امیدوں پر پورا اترے گی،وہ اس یقین کے ساتھ سب کہہ رہی تھی وہ جانتی تھی کہ شانزے کسی صورت بھی عائشہ کا دل نہیں توڑے گی۔اسی وجہ سے عائشہ نے اپنی گفتگو کو اُس تک پہنچایا تھا۔

"تم یقین کرو میں نے امید کا دامن کبھی نہیں چھوڑا ہے،مگر آج کے واقعے سے میں اتنا پریشان ہو گئی تھی میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا اگر ایسا ہو تو۔۔۔۔اچھا ٹھیک ہے میں تمہاری بات مان لیتی ہوں اور میں تب تک چپ رہوں گی جب تک سب کچھ میرے سامنے نہیں آجاتا ہے۔"وہ بولتے بولتے آنکھوں سے آنسوؤں کو ہٹاتے اب چپ ہو گئی تھی۔

"آج کنول کو میں نے کال کی تھی پانچ دن بعد اُس کی شادی ہے ہمیں ڈولکی پر بھی جانا ہے، اور آج میں بازار سے سارا سامان لے آئی ہوں جو ضروری تھا۔"دھیان کو ادھر ادھر کی

باتوں میں لگانا چاہا تھا۔ میری خریداری تو مکمل ہو گئی ہے تم مجھے اپنا بتاؤ کہ تمہارا کیا کیا رہ گیا پھر ہم کل جا کر بازار سے لے آئیں گے اور پرسوں سے ہم کنول کے گھر جائیں گے۔

"تم میری بات سن رہی ہو۔۔۔شانزے میں تم سے بات کر رہی ہوں اب کن سوچوں میں گم ہو؟"دیکھو ٹھیک ہے تمہارا شامیر سے ناراض ہونا بنتا ہے مگر اسے کیا معلوم تھا کہ تم اُس کے دوست کو جانتی ہو یا تمہاری کون سا اتنی شامیر سے بات ہوتی تھی جواب تم اُس سے بھی ناراض ہو،اور دوسرا کنول کی ہم شادی میں جائیں گے وہاں بے شک وہ ہو گا مگر تمہیں تو انجوائے کرنا ہے نا۔۔۔کیا تم اپنی دوست کی شادی پر بھی نہیں جاؤں گی؟ کیا تم وہاں بھی ایسے ہی اداس رہو گی؟ کنول کیا سوچے گی اور وہ بھی پھر زیادہ پریشان ہو جائے گی۔۔۔

کیا تم چاہتی ہو کہ وہ پریشان رہے؟ تم سمجھ رہی ہو نا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟

"ہوں۔"آنکھوں کو جھپکتے ہوئے کہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

oooooooooooooo

"آج کے دن تو خوب باتیں ہوئی ہیں۔ لیکن تم اب کن سوچوں میں گم ہو؟" آئس کریم شاپ سے واپس آنے کے بعد زاویار خاموش خاموش سا تھا۔

"نہیں میں خاموش نہیں، آج بھی ایک ذمہ داری ہے بس اُسے پورا کر رہا ہوں۔" گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔

"کیسی ذمہ داری" ماتھے پر شکنے نمایاں ہوئے تھے۔

"تمہیں واپس باحفاظت گھر چھوڑنے کی۔"

"تم تو میرے باڈی گارڈ بن کر رہ گئے ہو۔" وہ دونوں ہنسے تھے۔

"تم بہت اچھے ہو۔" گردن کا رخ زاویار کی جانب کیا تھا۔

"اچھا وہ کیسے۔" وہ بھی اُس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیونکہ ایک کڈ نیپر اپنے ٹائم میں بہت رحم دل رہا ہے۔" آج پہلی بار وہ کھل کر ہنسی تھی۔

اُسے اُس کا خیال رکھنا یاد آیا، اُسے زاویار کا ہاتھ پر پٹی باندھنا یاد آیا، اُسے ہر شرٹ مان کر اُس کو کھانا کھلانا یاد آیا، اُسے یہ بھی یاد آیا کہ وہ اُس کی ذمہ داری تھی، وہ خود کے سوا کبھی بھی اُس کے کمرے میں کسی کو جانے نہیں دیتا تھا، اُسے کمرے کی صفائی، کپڑے دینا ایک ایک چیز یاد آئی تھی۔

"ویسے ایک بات کہوں۔" اجازت طلب کی تھی۔

"ہوں۔" دھیان اب بھی گاڑی چلانے کی طرف تھا۔

"تمہاری آواز بہت اونچی ہے۔"

"اونچی تو سب کی آواز ہوتی ہے۔"

"مگر تمہاری آواز اونچی تو ہے مگر کانوں میں چبنے والی نہیں ہے۔" کچھ لوگ اونچا بولتے مگر اُن کی آواز سننے سے پہلے دل کہہ دیتا کہ اس کے پاس سے غائب ہو جاؤ۔ وہ مزید ہنسی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں نے اونچی آواز میں بات کی، تم مجھے سیدھے طریقے سے کہہ سکتی ہو کہ میں بہت برا بولتا ہوں۔" وہ ماہین کے لہجے کو مزید بہتر کر رہا تھا، بات بالکل دھیرے سے کہی گئی کہ سمجھنے والا سمجھ سکتا تھا کہ مذاق کیا گیا ہے۔ اُس کے لہجے میں بہت ٹھہراؤ تھا۔ بولتا تو دل کرتا تھا کہ اُسے سنا جائے، کام کرتا تو دل چاہتا تھا اپنے آپ کو مصروف کرنے کے لیے صرف اُسے مصروف دیکھا جائے، ہنستا تو دل کرتا تھا نگاہیں ٹھوڑی پر پڑے ڈمپل سے نہ ہٹائی جائیں۔ وہ کہاں کسی کو ٹھہر کر دیکھتا تھا، مگر جب دیکھے تو دل کرتا تھا کہ یہ منظر کبھی واپس نہ جائے، مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں ہر کسی کو اپنا دیوانہ بنا دیتی تھیں۔

"تم ڈانٹتے بھی اچھا ہو۔"

"سوری۔" کہنے کو کچھ اور بہتر نہ لگا۔ وہ خیالوں میں گیا تھا۔

"زاویار میں نے ویسے ہی کہہ ہے۔" وہ مزید ہنسی تھی۔

"اچھا لیکن قبول کر لیتی۔۔۔ ویسے بھی میں نے ایک اور سوری بولنا ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"تم بار بار کہتی کہ میں نے تمہاری حفاظت کی۔" وہ رکا تھا۔۔

"ہاں تو اس میں غلط کیا؟؟ کیا نہیں کی ہے؟"

"میں نے قاسم کو تمہارے کمرے میں جانے کا کہا۔۔ اور اتنی اونچی آواز تھی کہ تم تک گئی ہو گی۔"

"ہاں یاد ہے۔" میں ہوش میں نہ تھی مگر تمہاری آواز نے خبر دے دی تھی کہ تم آ گئے ہو۔

"وہ میری اور قاسم کی پلاننگ تھی، میں نے اُسے تمہارے کمرے میں جانے کی اجازت کبھی نہیں دی تھی۔" آخر دل سے ایک اور بوجھ وہ کم کر چکا تھا۔

"میں نے جان کر اونچا بولا کہ تم کھانا کھا لو، مگر جب میں اندر آیا تو تمہاری حالت دیکھ کر سب بھول چکا تھا۔ تمہارے ہاتھ پہلے ہی زخمی تھے مگر تب میں نے تمہاری مدد نہ کی، اس بات کا مجھے افسوس ہمیشہ رہے گا۔" مگر میں صرف تمہیں سنانے کے لیے قاسم کو ایسے کہہ رہا تھا۔ وہ ماہین کو وضاحت دے رہا تھا۔

"ویسے تم آج الجھے ہوئے ہو، تم آج نہ تو مجھے کڈنیپر لگ رہے اور نہ ہی وہ زاویار جس کے

ساتھ میں صبح سے ہوں۔" دھیان تو اُس کا ڈرائیونگ پر تھا مگر اُسے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ صرف ذمہ داری کے طور پر گاڑی چلا رہا ہے، وہ کچھ الجھا ہوا تھا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، لیکن تمہیں کیوں ایسے لگ رہا ہے؟" اب کی بار اُس نے اپنے چہرے کا رخ ماہین کی جانب نہیں گھمایا تھا۔

"چور کی ڈاڑھی میں تنکا، اس وقت مجھے تم چور لگ رہے ہو۔ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔"

"ہاہا، نہیں میں کوئی چور نہیں ہوں۔"

"کسی سے محبت کرتے ہو۔" یہ کہنے کی دیر تھی زاویار کے پاؤں سے بمشکل بریک لگی تھی۔ وہ اب گاڑی کو چلاتے اُسے سڑک کے کنارے لگاتے روک چکا تھا۔ اُسے لگا جیسے کسی نے اُس سے ادھوری سلطنت کا پوچھا ہو، وہ اس وقت یہ بات سننے کے بالکل بھی قابل نہیں تھا۔

"تمہیں کس نے کہا ہے؟" گاڑی میں لگی آن لائٹ کو واپس سے بجھا دیا تھا۔

"کیوں میرے ساتھ آنکھیں نہیں ہیں؟" وہ الٹا اُس سے سوال کرنے لگی تھی۔

وہ خاموش رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ بہت پیاری ہے۔" ہلکی سے مسکان اپنے چہرے پر سجائی تھی۔

"ک۔۔۔کو۔۔۔کون۔۔؟" جیسے وہ انجان تھا۔

"دیکھو انجان مت بنو، مجھے سب بتا دو نہیں تو میں سب کچھ اُس سے جا کر پوچھ لوں گی۔ جس طرح تمہارے لیے انفارمیشن نکالنا مشکل نہیں اسی طرح میرے لیے بھی یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" اور تمہیں معلوم کہ میں نے تمہارے دوست کو اپنے ساتھ اسی لیے نہیں آنے دیا ہے۔ میں تم سے اس بارے میں بات کرنا چاہتی تھی۔ تم نے مجھے اپنا دوست کہا ہے تو سمجھ بھی لو، تم نے میری بہت باتیں ماننی یہ والی ایک اور سہی۔

"کیا اب میں لڑکی کا نام لوں؟" اب بھی اُسے خاموش پا کر اُسی نے گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اُسے روک چکا تھا یا وہ آج یہ بات مان چکا تھا۔

"کیا میں صحیح کہہ رہی ہوں؟ وہ وہی ہے جو میں سمجھ رہی ہوں؟"

"ہاں وہ شانزے ہے، زاویار علی کی پہلی محبت۔" مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں چمکی تھیں، آج اُس سے سہی معنوں میں اقرار ہوا تھا۔

"اُس سے ملنے کے بعد میں نے آنکھوں کا بھی پردہ کر لیا ہے۔" اُس کے وجود سے جیسے کرنٹ سا گزرا ہو۔ اقرار بہت مشکل تھا مگر اُس سے آج دل کی بات چھپائی نہ گئی تھی۔

"وہ بھی تم سے محبت کرتی ہے؟" ایک اور سوال اُس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

"ہاں کرتی ہے، لیکن اُسے نہیں معلوم کہ مجھے پتہ ہے۔" اسٹیئرنگ سے ہاتھ ہٹا کر وہ اب اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"میں اُس کی آنکھوں میں تمہارے لیے محبت دیکھ چکی ہوں۔ لیکن تم نے کیوں اُس سے بات نہیں کی ہے؟"

"میں ایک قاتل۔۔۔ کیا وہ میرے سے پھر بھی محبت کرے گی؟" نظریں اب بھی ہاتھ کی جانب تھیں۔

"اگر مجھے ریاض نہ پسند ہوتا، تو میں تم سے شادی کر لیتی۔" وہ بھی کر لے گی، تم نے کچھ بھی جان کر نہیں کیا، جو ہوا وہ ہو چکا ہے، اب تم مزید اپنی زندگی برباد نہیں کرو گے۔" زاویار کو ایک ٹوٹا دل سمجھا رہا تھا۔ وہ خود یہ الفاظ اُسے کہہ رہی تھی یا خود کو تسلی دے رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم واقعی بہت اچھے ہو، کیا اپنی دوست کی بات پر یقین نہیں ہے؟"

"لیکن میں ڈرتا ہوں، کہیں وہ مجھ سے نفرت نہیں کرنے لگ جائے میں اس چیز سے بہت ڈرتا ہوں۔"

"تم دونوں ایک دوسرے کو بتاؤ گے بھی یا خود سے ہی سب سوچتے رہو گے؟" ماہین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی شانزے کے پاس جائے اور زاویار کے تمام تر جذبات شانزے کے قدموں میں بیٹھ کر پیش کرے۔

"میں اُس کے سامنے نہیں جا سکتا۔۔۔ اگر آمنا سامنا ہو بھی تو میں اُس کی طرف نہیں دیکھتا ہوں۔"

"وہ تو میں اندازہ لگا چکی ہوں، وہ کتنی حیرانگی اور حسرت سے تمہیں دیکھ رہی تھی۔" تم جانتے ہو وہ تمہیں ایسے دیکھ رہی تھی جیسے تمہارا اُس وقت وہاں موجود ہونا کوئی معجزہ ہو۔

"میں اُسے کھو نہیں سکتا ماہین، میں اب سنبھل نہیں سکوں گا۔" گاڑی میں مدھم سی روشنی تھی جو کہ آس پاس گاڑیوں کے گزرنے کی وجہ سے تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو کیا ساری عمر خاموش رہنے کا ارادہ ہے؟" وہ اُسے سیٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

"تم چاہو تو میں اُس سے بات کر سکتی ہوں، مگر تم اظہار کرنے والے بنو تو۔" تم سن رہے ہو کہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟ ماہین نے پہلی بار زاویار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے جھنجھوڑا تھا۔

"میں اُس کی محبت میں ہی رہوں گا لیکن مجھے اُس کی نفرت منظور نہیں ہے۔" پاس سے گزرتی ہوئی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ ماہین سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔

"تم مجبور تھے، تم سے کچھ بھی جان کر نہیں ہوا ہے۔" تم مجھے بہت عزیز ہو گئے ہو، لیکن اس کے باوجود میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی ہوں۔ کیا میں تمہاری کوئی مدد کر سکتی ہوں؟

"میں ایک راز نہیں بتا سکتا، مگر میں خود کی نظر میں مجرم ضرور ہوں۔" بات ابھی بھی ادھر ہی تھی جس کی بدولت وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اُسی بات میں اٹک چکا تھا۔

"تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟"زاویار کی آواز کافی بدل چکی تھی،الفاظ وہ سہی طریقے سے نہیں ادا کر پا رہا تھا۔

"میں چھپا نہیں رہا مگر میں سب روک سکتا تھا لیکن میں ناکام رہا۔"وہ منظر۔۔۔خون سے بھرا کمرہ۔۔سب منظر اُس کی آنکھوں کے سامنے آیا جیسے سب ابھی ہوا ہو۔"چلو بتا دیتا ہوں۔وہ آگے کو ہو کر بیٹھا تھا۔

"تمہاری بہن منتہا کا قتل میں نے نہیں کیا تھا۔اُس نے اپنی جان خود لی تھی۔"

"پھر تم کس چیز کی سزا کاٹ رہے ہو؟"

"یہی کہ میں سب محفوظ کر سکتا تھا مگر!مگر مجھے دیر ہو گئی تھی۔اب وہ سارا منظر صرف میری آنکھوں میں محفوظ ہے۔"اُسے سب یاد آیا جب وہ کمرے میں پہنچا تو اُس کے ہاتھ میں لیڈیز گن تھی۔اُس نے سر کا نشانہ بنائے گن مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

"میں اُسے سمجھاتا مگر اس سے پہلے ہی وہ خود پر ظلم کر چکی تھی۔"خیالات کو ٹھامتے ہوئے اُس نے پھر سے بات کا آغاز کیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بس بس۔۔۔۔مجھے اور تفصیل نہیں دو،میں مزید کچھ بھی سننا نہیں چاہتی ہوں۔"وہ اُسے مزید بولنے سے پہلے ہی خاموش کروا چکی تھی۔

"سب تمہارے حق میں بہتر ہو گا،تم پریشان نہ ہو میں سب ٹھیک کر دوں گی۔"وہ اب اُسے گاڑی چلاتا دیکھتے ہوئے بول چکی تھی۔

●●●●●●●●●●●●●●●●

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو انہیں اندازہ ہوا کہ پہلے سے ہی سب وہاں پہنچ چکے ہیں۔ اب زاویار اور شامیر ایک دوسرے کو دیکھ کر اندر کی جانب جانے لگے تھے۔شامیر باہر گیٹ پر زاویار کا انتظار کر رہا تھا۔اُس کے واپس آنے پر دونوں ایک ساتھ اندر گئے تھے۔

"کیا ضرورت تھی آنے کی؟اور ہمیں بتاؤ تم دونوں کہاں غائب تھے۔"زاویار کے قریب

بڑھتا ہوا بولا تھا۔ میں نے تم سے کچھ کہا تھا کہ مجھے کچھ بنا کے دو مگر ہم کب سے یہاں موجود ہیں لیکن تم دونوں کی کوئی خبر نہیں، ایسا کیوں؟ اور تم لوگ اتنے لیٹ آئے ہو اب بتاؤ ہم تم دونوں پر کیا جرمانہ لگائیں؟ ہم تو کچھ کھا پی کر بھی نہیں آئے کہ شیف زاویار نے ہم سب کے لیے کچھ بنا رکھا ہو گا مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

"صبر تو کرو اتنی بھی کیا جلدی ہے سب کچھ تیار ہے بس تم سب فریش ہو کر آجاؤ۔" زاویار آستینوں کو چڑھاتے ہوئے کچن کی جانب گیا تھا۔ وہ اب جلدی سے سب کچھ باہر نکالنے لگا تھا جو جو اُس نے خفیہ رکھا تھا۔ اُس نے سب کچھ بنا رکھا تھا مگر ایسی جگہ چھپایا تھا کہ کسی کو نظر نہ آئے اور اس میں عامر بابا بھی اُس کے ساتھ تھے۔ جو بھی تھا شداد کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ بھوک سے اُس کا برا حال ہے۔

"جھوٹ مت بولو میں کچن میں سب جگہ دیکھ چکا ہوں، کچن میں کچھ بھی کھانے کو موجود نہیں ہے۔" شداد بہت غصے میں تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ساتھ مجھے ایسا لگا کہ تم نے کچھ اسپیشل بنا رکھا ہو گا کیونکہ ہم سب کو بہت مزیدار سی خوشبو آ رہی تھی۔ مگر اندر آ کر اندازہ

ہوا کہ ہمارے تمام تر خیالات غلط تھے۔ پھر ہوش آیا کے شاید وہ کھانوں کی خوشبو ساتھ والے گھر سے آ رہی ہو گی۔ تم نے ہمارے لیے کچھ بنایا کیوں نہیں ہے؟ مجھے لگا گے تم نے بنایا ہو گا مگر میں غلط تھا۔ عامر بابا سے بھی پوچھنے پر پتہ چلا کہ تم تو صبح سے گھر ہی نہیں تھے تو پھر کھانا تم نے خاک بنایا ہے۔ وہ اُس کے اٹل انداز پر بہت حیران تھا۔ ٹیبل پر برتن تو ایسے سجا رکھے ہیں جیسے بس صرف کھانا لگانے کا انتظار ہو، مگر یہاں تو جناب نے کھانا بنایا ہی نہیں ہے۔

"دیکھو تم سب فریش ہو کر آجاؤ میں کہہ رہا ہوں کہ پانچ منٹ میں تم سب کو سب مل جائے گا اب میری بات مانو اور یہاں سے چلے جاؤ۔" عامر بابا کو آواز لگاتے ہوئے کہا، وہ ابھی تک کچن میں ہی موجود تھا۔

"اچھا آجاؤ ہم چلتے ہیں فریش ہو کر آتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں زاویار بھائی نے کون سے جادو چلا کر ہمارے پیٹ کا خیال رکھنا ہے۔" عاطف نے شداد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُس کے غصے کو کم کرتے ہوئے کہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں ہاں تم سب جاؤ ہم مطلب میں اور زاویار کھانے کا انتظام کرتے ہیں لیکن پانچ منٹ سے زیادہ ٹائم نہیں لگائیں گے۔" شامیر انھیں یقین دلاتے ہوئے بولا، آنکھ مارتے ہوئے سب کو وہاں سے جانے کا کہا تھا۔

"ہاں جی علاء الدین کے چراغ اب آپ بتاؤ آپ کیا کرنے والے ہو؟" اُن سب کے جانے کے بعد شامیر زاویار کو اتنا پر سکون دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ وہ اس وقت واقعی جن لگ رہا تھا جو چٹکی بجاتے ہوئے سب کرلے گا کیونکہ وہ اتنا پر سکون تھا کہ جیسے واقعی وہ چٹکی بجائے گا اور سب سامنے ٹیبل پر لگ جائے گا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں باہر ضرور گیا تھا مگر میں اپنے وعدے کا پکا ہوں، میں نے سب بنا رکھا ہے۔" اب کی بار شامیر کو آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔ عامر بابا سارا کھانا نکال کر گرم کرنے لگے جبکہ زاویار باہر ڈائننگ ٹیبل پر برتنوں کو مزید ترتیب دینے لگا تھا۔

"یہ سب کہاں تھا؟" وہ عامر بابا کے ہاتھوں میں مختلف قسم کی ڈشز کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"یہ سب میرے انڈر تھا۔" وہ شامیر کو مزید چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔

"تم تو واقعی جن نکلے ہو۔" وہ بہت حیران تھا۔

"یہ میرا سرپرائز تھا چلو اب زیادہ باتیں مت کرو میرے ساتھ کام کرو تین منٹ گزر چکے ہیں۔" شامیر کو وقت بتاتے ہوئے آگاہ کیا تھا۔ وہ دونوں اب عامر بابا کے ساتھ مل کر سب فوراً سے کر رہے تھے۔ اتنے وقت میں وہ سب ڈائیننگ تک نہ آئے تھے جتنی جلدی سے کھانا ڈائیننگ پر آیا تھا۔ کچھ وقت تک سب بہت سی باتوں کے ساتھ کھانا ختم کر چکے تھے۔ ہر کوئی اپنے آج کے گزرے ہوئے دن کی داستان سنا رہا تھا جبکہ اُن سب میں ایک ایسا انسان تھا جو صرف داستان سن رہا تھا اور وہ زاویار تھا۔

"اس نوڈلز جیسے بالوں والے سے پوچھو کہ وہ لڑکی اس کے ساتھ کون تھی۔" شامیر کو وہ خاموش بیٹھا ہوا ہضم نہ ہو رہا تھا تو اُس نے زاویار کو چھیڑنا شروع کر دیا تھا۔

"چلو اب تم سب آرام کرو کافی تھک گئے ہو گے، میں بھی آرام کرتا ہوں۔" وہ اپنی مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں سبز آنکھوں میں گاڑتے ہوئے بولا تھا۔

"ارے بھائی یہ تو بتاتے جاؤ کوئی پسند آگئی ہے کیا؟ آؤ تو اس بات کا جواب تو دو۔" شداد اُس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کو بغیر جواب دیے جاتا دیکھتے ہوئے بولا۔ کچھ تو مسئلہ ہے جو تم منہ پھیر کر جا رہے ہو، دیکھو واپس آ کر مجھے سب بتا دو ورنہ صبح ماما کو جواب دینا پڑ جائے گا۔ شداد اب اُسے خبر دار کرتے ہوئے بولا تھا۔ مگر زاویار نے کسی ایک بات کا بھی جواب نہ دیا تھا۔

"ارے نہیں ابھی کسی کو بھی کال ملانے کی ضرورت نہیں ہے تم سب ابھی آرام کرو میں اس سے پوچھ کے صبح تک تم سب کو تفصیل بتا دوں گا۔ آپ سب کو گڈ نائٹ۔" ہنسی کو روکتے ہوئے زاویار کے پیچھے بھاگا تھا جبکہ باقی تین ابھی تک اپنی ہی شرارتوں میں مگن تھے۔ شداد کو اُن سب کی کمپنی بہت پر سکون لگی تھی جس کہ باعث وہ جلدی ہی اُن سب کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔

oooooooooooooooo

وہ اپنے کمرے میں موجود تھا بیڈ پر لیٹے ہوئے کبھی سائیڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ کی روشنی کو

کمرے میں روشن کرتا تو کبھی گھٹا دیتا تھا۔ سوچوں کو ٹھکراتے ہوئے وہ کروٹ بدلتے ہوئے بیٹھ چکا تھا۔

"کیا ہوا سو کیوں نہیں رہے ہو؟"شامیر نے موبائل سے نظریں ہٹاتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ کب سے اُس کی بے چینی کو بھانپ رہا تھا مگر وہ خاموش رہا، آخر اُس نے زاویار کو بیٹھتا دیکھتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔

"کچھ نہیں تم اپنا کام کرو میں ٹھیک ہوں بس ایسے ہی سر درد کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی ہے۔"وہ اپنے گھنگریالے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

"کوئی پریشانی ہے تو تم مجھ سے بات کر سکتے ہو۔"موبائل کو اپنے سے دور کرتے ہوئے زاویار کے قریب ہوا،وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا شامیر کو اپنے پاس پا کر وہ اُس کے گلے سے لگ گیا تھا۔

"مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟زاویار میرے سے مسئلہ ڈسکس کرو۔"اب کی بار لہجہ سخت تھا۔

"بس مجھے کچھ دیر ایسے ہی رہنے دو، سمجھ آنے پر تمہیں سب بتا دوں گا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شامیر کے دماغ میں صرف ماہین کا خیال آرہا تھا۔ آج سے پہلے شامیر نے زاویار کے ساتھ کسی بھی لڑکی کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ کون تھی؟ تو پھر آج کیوں؟ اور وہ بھی دوست؟ مجھ سے تو کبھی اس دوست کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ سب سوالات ادھورے تھے، جن کے جواب پانا باقی تھے۔

"ماہین کی وجہ سے پریشان ہو، کہ اُس نے تمہیں صرف اپنا دوست کہا ہے؟" کمر پر ہاتھ سہلاتے ہوئے پوچھا۔

زاویار نے گردن اٹھا کر کچھ وقت تک اُسے دیکھا پھر واپس خاموش ہو گیا اور خود کو واپس اُس میں چھپا لیا تھا۔

"اس بات کا ذکر نہ کرو۔" دھیرے سے شامیر کو آگاہ کیا تھا۔

"اگر میں اس بات کا ذکر نہ کروں تو کیا تمہاری حالت بہتر ہو جائے گی؟" ماتھے پر شکنوں کو لاتے ایک اور سوال کیا تھا۔

"نہیں۔" لہجہ پہلے کی طرح سپاٹ تھا۔ اُسے آج کا دن۔۔۔ اور اپنی محبت کا اقرار سب یاد آرہا

تھا۔

"تو پھر تمہاری حالت کس طرح بہتر ہو گی؟"

"سونے سے۔"

"تو پھر سو کیوں نہیں رہے ہو؟"

"نیند نہیں آ رہی ہے۔"

"نیند کیوں نہیں آ رہی ہے؟"

"شاید میں سونا نہیں چاہتا ہوں۔"

"تم سونا کیوں نہیں چاہتے ہو؟"

"کیونکہ میرے دل میں درد ہے۔"

"تم تو ہارٹ لیس ہو پھر درد کیسا؟" قہقہہ بحال ہوا تھا۔

"اب نہیں ہوں۔" مختصر سا راستہ تھا جو کہ طے ہو چکا تھا۔ اب کی بار شامیر بھی خاموش ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ شیراز کی بہن تھی۔" مزید تفصیل نہیں دی تھی، شامیر سب سمجھ گیا تھا۔

"تم نے اُن سب کو معاف کر دیا ہے؟"

"جس کو میں تکلیف دینا چاہتا تھا وہ اس دنیا سے چل بسا ہے، تو ان کا اور میرا دشمنی کا تعلق بھی نہیں رہا ہے۔"

"اچھا چلو آو ہم دونوں بیٹھ کر اچھی سی کافی پیتے ہیں، اور پریشان نہ ہو اس بار کافی میں بناؤں گا۔" وہ اُسے اپنے سے دور کرتے ہوئے بولا تھا۔

"انسان کتنا ہی مجبور اور اکیلا رہنا کیوں نہ پسند کرتا ہو، تکلیف میں اُسے ہمیشہ کسی کی ضرورت رہتی ہے جو اُسے آکر سمیٹ لے۔"

وہ اب شامیر کے واپس کمرے میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ساتھ ہی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے چمکنے لگی مگر وہ شامیر کے سامنے اپنی حالت کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا، وہ آج کے دن کا ذکر اُس سے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنے چہرے کو صاف کیا اور واش روم سے جب واپس آیا تو شامیر کافی کے مگوں کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کا شیف حاضر ہے۔" کافی کے کپ کو اُس کے مزید قریب کیا۔ وہ اب بالکونی کی جانب بڑھنے لگا تھا۔

"سونے کا ارادہ نہیں ہے کہ کیا؟" بالکونی کا دروازہ کھولتے دیکھتے ہوئے زاویار سے پوچھنے لگا تھا۔ وہ حیران بھی تھا۔۔ کہ وہ بالکونی کی طرف جا رہا تھا۔

"باہر کے نظاروں کے ساتھ کافی کو پینا زیادہ بہتر کام ہے۔" اب کی بار مکمل طور پر وہ شامیر کو حیران کر چکا تھا۔ خوشگوار موسم کے ساتھ کافی کو انڈیلتے ہوئے بولا تھا۔ بھینی بھینی ہوا اُس کے جسم کو سکون پہنچاتی ہوئی گزر رہی تھی۔ ہوا کے ساتھ ہی اُس نے گہرے گہرے سانس لیے تھے۔ مگر ہوا کا شور اُس کی سانسوں کی آواز کو زیادہ محسوس نہیں ہونے دے رہا تھا۔ اب کی بار وہ غلط تھا۔۔۔ کچھ تھا جو گہرے سانس لینے سے بھی سمیٹا نہیں جا رہا تھا۔

صبح کی کرنوں سے ہر کسی کی زندگی میں نئی روشنی آنے والی تھی، کچھ اندھیروں میں تو کچھ وسط اور کچھ کے لیے زندگی خود روشنی کا ذریعہ بننی تھی۔ ہر کوئی کل سے اپنے اپنے سفروں کی تعبیریں حاصل کرئے گا یا مکمل یا ختم۔

oooooooooooooooo

یہ منظر ایک پر سکون کمرے کا ہے،جہاں رات کی خاموشی ابھی مکمل طور پر ٹوٹی نہیں تھی۔ بستر پر زاویار اور شامیر سوئے ہوئے تھے۔ کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی،شاید کھڑکی کے پردے کے پیچھے سے آتی ہوئی مدھم روشنی،جو آہستہ آہستہ ماحول کو شاش بشاش کر رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

افق پر ہلکی سی سنہری روشنی پھیلنے لگی،رات کی سیاہی دھیرے دھیرے پسپا ہو رہی تھی۔ مشرقی کنارے سے سورج کی کرنیں آہستہ آہستہ آسمان پر اپنے وجود کا پتہ دے رہی تھیں، جیسے کوئی مدھم سی شمع جل رہی ہو۔ ہوا میں صبح کی تازگی گھل رہی،اور پرندوں کی مدھم چہچہاہٹ خاموش فضاؤں میں ایک سریلا نغمہ بکھیر رہی تھیں۔ درختوں کی شاخیں نرم ہوا کے ساتھ جھوم رہی، جیسے قدرت کی اس دلکش صبح کا خیر مقدم کر رہی ہوں۔

شامیر کی آنکھ کھلی، وہ وقت معلوم کرنے کے لیے ہاتھ میں پہنی گھڑی کی مدد لیتا ہے۔ وہ کچھ لمحے یوں ہی چھت کو تکتا رہا جیسے نیند اور جاگنے کے درمیان معلق ہو۔ پھر آہستہ سے کروٹ لے کر برابر لیٹے زاویار کو دیکھتا ہے۔ زاویار کی پیشانی پر ہلکی شکنیں تھیں، جیسے کوئی خواب یا کوئی خیال اس کے اندر ہلچل مچا رہا ہو۔ اُس کے چہرے پر رات بھر کی اداسی کی جھلک نمایاں تھی۔ شاید وہ دیر رات تک جاگتا رہا ہو، یا کسی سوچ نے اس کی نیند کو بوجھل کر دیا ہو۔

شامیر نرمی سے بستر سے نکلتا ہے اور کھڑکی کے قریب جا کر پردے پیچھے سرکاتا ہے۔ تازہ ہوا اندر آتے ہی کمرے کی فضا میں ہلکی خنکی گھل جاتی ہے۔ باہر آسمان پر ہلکی سی سنہری روشنی مزید نمایاں ہو چکی تھی، پرندوں کی چہچہاہٹ بڑھ گئی تھی۔ جیسے ہر چیز جاگ رہی ہو، سوائے زاویار کے۔

" اُٹھ جا یار، صبح ہو گئی ہے۔ نیچے چل کر ناشتہ کرتے ہیں۔" شامیر واپس آ کر زاویار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلاتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بس تھوڑی دیر اور۔" زاویار ذرا سی کروٹ بدلتا ہے، آنکھیں بند رکھتے ہوئے تھکی ہوئی آواز میں کہا تھا۔

شامیر مسکراتا ہے، جیسے پہلے ہی اندازہ ہو کہ وہ یہی کہے گا۔

"چل نا، نیچے چلیں، ہلکی پھلکی باتیں کریں گے، چائے پئیں گے، اور تُو اپنی رات والی اداسی بھول جائے گا۔" وہ دوبارہ سے اُس کے کندھے کو ہلاتا ہے، اس بار ذرا زور سے جھنجھوڑا تھا۔ زاویار نے آہستہ سے آنکھیں کھولی تھی۔ ان میں رات بھر کی تھکن اب بھی باقی تھی۔ شامیر نے اُس کے تاثرات کو غور سے دیکھا، جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر نرمی سے مسکرا کر بولا، "سب ٹھیک ہو جائے گا، چل پہلے چائے پیتے ہیں۔"

زاویار نے گہری سانس لی اور سر ہلا دیا۔ شامیر نے ہاتھ بڑھا کر اسے سہارا دیا، اور دونوں دھیرے دھیرے نیچے اترنے لگے تھے۔ نیچے دستر خوان پر رکھے چائے، ناشتہ اور باقی تین نمونے ان کا انتظار کر رہے تھے، اور ساتھ ہی وہ چند لمحے بھی، جو شاید زاویار کے دل کا بوجھ ہلکا کر سکتے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم دونوں دیر سے آئے ہو،عامر بابا نے تم دونوں کے لیے کھانا نہیں بنایا ہے۔"شداد ایسے بول رہا تھا جیسے وہ اندھے ہوں یا میز پر رکھا ناشتہ محلے والوں کے لیے تھا۔

"چلو ٹھیک ہے نہیں کریں گے اور نہ اور ناشتہ بنانے کا کہیں گے۔بے شک عامر بابا نے ہمارے لیے ناشتہ نہیں بنایا اور یہ جو میز پر پڑا ہوا ہے ہم اس سے ہنسی خوشی گزارا کر لیں گے۔"شامیر کرسی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ڈھیٹوں کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

"تمہارا اپنا ہی گھر ہے آ کر بیٹھ جاؤ۔"شامیر زاویار کو یاد دہانی کرواتے ہوئے بولا تھا۔

"اگر بھائی آپ اپنا اسی طرح منہ بنا کر رکھنا چاہتے ہیں تو پھر بھی آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ سے کل والی بات کے متعلق نہیں پوچھوں گا،آپ منہ بنائیں یا نہ بنائیں میں آپ سے کل والی لڑکی کے بارے میں ضرور پوچھوں گا۔"شداد کانٹے کے ذریعے انڈے کو کھاتے ہوئے بولا تھا۔

"کون سی لڑکی؟وہ تو میں تم سب کو تنگ کر رہا تھا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔بھلا ہم دونوں کے بیچ لڑکی کہاں سے آئی اور میں گھر واپس آیا پھر دونوں گھر سے باہر ایک ساتھ نکلے

تھے۔"شامیر بھی اپنی پلیٹ میں ناشتہ نکالنے لگا تھا۔

"تو پھر ان کے منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"کانٹے سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ اس لیے کہ بیٹا آپ کی خالہ کی کال آچکی ہے،اب آپ سب کو بلکہ ہم سب کو جانا چاہیے ان کی مدد کرنی چاہیے اور آج سے کوئی مستی نہیں صرف اور صرف کام پر دھیان دیں گے جس کے لیے ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں۔"وہ سب کو سٹریٹ فارورڈ ہو کر بولا تھا۔

"لیکن اس میں تو ابھی چار دن ہیں آج میں نے اور ان دونوں نے باہر تھوڑی سی سیر کرنے جانا تھا۔"شداد بور نگ سے شادی میں شرکت کرنے کے بالکل حق میں نہیں تھا۔اب میرے پاس صرف دس دن ہیں،اس کے بعد میں آزاد ہو کر اپنے گھر واپس چلا جاؤں گا تب تک کے لیے تو مجھے جینے دیں بھائی۔۔۔۔بھائی کا لفظ کہتے ہوئے دانتوں کو پیسا تھا۔

"میرے لیے یہی خوشی کافی ہے کہ تم پاکستان میں اس گھر سے باہر تو نکلو گے۔ٹھیک ہے تم تینوں جا کر جو مرضی کرو میں اور شامیر سب سنبھال لیں گے۔"زاویار نے بات کلیر کی اور اپنا ناشتہ مکمل کرنے لگا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے کراچی میں کہیں آگے پیچھے نہیں جانا ہے وہ تو اس کی ضد میں آ کر میں کراچی آ گیا ہوں۔" عاطف بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"دیکھو وہاج کو چھوڑو مگر میرے لیے مان جاؤ خیر ہے یہاں تک آ گئے ہو تو تم آگے پیچھے بھی ہمارے ساتھ گھومنے چلے جاؤ پلیز۔۔۔" اب کی بار شداد اُسے منا رہا تھا۔ وہ ماتھے پر آئے گئے بالوں کو پیچھے کی سمت کرتے ہوئے بولا تھا۔ وہاج خاموش تھا کیونکہ اس معاملے میں وہ بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

"ایسا بھی اس رنگ میں کیا ہے؟" شامیر اُس کے بالوں کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا، اُس کے آگے سے بال کبھی بھی جامنی رنگ سے آزاد نہیں ہوتے تھے۔

"جامنی رنگ میرا سکون ہے۔" صرف اُسے یہ رنگ خود کے بالوں پر پسند تھا اور اُس کے بال اُس کا سکون تھے۔

"اچھا سب چھوڑو، یہ تم سب کا آپس کا معاملہ ہے ہم بیچ میں انٹرفیئر نہیں کریں گے، میں اور زاویار تو ناشتے کے بعد اُن کی طرف چلے جائیں گے تاکہ کام جلدی نمٹا کر فارغ

ہو جائیں۔"وہ شداد کی اس رنگ سے الفت کو دیکھتے ہوئے بہت متاثر ہوا تھا۔ناشتہ ختم کرنے کے بعد کے منصوبے کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔عاطف بھی شداد کی خوشی میں خوش ہو گیا تھا۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○

یہ گھر نہ زیادہ بڑا تھا نہ چھوٹا، مگر آج یوں سجا تھا جیسے روشنی اور رنگوں کا میلہ لگا ہو۔ ہر دیوار، ہر دروازہ، ہر کھڑکی خوشی کی گواہی دے رہی تھی۔ آنگن میں بچھے رنگین گاؤ تکیے، دیواروں سے جھولتی مہندی اور پھولوں کی لڑیاں، دروازوں پر بندھی گیندے اور موتیے کی مالائیں، سب مل کر یہ اعلان کر رہے تھے کہ یہاں خوشیوں کی بارش برس رہی ہے۔ مگر جو چیز سب سے زیادہ آنکھوں کو لبھاتی تھی، وہ ننھی ننھی بتیاں تھیں، جن سے پورے گھر کو یوں روشن کیا گیا تھا جیسے چاندنی زمین پر اتر آئی ہو۔

یہ ننھی روشنیوں کی جھالر نہ صرف چھتوں، کھڑکیوں اور دروازوں پر دمک رہی تھی، بلکہ دیواروں سے پڑنے والی سنہری جھلک نے پورے ماحول کو جادوئی بنا دیا تھا۔ روشنی کی ان باریک کرنوں میں ایک عجب سی کشش تھی، جو کبھی کسی چوکھٹ پر لرزتی، کبھی کسی کونے میں جھپکتی، جیسے خود بھی اس خوشی کا حصہ بننے آئی ہوں۔ رات کی تاریکی میں یہ گھر کسی خوابوں کے محل کا منظر پیش کر رہا تھا، جہاں روشنی اور رنگوں کا راج تھا۔

صحن میں قہقہے بکھرتے، مہندی کی خوشبو ہوا میں رچتی، اور ڈھول کی تھاپ پر تھرکتے قدم ہر سو زندگی کا احساس دلا رہے تھے۔ اندرونی حصے میں دلہن کے لیے خاص طور پر سجایا گیا کمرہ ایک الگ ہی منظر پیش کر رہا تھا۔ سنگھار میز پر رکھی چوڑیوں سے ہلکی ہلکی کھنک نکل رہی تھی، مہندی کے کٹورے سے تیز خوشبو اٹھ رہی تھی، اور آئینے کے گرد لپٹی روشنی کی جھالر دلہن کے عکس کو مزید دمکتا دکھا رہی تھی۔

دلہن کی دو سب سے قریبی سہیلیاں، عائشہ اور شانزے، ہر لمحہ اس کے ساتھ تھیں۔ عائشہ کبھی کنول کا دوپٹہ سنوارتی، کبھی چوڑیاں پہناتی، کبھی شرارت سے چھیڑتی، اور کبھی اسے اپنے

خوابوں کی زندگی کے بارے میں بتانے لگتی۔ان دونوں کی ہنسی کبھی قہقہوں میں بدلتی، کبھی خوشی کے آنسوؤں میں،اور کبھی کسی یاد میں کھوجاتی تھی۔

"ابھی تو یہاں ہی گھوم رہے تھے۔۔۔یہ میرا نالائق کزن کدھر غائب ہو گیا ہے۔"دھیان کو دوسری جانب متوجہ کیا تھا۔ڈھولکی کی راتوں میں ایک وقت ایسا آیا تھا جب عائشہ کو بہت بہترین موقع لگا کہ وہ زاویار سے سب کہہ دے اور اُس نے کسی کو بتائے بغیر زاویار سے بات بھی کرلی تھی۔عائشہ کسی سے بات نہ کیا کرتی کیونکہ وہ لوگوں سے بلاوجہ بے تکلف نہیں ہوتی تھی، مگر یہاں سوال اُس کی دوست کا تھا۔آخر کب تک وہ اُسے روتا ہوا دیکھتی، اپنی دوست کے لیے زاویار تک شانزے کے دل کے جذبات پہنچائے تھے۔

شانزے جو کہ کافی دیر پہلے سے اُن میں موجود نہ تھی،وہ کنول کے کمرے سے کچھ ضروری سامان لینے گئی تھی۔

"ناجانے اس لڑکی نے جھمکے کہاں رکھ دیے ہیں،ایک تو عائشہ بھی نا۔۔۔کہہ تو رہی تھی کہ بیڈ پر رکھے ہیں لیکن یہاں تو کچھ بھی موجود نہیں ہے۔"جھمکوں کو ڈھونڈتے ہوئے خود سے

بڑبڑانے میں مصروف تھی۔ گلاب کے پھولوں کی مالا بنا کر سنہرے بالوں میں سجائی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں گجرے پہن رکھے اور کانوں میں گلاب کی بالیاں بنا کر بھی سجائی ہوئی تھیں۔ ہر طرف گلاب کے پھولوں کی خوشبو مہک رہی تھی۔ آخر کار اُسے کچھ نہ ملا تھا وہ اب اپنے قدموں کو پلٹتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔

"یہ یہاں سے تھوڑا خراب لگ رہا ہے اسے مزید ترتیب سے لگائیں۔" کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اُسے محسوس ہوا کے کوئی دروازے کو پھولوں سے بنی لڑیوں سے سجا رہا تھا۔

دروازے کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگاتے ہوئے کہا،وہ جب کمرے میں داخل ہوئی تب باہر کوئی بھی موجود نہ تھا۔شانزے کو کمرے میں آئے کافی وقت ہو چکا تھا۔بیڈ پر جھمکوں کو نہ پا کر وہ پورے کمرے میں انھیں ڈھونڈنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

"جی بہتر۔"وہ شانزے کی بات سن کر لڑیوں کو مزید ترتیب دینے لگا تھا۔شانزے کا دھیان نہ تھا کہ دروازے کو کون سجا رہا ہے مگر آواز کو سنتے ہوئے قدموں کو آگے بڑھنے سے روک لیا تھا۔

"وہ اُسے آج بھی اتنا ہی خوبصورت لگ رہا تھا جتنا پہلی ملاقات میں لگا تھا۔ "وہ اب بھی ویسے ہی کام میں مصروف تھا جیسے آئس کریم دیتے وقت صرف کام پر دھیان تھا۔ ایک نظر اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ وہی تھا، نظریں جیسے اُس پر ٹھہر سی گئی تھیں۔ جسے وہ ڈھونڈا چاہتی، جسے وہ سوچتی۔۔ وہ اُس کے سامنے موجود تھا۔

"شانزے رکیں مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ "وہ اُسے جاتا دیکھتے ہوئے میز سے اتر کر اُس کے قریب آیا تھا۔ گھنگریالے بال جن کو بڑی نفاست سے سیٹ کیا ہوا تھا۔ مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں جو سیاہ شلوار قمیض کے ساتھ مزید واضح ہو رہی اور بہت پر کشش لگ رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی سیاہ رنگ کی داری مونچھ جو کہ چہرے پر بہت خوبصورت لگتی تھی۔ وہ اُس کے چہرے کو تکتی رہی، اُس کو یقین نہ آیا کہ اُس کہ کانوں نے جو سنا وہ سچ تھا۔ زاویار نے پہلی بار اُس کا نام لیا تھا یا اُس نے پہلی بار شانزے اُس کے سامنے پکارا تھا۔

"کیا میں آپ سے بات کر سکتا ہوں؟" مسلسل اپنے اوپر نظریں دیکھتے ہوئے اُس نے سوال کیا جبکہ وہ بالکل خاموش تھی، صرف آنکھوں سے باتیں کر رہی جبکہ زبان بالکل

خاموش تھی۔ کتنا وہ ترس گئی تھی اس لمحے کو۔۔۔ آخر جب وہ وقت قریب آیا تو اُس کی زبان سے ایک حرف بھی ادا نہیں ہو پا رہا تھا۔ کافی دیر مستقل خاموشی کے بعد وہ کچھ کہے بغیر وہاں سے چلی گئی تھی۔

"وہ اُسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ زاویار علی نے پہلی بار اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور وہ اُس کی نگاہوں کو محسوس کر کے انھیں بھانپ چکا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کہہ پائے گی۔ "اُس نے دوبارہ سے شانزے کو نہیں روکا وہ بس اُسے نیچے سجے ہوئے کمرے میں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ "اُس پر سے دھیان ہٹانا مشکل تھا مگر وہ پھر سے اپنے کام کو مکمل کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔"

"کہاں رہ گئی تھی؟ اور جھمکے کہاں ہیں۔۔۔ "عائشہ اُس کے خالی ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ وہ اس طرح معصوم بن رہی تھی جیسے اس سب کے بارے میں عائشہ کو کوئی خبر نہ ہو۔ اُس نے جان کر شانزے کو کنول کے کمرے میں بھیجا اور وہاں کوئی جھمکے نہیں تھے، زاویار جب کنول کے بلانے پر اُس کے پاس آیا تو عائشہ نے اُسے کمرے کے دروازے کو

سجانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ زاویار سارے کام نوکروں کے ساتھ مل کر نبٹا رہا مگر عائشہ نے اس بار اُسے اکیلے اوپر کنول کے کمرے میں جانے کو کہا تھا۔

"وہاں بستر پر کوئی جھمکے نہیں تھے اور میں نے ہر جگہ ڈھونڈا مگر مجھے وہ جھمکے نہیں ملے ہیں۔" وہ مایوسی کے انداز میں بتا رہی تھی۔

"اچھا چھوڑو اب آو یہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔" اشارہ کرتے ہوئے اپنے پاس بنی خالی جگہ پر بیٹھنے کو کہا جہاں سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔ عائشہ اُس کے اڑے ہوئے رنگ کو دیکھ کر خاموش رہی۔ وہ پریشان بھی تھی۔ وہ اُس کے بے تاثر چہرے کی وجہ پوچھنا چاہتی تھی مگر آس پاس زیادہ ہجوم ہونے کی وجہ سے وہ خاموش رہی تھی۔

آج کی ملاقات بھی ادھوری رہ گئی، آج بھی کوئی بات نہ ہو سکی تھی یا ان سب کی توقع نہ ہونے کے باعث زبان ساتھ نہ دے سکی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○

تمام تر مہندی کی رسومات ہو چکی تھیں، زیادہ تر مہمان اپنے گھروں کو واپس چلے گئے بس عزیز رشتے ہی رہ گئے جو سجی سنوری دلہن کے آس پاس موجود تھے۔ شانزے کنول کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن عائشہ اُن میں موجود نہ تھی۔

"تم کدھر جا رہی ہو؟" تانیہ اُن کے پاس سے گزرتے ہوئے غصے سے آگے جا رہی تھی۔ اس طرح کے انداز پر کنول نے اُسے گیٹ کی طرف جاتا دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی بس ڈنڈا لے کر آؤں، کیونکہ پوری مہندی کی تقریب گزر گئی مگر شداد ابھی تک نہیں آیا ہے، میں نے زاویار بھائی سے پوچھا وہ کہہ رہے ہیں شداد آنے والا ہے اس لیے اُس کے استقبال کے لیے میں باہر جا رہی ہوں۔" تانیہ آنکھیں دکھاتی ہوئی واپس سے اپنے قدم گھما کے گیٹ کی جانب بڑھنے لگی تھی۔ وہ شداد تھا تانیہ کی محبت۔۔۔ اُس کا پاکستان آنا۔۔۔ ان سب میں تانیہ کا ہی ہاتھ تھا، بہت سی مشقتوں کے بعد اُس نے اڈرینا خالہ کو راضی کیا تھا۔ شداد کا پاکستان آنے کو دل نہیں تھا مگر اڈرینا ملک نے اُسے

زبردستی پاکستان بھیجا تھا۔

"آج اُس کی خیر نہیں ہے۔" کنول اور اُس کی سہیلیاں تانیہ کے غصے کو دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔ اچھا ہے میں تو یہاں دلہن بنے بیٹھی ہوں میں نہ سہی اُس کا بندوبست کرنے کے لیے میری بہن ہی سہی، واقعی اُس کو دو لگانی چاہئیں اڈرینا خالہ نے اُسے شادی میں شرکت کے لیے بھیجا مگر نہ تو یہ ڈھولکی کی رسومات میں آیا اور ابھی بھی فنکشن کے ختم ہونے کے بعد آرہا ہے۔

"اس کو سمجھاؤ کنول ورنہ میرے بھائی کی آج کافی دھلائی ہو جانی ہے۔" زاویار اُس کے پیچھے بھاگتا ہوا کنول اور اُن سب کے پاس آتے ہوئے رکا تھا۔ شانزے کی نگاہیں زاویار کی جانب تھیں۔ وہ ہنس رہا تھا وہ ہنستے ہوئے کتنا خوبصورت لگ رہا تھا۔ شانزے نے پہلی بار زاویار کو ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ اُس کا ہنستے ہوئے ٹھوڑی پر ڈمپل واضح ہو رہا تھا۔ وہ واقعی ہنستے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ زاویار کی نگاہیں اب اُن سب کی جانب باری باری گئی تھیں۔ شانزے نے نہ جانے کس طرح اُس کے مسکراتے چہرے سے نظریں ہٹائی

تھیں مگر ہاں! جب تک اُس کی نظریں شانزے پر گئی وہ تب تک اپنے چہرے کو نیچے کر چکی تھی۔

"اس کا غصہ جائز بھی ہے تمہیں اندازہ ہے کہ شداد کسی بھی ایونٹ پر نہیں آیا اب اس بات پر تانیہ کا غصہ جائز ہے۔ میں تانیہ کو نہیں روک سکتی ہوں، وہ میری ایک اکلوتی بہن ہے۔" کنول مزید اُس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے میں مصروف ہوئی تھی۔

"اگر تمہاری وہ اکلوتی بہن ہے تو میرا بھی وہ اکلوتا بھائی ہے، میں نے بھی اُسے پیچھے کے دروازے سے اندر آنے کا کہا اور جان کر تانیہ کو فرنٹ گیٹ پر بھیجا ہے۔" کنول کو آنکھ مارتے ہوئے بڑے پر جوش انداز میں بولا تھا۔ وہ اُسے کیسے بتاتا کہ شداد کی خواہش ان دس دنوں میں کہیں نہ جانے کی تھی، وہ تو پہلی بار گھر سے باہر نکلنا چاہتا تھا، اس لیے زاویار اُسے روک نہیں سکا تھا۔ اُن سب کی ہنسی بحال ہی تھی کے پیچھے سے شداد اور اُس کے دوست شامیر کے ساتھ اندر آرہے تھے۔ شامیر چالاکی سے زاویار کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انہیں اپنے ساتھ اندر لے آچکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بہت چالاک ہو زاویار، تمہیں تانیہ چھوڑے گی نہیں۔" وہ شداد سے ملتے ہوئے اور اُس کے باقی دوستوں کو سلام کرتے ہوئے بولی تھی۔ اچھا میں تانیہ کو لے کر آتا ہوں، یہ کہہ کر شداد وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ کیا تھا جو عاطف کا دل تانیہ کے نام پر زور سے دھڑ کا تھا یا تانیہ کے نام کو سننا یہ اُس کی برداشت کی آخری حد تھی۔ وہ کراچی اس لیے نہیں آنا چاہتا تھا وہ تانیہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اُس نے سب کے سامنے خود کو سنبھالا ہوا تھا مگر وہ اندر سے ٹوٹ۔۔ بکھر چکا تھا۔۔۔ وہ کیا تھا جو وہ اپنے حواس کھو رہا تھا۔ آخر یہ ضروری تھا کہ اُس کا نام سنا جائے۔۔۔ یا وہ اب خوش رہنے کی جھوٹی کوشش میں خوش نہیں لگتا تھا۔ اُس کا جسم سماعتوں میں نہ رہا، نہ جانے کیا کچھ خیالات اُس کے ذہن میں آ رہے تھے۔ لیکن وہ یہ سوچنے پر ضرور مجبور تھا کہ اگر وہ تانیہ تانیہ رحمان ہوئی تو کیا وہ اُس کا سامنا کر سکے گا۔۔ وہ تو تانیہ کا نام سن کر ہی وہم و قیاس میں جا چکا تو اگر وہ تانیہ اُس کی محبت ہوئی تو کیا وہ سب کے سامنے دکھاوا بحال کر سکے گا۔

"مجھے یہاں سے لے جاؤ، وہاج مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" اپنے آپ کو بہتر نہ محسوس

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کرتے ہوئے ساتھ کھڑے وہاج کے کان میں بات کہی تھی۔

"عاطف کیا ہو گیا اس دنیا میں کتنی لڑکیوں کے نام تانیہ ہیں، اب کراچی میں تانیہ نام کی صرف ایک لڑکی تو نہیں ہے۔" وہاج اُس کے وجود میں کپکپاہٹ کو با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ اب اُسے وہاں سجے سنورے کمرے میں ٹہلانے میں مصروف ہوا، وہاج واقعی یہ دعا کر رہا تھا کہ یہ واقعی تانیہ نہ ہو، اُس نے بڑی مشکل سے عاطف کو سنبھال رکھا اور جان کر ضد کر کے کراچی لایا تھا۔ وہ کراچی نہیں آنا چاہتا وہ واپس سے اپنے جذباتوں کو بے معنی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ وہ سامنا کر بھی کیسے سکتا تھا وہ لڑکی تو پتھر دل کی تھی جو نہ کبھی اُس کی محبت کو سمجھی اور شاید ہی کہ کبھی سمجھ پاتی۔ وہاج کے دل میں صرف ایک ہی دعا تھی کے یہ تانیہ! تانیہ رحمان نہ ہو۔

"ایک طرف ہنسی کی لہر سے کمرہ شور میں مگن تھا اور دوسری طرف کسی کو سانس نہیں آرہا تھا۔ "عائشہ اتنے ہجوم میں یہاں موجود نہ تھی، وہ عذر کرتی ہوئی کب کی وہاں سے جا چکی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا ہوا دیکھ کر نہیں چل سکتے اندھے ہو؟" شداد کے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھا، موبائل استعمال کرنے کے باعث وہ بے دھیانی میں پیچھے مڑا جس کی بدولت عائشہ کے کپڑوں پر جوس گر گیا تھا۔ وہ کپڑے صاف کرنے کے ساتھ ساتھ اُسے کافی دیر تک باتیں سناتی رہی اور وہ خاموشی سے اُس کے جامنی رنگ کے کپڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ بڑی نفاست سے جامنی رنگ کے دوپٹے کو اپنے سر پر ٹکار کھا تھا۔ عائشہ اُس کے حلیے کو دیکھ کر ایک آوارہ انسان تصور کر رہی تھی۔ جامنی رنگ سے شداد نے اپنے بالوں کو رنگا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ زاویار کا بھائی ہے، اور اُسے دیکھ کر لگتا بھی نہیں تھا۔ دونوں کے اندازوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ "اُسے صرف اپنے بالوں پر یہ رنگ اچھا لگتا تھا مگر آج وہ غلط تھا، آج اُس کے بالوں کا رنگ سامنے کی جانب کھڑی لڑکی کے سامنے پھیکا پڑ گیا تھا۔" وہ جامنی رنگ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی یا شداد کو پہلی بار کوئی جامنی رنگ میں ڈھلا ہوا اتنا خوبصورت لگا تھا۔

"اچھا میں آپ سے بعد میں لڑتا ہوں۔۔۔ میرا مطلب میں آپ کو آ کر بعد میں سوری کرتا

ہوں۔ ابھی میں اپنی ایک کزن کو ڈھونڈ رہا ہوں جس کے باعث یہ سب ہوا ہے۔"وہ موبائل کی طرف دھیان کرتے ہوئے بولا تھا۔ وہ تانیہ کے لیے یہاں پر آیا تھا مگر وہ اُسے کہیں نظر نہ آئی ہاں البتہ اُس کی بدولت ایک جامنی رنگ میں ملبوس لڑکی سے وہ ضرور مل چکا تھا۔ موبائل میں مگن ہونے کی وجہ سے یہ سب ہوا تھا، اب وہ اُسے مسکراتا ہوا دیکھ کر وہاں سے جا چکا تھا اور عائشہ اُس کی باتوں پر مزید غصہ ہوتے ہوئے باتھ روم کی جانب چلی گئی تھی۔

"عجیب بد تمیز انسان ہے، ڈھٹائی تو کوئی دیکھے کیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔"وہ واش روم سے واپس آچکی تھی۔ اب بھی وہ اپنے کپڑوں کو بہتر کر رہی تھی۔

"آئی ایم سوری، یہ سب میں نے جان کر نہیں کیا ہے۔"شداد اُس سے معذرت کر رہا تھا، یہ تو وہی جانتا تھا کہ اُس نے آج تک کسی کو سوری نہیں بولا تھا۔

"آپ میرا پیچھا کرتے کرتے یہاں تک آگئے ہیں؟"وہ اُس کے معذرت کرنے پر اور غصہ ہوئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں میں بس آپ کو دیکھنے آیا۔۔ میرا مطلب آپ کو سوری کرنے آیا تھا۔" اُسے الفاظ بھول رہے تھے۔ وہ اُس کی غصے میں مبتلا چھوٹی چھوٹی آنکھیں، ماتھے پر شکنے اُسے دیکھ کر شداد کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ جو اپنے حسن سے بے شمار حسینوں کا دل دھڑکانے والا آج اُس کا دل خود کسی کے لیے دھڑکا تھا۔

"ٹھیک ہے میں نے آپ کو معاف کیا، اب آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔" وہ اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ مغرور سی ناک جس پر تل نمایاں تھا، گندمی رنگت۔۔ جامنی بال، نہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھ رہا ہے۔ وہ اُس کے بالوں سے نظریں ہٹائے بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے جانے لگی تھی۔

"اتنا غصہ نہ کریں غلطی ہو گئی ہے ایک جوس ہی تو تھا، میری نظر نہ لگ جائے اس لیے یہ سب ہوا ہے۔" وہ اُسے اپنے لفظوں سے روک چکا تھا۔

"میرے تھپڑ سے اگر آپ کے یہ گال محفوظ ہیں تو انہیں محفوظ ہی رکھیں۔" انگلی کا نشانہ بنا کر دور سے اُس کے چہرے پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کتنا غصہ کرتی ہیں، میں تو سچ۔۔ میرا مطلب میں تو مذاق کر رہا تھا۔۔"بات مکمل ہونے سے پہلے ہی عائشہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

"کوشش کریں ضرورت کے لیے نہیں، چاہت کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ رہنا سیکھیں۔"وقت ٹھہم سا گیا تھا کچھ نگاہیں کسی کو تلاش کرنے کی جستجو میں لگی ہوئی تھیں اور کچھ نگاہیں ایک جگا ٹک گئی، پرانی یادوں میں کھو گئی تھیں۔ایک ایسا چہرہ سامنے آیا تھا جو کبھی بھول کر بھی بلایا نہیں جا سکتا تھا، مگر وہ سامنے تھا تو دل چیر سا گیا تھا، دل چیخ کر گواہی دے رہا۔۔وہ بتا رہا تھا کہ یہ وہی محبت ہے جو بھلائے نہیں بھولی۔۔جو بے تحاشا چاہنے کے باوجود نہیں پگلی۔۔۔جو اندر سے فنا کر گئی مگر رحم دل نہ ہوئی تھی۔

"کچھ انسان دل میں اترتے ہی چلے جاتے اور پتہ پھر ہم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ دل بہت بڑا ہے یا انسان کا رتبہ۔"محبت میں کہاں دیکھا جاتا کہ محبوب کیسا۔۔۔اُس کے عیب تو فقط

دوسرے انسانوں کو نظر آتے ہیں۔عاشق کہاں اپنے محبوب کے عیب محسوس کرتا اُس کے لیے وہ جیسا بھی ہو وہ اُس کا ہوتا ہے۔وہ اُس کے دل کا اکلوتا مالک ہوتا ہے۔وہ تو لوگ ہوتے جنہیں عیب نظر آتے۔۔عاشق کی نظر میں ستم گر ہی سہی مگر وہ صرف اُس کے دل میں ہونے سے ہی خوش ہوتا اور جیتا ہے۔

عاطف گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ چکا تھا۔اُس نے اپنے منہ پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ لیا تھا۔وہاج بھی تانیہ کو دیکھ کر بہت حیران ہوا،وہ چاہتا تھا کہ یہ منظر کبھی دیکھنے کو نہ ملے مگر اب وہاج کے بھی اختیار میں کچھ نہیں تھا۔تانیہ ابھی تک عاطف کو نہیں دیکھ پائی تھی۔وہ وہاں ہی ہنستے مسکراتی سب کے ساتھ مل جل رہی تھی شداد اور وہ آپس میں باتیں کر رہے جبکہ شداد اُس لڑکی کو ڈوندرہا جو کچھ وقت پہلے اُسے باہر ٹھنڈی ہوا کے سنگ باغیچے میں ملی تھی۔عائشہ اب بھی کمرے میں واپس نہیں آئی تھی۔

مگر عاطف!عاطف کا دل تو جیسے دھڑکنا بھول گیا تھا۔جو تھوڑا بہت سب کے سامنے ٹھیک ہونے کا دکھاوا تھا آج وہ بھرم بھی رکھا نہیں جا رہا تھا۔سب اب باہر موجود تھے،مگر دور

کہیں عاطف وہاج کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھا خود اضطراب کی ضد میں تھا۔

"عاطف خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔" وہاج اُس کی کمر کو تھپتپانے لگا تھا۔ یہ میرے سے کیا ہو گیا۔۔۔ کیا یہ واقعی میری غلطی۔۔۔ اگر وہ آنا نہیں چاہ رہا تھا تو میں نے مجبور کیوں کیا، کیا یہ ایک ہی گھر تھا جہاں ہم نے آنا تھا، ہم تو یہاں اس لیے آئے کہ اس کا دل کراچی کے نام سے جو بے قابو ہو جاتا سہم جاتا وہ بدل جائے، اُس کے دل سے خوف اور دبدبہ طاری ہونے کی کیفیت باقی نہ رہے مگر شاید میرے سے غلطی ہو گئی ہے، جو پانچ سال سے نہ سنبھل سکا میں اُسے چند دنوں میں کیسے بہتر کر سکتا تھا، وہاج نہ جانے اُس کی حالت پر خود کو بے حد کوستا رہا تھا، یا جو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا وہ حقیقت میں یہ سب کیسے تسلیم کر سکتا تھا۔

"میں بکھر چکا ہوں اور شاید اب کی بار تم بھی مجھے نہ سنبھال سکو۔" ٹوٹے پھوٹے لفظ زبان سے عیاں ہوئے تھے۔

"میرا یقین کر میں سب ٹھیک کر دوں گا۔" وہاج کیسے برداشت کرتا کہ وہ اس طرح زمین

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بوس ہو چکا تھا۔۔۔وہ کیسے اپنے یار کو ایسے دیکھ سکتا تھا۔اُس کا دل تانیہ کے نام پر صحیح دھڑ کا تھا۔۔۔تانیہ کا نام سننے کے بعد سے ہی اُسے بے چینی لاحق ہو گئی تھی،ایسا ہو ہی نہیں سکتا محبوب کے قریب ہوتے ہوئے کچھ محسوس نہ ہو اور محبت بھی وہ جس نے پانچ سال پہلے ہی رسوا کر ڈالا جس کی محبت نے باغی بنا ڈالا تھا۔وہ تو کراچی آ کر ہی بے چین ہونا شروع ہو گیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بے وفا تو نہ کہو اُسے نورؔ
اُس نے بھی تو وفا کر رکھی ہے
ہم سے نہ سہی کسی اور سے ہی
تمنا کو دل میں پناہ دے رکھی ہے
سجاتے تھے ہم خود کو اُس کے لیے
در گزر کرتے تھے وہ کسی اور کے لیے

محبت ہمیں تھی اُن سے بے تحاشا مگر

انھوں نے جگہ کسی اور کو دے رکھی ہے

"تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو اور عاطف کا رنگ اتنا اترا ہوا کیوں ہے؟" شداد اُن کے قریب آتا ہوا بولا تھا۔

"بس اس کو مزہ نہیں آرہا یہ بور ہو رہا ہے۔" وہاج جھوٹی ہنسی کو اپنے چہرے پر سجاتے ہوئے بولا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا سنگر بھی کبھی بور ہوتے ہیں؟" شداد اپنے ہاتھ کو اُس کی پیشانی پر مارتے ہوئے بولا تھا۔

"چلو اب تم ہمیں بھی کچھ سنا دو۔۔۔ ہم بھی تمہیں سننا چاہتے ہیں۔" دور سے آتی جامنی رنگ میں ملبوس لڑکی کو دیکھتے ہوئے بولا، وہ آخر کنول کے پاس آ کر بیٹھ چکی تھی۔ وہاج کے بے تحاشا منع کرنے کے باوجود شداد ضد پر تھا کہ عاطف کوئی گانا سنائے، عاطف نے بھی حامی بھر لی تھی۔

"عاطف تم کیسے گانا گاو گے؟تم ہوش میں تو ہو؟"شداد اب وہاں موجود بندوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا،وہ سب کو ایک نئی ہونے والی سرگرمی کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا۔

"میں اُس کی نظر میں ہمیشہ گلوکار ہی رہا ہوں، آج دیکھتا ہوں کیا اُسے بھی میری آواز یاد ہے یا وہ سب کچھ بھول چکی ہے۔"وہ شداد کہ اشارہ کرنے کے باوجود اُن سب میں نہیں گیا تھا۔وہ وہاج کے ساتھ وہاں ہی کھڑا ہو گیا جہاں وہ بے جان ہو کر بیٹھا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میں تینوں سمجھاواں کی

نا تیرے باجو لگدا جی

میں تینوں سمجھاواں کی۔۔"ہاتھوں کو مٹھیوں کی شکل میں تبدیل کیا تھا۔"

نا تیرے باجو لگدا جی

تو کی جانے پیار میرا

میں کراں انتظار تیرا

تو دل تو یوں جاں میری

میں تینوں سمجھاواں کی

نا تیرے باجو لگدا جی

ہائے۔۔۔"اُس کی آواز کپکپائی تھی۔"توں کی جانے پیار میرا۔۔تانیہ آواز کے سروں کو پہچانتے ہوئے چونکی مگر اُسے دیکھنے کی زحمت نہ کی تھی۔"لوگ اتنے ظالم ہوتے کے انہیں فرق پڑھنا بھی ختم ہو جاتا۔۔وہ کسی کی زندگی کا بھی خیال نہیں کرتے ہیں۔"

میں کراں انتظار تیرا

تو دل تو یوں جاں میری

میں تینوں سمجھاواں کی

نا تیرے باجو لگدا جی۔۔۔"وہ رکا تھا۔۔۔کم آن جاری رکھو،عاطف رکو نہیں تم بہت اچھا گا رہے ہو۔"شداد اُس کو خاموش پا کر بولا تھا۔اب تانیہ کے درگزر کرنے کا کوئی جواز نہ تھا اُس نے آخر کار اُسے مڑ کر دیکھا تھا۔وہ وہی تھا وہ عاطف کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ گانا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گنگنانا بھول چکا تھا۔

"چلو ادھر آ کر گاو۔" شداد اُسے سب کے پاس گھسیٹتا ہوا لے آیا تھا،اب وہ تانیہ کے بالکل عین سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

میرے دل وچ رے کے میرے دل دا حال نہ جانے

تیرے باجو کلیاں بہ کے روندے نین نے میرے

جینا میرا ہائے۔۔۔،"دردِ دل کے باعث دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔"مرنا میرا نال تیرے سی۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کر اعتبار میرا۔۔۔،"گالوں پر آنسوؤں کی برسات ہونے لگی مگر وہ پلک جھپکتے بغیر اُس شاش بشاش چہرے کو دیکھ رہا تھا جسے اُس کے ہونے سے کوئی فرق بھی نہیں پڑ رہا تھا۔

میں کراں انتظار تیرا

توں دل تو یوں جاں میری۔۔۔"آنکھیں آخر بند ہوئی اور اُس نے اپنے ہاتھ منہ کے پاس لے جا کر جوڑ لیے تھے۔وہ اکثر اپنے دوستوں کے اصرار پر بھی یونیورسٹی میں یہی گانا گایا

کرتا اور تانیہ تب بھی کچھ کہے بغیر وہاں سے چلی جایا کرتی تھی۔ تانیہ اُس کے ہاتھ جوڑنے پر اُس کے لفظوں کو سمجھ چکی تھی۔ وہ آخر کہیں نہیں گئی تھی آخر جڑے ہوئے ہاتھوں کا مان رکھ لیا گیا تھا۔

میں تینوں سمجھاواں کی

نا تیرے باجو لگدا جی۔۔۔ہاتھ اُسی طرح جڑے ہوئے تھے۔ "میں بس آخری کچھ اشعار گاتا ہوں پورا تمہیں پھر کبھی سناؤں گا۔" آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے شداد سے کہا تھا۔ جبکہ شانزے اُس کے لفظوں میں درد اور تانیہ پر اٹکتی نگاہیں محسوس کر رہی تھی۔

نی چنگا نہیں وَکیتا بیبا۔۔۔۔ آواز میں درد واضح تھا۔۔ وہ گانا بمشکل گا رہا تھا۔

وے چنگا نہیں وَکیتا بیبا

دل میرا توڑ کے۔۔"بے درد مسکان تھی مگر چہرے پر بحال ہوئی تھی، اب کی بار آنکھیں بند تھیں۔"

وے بڑا پچھتایاں اکھاں

وے بڑا پچھتایاں اکھاں۔۔۔

دل تیرے نال جوڑ کے۔۔۔"نظریں کھلی بھی تو اُسی کے واسطے،وہ اب بھی اُسے دیکھ رہا تھا۔"مگر ہاتھ دل کی جانب گیا تھا۔

"تم واقعی بہت اچھے گلوکار ہو۔"عائشہ اُس کی تعریف میں چند الفاظ پیش کرتے ہوئے بولی تھی۔

"او۔۔۔ تو اسے غصہ کرنے لے علاوہ دل رکھنا بھی آتا ہے،بس میرا دل رکھ لے باقی بے شک غصے میں رہے۔"شداد اپنے آپ سے باتیں کرنے میں مصروف رہا،وہ اُسے پہلی نظر میں ہی اچھی لگ چکی تھی۔ لکھا ہوتا اگر قسمت میں جو پسند ہو وہ میسر رہے۔۔ تو کیا پھر بھی انسان شکوہ کرتا خدا سے؟یا وہ مل جائے تو پھر کیا کرتا انسان؟ تو کیا پھر انسان ناشکری کرتا؟یا وہ ناشکری بھی نہ کرتا تو کیا وہ واقعی قدر کرتا؟وہ واقعی اللہ کا شکر گزار ہوتا؟اگر ان سوالات کے جواب انسان کے پاس نہ ہوں تو وہ اُن چیزوں کو دیکھ لے جنہیں وہ اللہ سے

مانگ چکا اور وہ انسان کو میسر ہیں، دیکھ لے کیا اب بھی اُن چیزوں یا انسانوں کے لیے اُس کے دل میں ویسی ہی محبت یا وہ اُس کے پاس ویسی ہی موجود ہیں جیسے لاحاصل سے پہلے تھی؟ ان سوچوں میں تمام تر جوابات انسان کے لیے موجود ہوں گے۔

○○○○○○○○○○○○○○

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"وہ اُس چوکھٹ پر قدم کیسے رکھ گیا۔۔۔ اب اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اُس کے دل کو کچل دیا ہو۔ "وہ تو ترکی سے واپس پاکستان نہیں آنا چاہتا تھا، کراچی کے سفر کے بارے میں سننا تو ایسے جیسے وہ ساکت ہوا ہو، اُس کا دل تو اس شہر کے نام سے ہی ڈھل جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ چھپتا پھر رہا یا جس کا سامنا کرنے سے اُس کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔۔۔ آج اُسے سامنے پا کر اُس کی حالت نہایت ابتر تھی، "اُس کی اٹکتی سانسیں موت کا پتہ

دے رہی، مگر جان بدن سے مکمل طور پر جدا نہ ہو رہی تھی۔ "موت تو برحق ہے ہر انسان کو موت کا مزا چکھنا ہے لیکن روز روز کسی کی نظروں میں مرنا یہ زیادہ اذیت ناک کیفیت ہے۔ روز خود کے وجود کو مضطرب ہوتے دیکھنا ایک ساتھ جان جانے سے کہیں گنا زیادہ مشکل ہے۔

"مرنا تو سب نے ہے وہ دکھ نہیں، لیکن یہ افسوس ہے کہ جتنی زندگی رہ گئی اُس میں وہ میری نہیں ہو سکتی ہے۔" کون تھا جو اُس کا درد محسوس نہیں کر پایا تھا، اُس کے چہرے سے دل کا حال واضح ہو رہا مگر ایک ایسا دل بھی تھا جسے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ اُس کے آگے کتنا بچھتا، اور کتنا گڑگڑاتا کتنا روتا۔۔ اب تو اُس کی آنکھیں بھی ساتھ دینا چھوڑ گئی تھیں، صرف جسم میں جان باقی تھی اس کے علاوہ ہر چیز بے جان ہو گئی، جسم میں صرف روح کا ہونا اُس کے جاندار ہونے کا ثبوت تھا۔

"اگر تم ایسے ہی رہے تو ہم واپس اسلام آباد چلے جائیں گے اور واپس کبھی نہیں آئیں گے۔" وہاج اُس کے وجود میں کپکپاہٹ کو با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے اب میرا کہیں بھی جانا مشکل لگ رہا ہے۔" ایک ہاتھ دل پر اور دوسرے ہاتھ کو وہ تاک رہا تھا۔

وہاج کی بھی اپنے دوست کو دیکھ کر طبیعت بگڑ رہی تھی۔ بچپن کا ساتھ، ہر خوشی اور غمی میں اہم پلوں کو ساتھ بتانا۔۔۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں سب کے ساتھ رہنا۔۔ اتنے سالوں کا ساتھ ہونے کے باوجود وہ کیسے اُسے اس حالت میں دیکھ سکتا تھا۔

"میں بزدل نہیں ہوں لیکن دیکھ اُس کا اور میرا میلاپ دور دور تک کہیں نہیں ہے۔" دن بادن وہ اپنی شناخت سے دستبردار ہو رہا تھا۔ "عشق۔۔۔ کیا ہے یہ عشق، عشق ہوتا ہے یا عشق کے بغیر انسان ہی نہیں ہوتا ہے۔" یہ پہیلی وہی جانے جس کے من میں سنم جاگے۔ کہنے کو تو یہ ایک لفظ ہے مگر جس پر حاوی اُس کے لیے محبوب کی اذیت ہو بھی تو سکون ہے۔

"کیا وہ تمہاری جان سے بھی زیادہ ضروری ہے؟" وہاج ہر طرح سے اُسے سمجھانا چاہ رہا تھا۔ اُس کی ڈھلتی صحت کو وہ واپس سے نکھارنے کی کاوش میں ہمیشہ رہتا تھا۔ اُسے اپنے ساتھ ہمیشہ رکھتا تاکہ اُس کا دماغ تمام تر تلخ یادوں کی سوچ سے آزاد رہے۔ مگر یہ ساتھ یہ مقام

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اُسے خود کو نوچنے کا جی چاہتا تھا۔ وہ عاطف کے بار بار انکار کرنے کے باوجود اُسے گھسیٹ لایا تھا۔ اُس کا دل نہیں مان رہا تھا باوجود اس کے وہاج نے عاطف کی ایک نہ سنی تھی۔

"میری جان اُس کی وجہ سے ہی ضروری ہے ورنہ سب خاک ہے۔" جس کرب سے وہ گزر رہا تھا بلاشبہ آنکھوں نے بھی اب پردہ رکھنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہاتھوں کی لکیروں کو نہ جانے کیوں دیکھنے میں مصروف تھا۔ "ان لکیروں میں وہ نہیں تو یہ لکیریں بھی کسی کام کی نہیں، انہیں ہمیشہ کے لیے ڈھکا دینا چاہیے۔ یہ ہاتھ یہ وجود سب اُس کے لیے ورنہ ان سب میں کیا رکھا ہے؟ ان ہاتھوں سے کسی اور کو چھونا، ان آنکھوں سے کسی اور دیکھنا یا اس وجود کو کسی اور کی طرف بڑھانا کیا یہ آسان ہے؟" اب کی بار سسکیاں بڑھ گئی تھیں۔ یا اب برداشت کرنا ختم تھا عشق میں برداشت کا ختم ہونا یعنی زندگی کا ختم ہونا تھا۔ عاطف گانے کے آخری اشعار گانے کے بعد سب کے تبصرے سمیٹنے کے بعد اُس کے دل میں درد کی ایک لہر اٹھی جس کی وجہ سے وہ بے قابو ہو گیا تھا۔ لڑکھڑاتے وجود کے ساتھ وہ محفل سے اٹھ چکا تھا۔ وہاج کے لاکھ منع کرنے کے باوجود اُس نے گانا گانے سے انکار نہ کیا تھا۔ وہ اُس کمرے سے تھوڑے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

فاصلے پر موجود تھے جہاں سب جمع تھے۔

"تو کیوں خاک میں ملنا چاہتا ہے؟ کیا اُس کے علاوہ دنیا میں تجھے کوئی رشتہ نظر نہیں آتا ہے؟" نہ کر تیرے سے جڑے ہر رشتے کو تکلیف ہوتی ہے۔ کمی کیا ہے تجھ میں؟ بس کر دے اب تڑپنا چھوڑ دے۔۔ دیکھ "شکایتیں اور مان بھی ایک وقت تک ہوتا اُس کے بعد صرف کنارہ ہوتا ہے۔" کنارہ کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ عاطف میرے بھائی کنارہ کرنے میں صرف تمہاری ہی بہتری ہے۔

"میں تکلیف میں ہوں، مگر تکلیف اُس کے نام سے منسلک، یہی جینے کے لیے کافی ہے۔" بے درد مسکان چہرے پر نمایاں تھی۔ خود کی تسلی کے لیے قائم تھی۔

"محبت ساتھ کا نام ہے دل میں صرف کسی ایک کے ہونے کا نام ہے۔۔ ملنا یا نہ ملنا یہ ضروری نہیں ہے۔" دیکھ خود کو سنبھال۔۔ وہاج نے اپنی آواز کو دباتے ہوئے کہا تھا۔

یونیورسٹی میں جب وہ بولتی نہیں تو میں سوچتا تھا کہ یہ گم صم کیوں۔۔ کہیں یہ پریشان تو نہیں۔۔۔ صرف اُس کا خاموش رہنا میری ذات کو ختم کر دیتا تھا تو یہ تو پھر اس کی بے دردی

ہے، میں اُس کا اُسی ذات کے لیے نظر انداز ہونا کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اُس ذات کے لیے جو ہر پل اُسے سوچتی اُس کی ہر پریشانی خوشی میں شریک ہونا چاہتی، وہ ذات بے رخی دیکھ کر من مٹی ہو جانا چاہتی ہے۔ "کیا میں اتنا برا ہوں جو اُسے میری محبت بھی دکھائی نہیں دیتی ہے؟" دیوار کی سمت چہرہ گھما لیا، وہ اب دل سے ہاتھ ہٹاتے اپنے آنسوؤں کو پونچھنے میں مصروف ہوا تھا۔

"تم برے نہیں ہو، کچھ لوگ ہم تک آنے کے لیے اندھے ہوتے ہیں۔ اُن کی ذات ہماری اچھائیاں دیکھنے کے لیے بصارت سے محروم ہوتی ہے۔" اپنی طرف موڑتے ہوئے وہ عاطف کو اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔ وہ زور سے وہاج کی قمیض کو اپنے ہاتھوں میں ضبط کر رہا تھا۔ وہ بہت تکلیف میں تھا یا اب اُسے سکون کہیں نہیں ملتا تھا۔

"کیا یہ اذیت صرف ہمارے لیے لڑکیوں کو کچھ نہیں ہوتا ہے؟" اُن کے دلوں میں کسی کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی احساس نہیں ہوتا؟ وہ اپنی آنکھیں بند کیے وہاج سے بغل گیر تھا۔

"ہوتا ہے، کسی نے کہا لڑکیوں کو کچھ نہیں ہوتا ہے؟ کبھی کسی لڑکی کی ایسی حالت دیکھی؟

نہیں نا؟ وہ لوگوں کی وجہ سے ظاہر نہیں کرتی ہیں، ورنہ تم مرد ہو کر اپنے آپ میں نہیں وہ تو پھر نازک ذات ہے۔" پیچھے سے کسی کے بولنے کی آواز آئی تھی۔ وہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔ اُس نے اپنی بند آنکھوں کو کھولا تھا۔ ایک انجان لڑکی اُس کے سامنے تھی، وہ وہاج کے سینے سے الگ ہوا تھا۔ وہاج مڑتے ہوئے قریب ہو کر اُس سے ملنے لگا تھا۔

" کیسی ہیں آپ؟" ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا تھا۔

"تم کب سے مجھے اگنور کر رہے ہو، سوچا کہیں تم پھر غائب نہ ہو جاؤ تو میں ہی زحمت کر کے تم سے ملنے آجاؤں۔" شانزے اب جتلانے میں مصروف تھی۔ کزن ہونے کے ناتے تمہارا فرض تھا مجھے دیکھتے ہوئے پہلے میرے سے ملو، مگر تم سب بے وفا ہو۔

"ارے بس میں اپنے دوست کے ساتھ کراچی دیکھنے میں مصروف تھا، ابھی بھی اس نے مجھے اپنے آپ سے الگ نہیں کیا ہے۔" عاطف اپنی پشت کو دیوار کی جانب کیے کھڑا ہوا تا کہ کوئی اُس کی سوجی آنکھوں کو بھانپ نہ سکے۔

"اپنے دوست سے میرا تعارف نہیں کروانا ہے؟" شانزے اُس کی چھپتی نگاہوں کو دیکھنا

چاہتی انہیں ابھارنا چاہتی تھی خوشی سے نہ کے آنسوؤں سے،وہ اُس کے پورے وقت کی کیفیت کو ختم کرنا چاہتی تھی۔شانزے جب جب وہاج کو دیکھتی اُس کی نظر وہاج کے دوست پر ضرور جاتی تھی۔وہ وہاج سے زیادہ اُسے بھانپ رہی تھی،وہ اُسے الجھا ہوا لگ رہا تھا بالکل خود کی ذات کی طرح،گانے کے دوران اور اب!اب تو غلط فہمی کا سوچ کر نظر انداز کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔"ضرورت کی ضرورت تب ہوتی جب وہ ہمارے لیے ضروری ہوتا،لیکن جب ہمیں ضرورت نہیں رہتی وہ بھی ہمارے لیے ضروری نہیں رہتا ہے۔"وہ اب اُس کی باتیں اور بدن کو دیکھ کر سب سمجھ چکی تھی۔

"ارے یہ!یہ تو پاگل ہے،گھر جانے کی ضد لگائی ہوئی ہے اور تو کوئی بات نہیں ہے۔"

شانزے کے آگے بڑھتے قدموں کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"تم زندہ ہو،ایک جیتے جاگتے انسان،ٹھیک ہے ہمارے بس میں نہیں ہوتا کسی سے محبت کرنا یا نفرت مگر ہاں!ہمارے بس میں ایک چیز ہوتی ہے اور وہ ہے سوچنا۔۔محبت کو کم از کم دماغ پر تو حاوی نہیں کرنا چاہیے۔"وہ بس کچھ قدم اُس کے قریب گئی تھی،عاطف سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اتنی آواز میں گفتگو کر رہی تا کہ کسی اور کو اُن کی باتوں کا علم نہ ہو۔

"کیا مرنے کے لیے جسم سے صرف روح کا نکلنا ضروری ہے؟ اگر ایسا ہے تو جن کے جسم سے روح نکل جاتی انھیں تو سب دفنا دیتے، جن کے دل مر جاتے اُن کے جنازوں پر فاتحہ کیسے پڑی جاتی ہے؟"وہ جھر جھری لے گیا تھا۔

" چلو بہت ہو گیا رونا۔۔ان آنسوؤں کو اپنی زندگی سے دور رکھو،ان پر اختیار لاؤ۔اگر ان پر اختیار نہ لایا تو یہ تمہاری زندگی کا حصہ بن جائیں گے۔" مجھے ایک بار میری دوست نے یہ بات کہی اور وہ میں آج تمہیں بھی کہہ رہی ہوں۔ بھیگی پلکوں سے اگر اُس کی نظر اوجھل ہو بھی جاتی تو اُسے اندازہ نہ ہو سکتا مگر اُس کی سوجی آنکھیں اُس کے رونے کی گواہی دے رہی تھیں۔

"تانیہ سے محبت کرتے ہو؟"بات گھمائے پھرائے بغیر کہہ دی تھی۔عاطف کو لگا شاید اُسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔وہ اب کی بار اپنے سامنے کی جانب کھڑی لڑکی کو دیکھ نہ سکا تھا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

"تم سچ کو مجھے غلط سمجھانے پر مجبور کر رہے ہو۔"چلو ہم کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔

"میرے سے ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں، آپ بھی میری فکر نہ کریں آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"عاطف اور سجاد دو بھائی تھے۔ماں کے گزرنے کے بعد عاطف کا خیال اُس کے بڑے بھائی نے رکھا تھا۔باپ تو بچپن میں ہی چھوڑ کر چلا گیا تھا،اُس وقت عاطف کی عمر دس سال تھی اور سجاد کی سولہ، لیکن جب عاطف سولہ سال کا ہوا تب حمنہ بیگم انتقال کر گئی تھیں۔اُس کو سمیٹنے کے لیے سجاد کی شادی ہونے کے بعد کوئی بھی نہ تھا۔اُس نے وہاج کے ساتھ اسکول کالج اور یونیورسٹی کا سفر طے کیا،وہ اب پیشے کے لحاظ سے ایک وکیل تھا۔

"گھبراؤ نہیں مجھے اپنی بہن سمجھو۔"نہ جانے ان لفظوں میں ایسا کیا تھا جو اُسے واپس سے نگاہیں اوپر کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

"بہنوں کا نہ ہونا بھی ایک سزا ہوتا ہے۔"اگر میری بہن ہوتی تو مجھے یقین ہے وہ مجھے سمیت لیتی،وہ میری فکر کرنے کے لیے کافی ہوتی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○

"کیا ہوا تو اتنا بے چین کیوں ہے؟"وہ شامیر کو اتنے دنوں سے کچھ الجھا ہوا لگ رہا تھا۔ پہلے تو اُسے لگا تھا کہ وہ مشائم کی وجہ سے پریشان ہے۔ آخری بار بھی اُس کی طبیعت ناساز تھی۔ مگر اُسے بات صرف یہی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ شادی میں بھی کافی گم صم رہا تھا۔ جب سے وہ آئس کریم پارلر سے واپس آیا تب سے وہ اُسے پہلے کی طرح نہیں لگ رہا تھا۔

"چین آتا ہی نہیں، چین تو جیسے کہیں کھو گیا ہے۔"اب بھی اُس کی نظریں آسمان کی جانب تھیں۔ وہ بالکونی میں کبھی نہیں بیٹھا بلکہ وہ وہاں جایا ہی نہیں کرتا تھا یا یہ وہ کمرے کی واحد جگہ تھی جو زاویار کو پسند نہ تھی۔ وہ جب جب بالکونی کے قریب گیا شامیر کو تشویش ہونا شروع ہوئی تھی۔ اُسے بالکونی میں جانا پسند نہیں تھا۔ مگر کہیں دنوں سے وہ بالکونی میں وقت گزارتا تھا۔ وہ خاموشی سے چمکتے چاند کو دیکھتا رہتا اور اپنی مدھ بھری شہد جیسی آنکھوں میں قید کرتا رہتا تھا۔

"کیا ہوا کہیں کسی کو دل تو نہیں دے دیا ہے۔"شامیر چاہتا تھا کے وہ مسکرائے، وہ اکثر

زاویار کو ایسا کہتا جس پر وہ دونوں زور سے قہقہے لگایا کرتے تھے، مگر اب کی بار وہ خاموش تھا۔ آج وہ خاموش تھا۔ چہرے کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"زاویار۔۔"وہ اُسے خاموش پا کر جھنجھوڑنے لگا تھا۔

"اب کچھ بولو بھی، میں تمہیں سننے کے لیے ہی تمہارے پاس آیا ہوں۔" آواز پہلے کی نسبت کم تھی۔

"میں اگر کر بھی لوں تو کوئی مجھے میرے ماضی کے ساتھ قبول کر سکتا ہے؟"ایک قاتل کو کوئی دل دے سکتا ہے؟ وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا۔

"تم قاتل نہیں اور نہ ہی تم نے کچھ جان کر کیا ہے، حالات کو بہتر بنانے کے لیے تم نے سب کیا تھا۔ "تم اُس کی نظروں میں شرمندگی لانا چاہتے تھے اور اُس پر تم پورا بھی اترے، اگر دیکھا جائے تو شیر میں شرمندگی اتنی اتری کہ اُس نے شیر کو زمین میں اترنے میں مجبور کر دیا۔ وہ اُسے ماضی کی الجھنوں سے آزاد کرنا چاہتا تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"یار بد دعا بد دعا ہوتی ہے،وہ کوئی بھی کسی کے بھی دل سے نکلے قبول ہو جاتی ہے۔۔"وہ بے بس تھا۔

"اصل میں تو کہیں محبت نہیں ہو گی؟"زاویار کسی بھی بات پر ٹھیک سے جواب نہیں دے رہا تھا،وہ اب اُس بات پر آیا تھا جس پر وہ آج ہنسا نہیں تھا۔وہ کیوں نہیں ہنسا،یہ بات اُس کے دماغ میں چل رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●●●●●●●●●

سب ناشتے پر جمع تھے۔زاویار اور شامیر پوری رات باتیں کرتے رہے،انھیں وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا۔رات سے صبح ہو گئی مگر اُن کی گفتگو میں کمی نہ آئی تھی۔آسمان میں معمولی سے

روشنی چھائی تھی۔ انھیں وقت کی نوعیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اُن کی آنکھوں میں نیند ذرا بھی نہ تھی۔

"آنکھوں میں یا تو غم ہوتا ہے یا نیند، دونوں میں سے ایک چیز رہتی ہے۔"

"کیا ہوا کوئی ناشتہ کیوں نہیں کر رہا ہے؟" وہاج نے سب کی اتری شکلوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اُسے تو شداد بھی کہیں کھویا کھویا لگا تھا۔ شداد کے سامنے آملیٹ تھا مگر وہ کھا نہیں رہا تھا۔ وہ کسی اور کے ہاتھ کا بنایا گیا آملیٹ نہ تھا۔ اُسے تو زاویار بنایا کرتا تھا۔ شداد کے لیے آملیٹ صرف زاویار بنایا کرتا تھا مگر وہ آج اُسے کھا نہیں رہا تھا۔

عبدالرحمان ملک بھی اُن سب کے اٹھنے سے پہلے آفس چلے جایا کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ شداد کو آملیٹ پسند جس کی وجہ سے وہ آملیٹ بنا کر جایا کرتے تھے۔ لیکن شداد واپس سے زاویار کو زحمت دیتا تھا۔ وہ صرف زاویار کے ہاتھ کا آملیٹ کھاتا تھا جبکہ باپ کے ہاتھوں سے بنایا گیا آملیٹ زاویار اٹھ کر کھایا کرتا تھا۔

"شداد تم صبح صبح کدھر گئے تھے؟" وہاج نے کچھ محسوس نہ کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔ کسی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کو بھی شداد میں کوئی بدلاو نظر نہیں آیا یا کسی کو اتنا محسوس ہی نہیں ہوا نہ کسی نے دھیان دیا تھا۔

"میں باربر کے پاس گیا تھا۔" وہ ہاتھ سے پلیٹ کو اپنے قریب کر چکا تھا۔ اُس کی بات پر زاویار نے اپنی مدھ بھری شہد جیسی آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔

"یہ تمہارے بالوں کو کیا ہو گیا ہے؟" وہ حیران کن انداز میں بولا تھا۔ اُسے لگا کہ شاید اُسے ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا مگر وہ سب واقعی کر چکا تھا اُسے شداد کے بال پہلے جیسے نہیں لگ رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا ہوا ہے؟" وہ ماتھے پر شکنے بحال کیے اب بھی انجان بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ بے تاثر سے انداز میں زاویار سے الٹا سوال کر چکا تھا۔

"کدھر گئے وہ تمہارے جامنی رنگ کے بال؟" یہ شاید بہت حیرت کی بات تھی۔ بلکہ یہ واقعی حیرت کی بات تھی اُسے اپنے جامنی بالوں سے بہت الفت تھی۔ اُس کے جامنی بال اُس کا سکون تھے۔ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا مگر اُس نے کر دیا تھا۔

"وہ رنگ میرے لیے نہیں، وہ رنگ میرے سے زیادہ کسی اور پر جچتا ہے۔" کانٹے سے آملیٹ کو توڑتے ہوئے کہا، وہ اب بھی اُسی انداز سے بات کر رہا تھا جیسے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اُس کا سکون واقعی چھن چکا تھا۔

"شاید اسے احساس ہو گیا کہ یہ پاکستان ہے، یہاں مردوں پر صرف انھی کے بال اچھے لگتے نا کہ کسی رنگ میں رنگے ہوئے۔" شامیر بولا تھا۔

"ایسا احساس اس زندگی میں تو شداد کو نہیں ہو سکتا ہے۔" زاویار اب بھی ساکت تھا۔

"دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں، دیکھ تجھے بھی تو محبت ہو گئی ہے۔" آگے ہو کر شامیر اُس کے کان میں بولا تھا۔ اب کی بار زاویار کی آنکھیں پوری کھلی تھیں۔

"تم شادی کے بعد مزید کتنے دنوں کے لیے پاکستان ہو۔" اس سے پہلے کوئی اُن کی کی گئی بات کے بارے میں پوچھتا شامیر نے اُن کا دھیان دوسری بات میں لگانا چاہا تھا۔ سب اب شداد کی طرف دیکھنے لگے تھے، اور شامیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"میں فی الحال ابھی پاکستان ہی ہوں میرا یہاں دل لگ گیا ہے۔" شداد نے پر سکون ہو کر

بات کہہ دی تھی۔ زاویار کو ایک اور بڑا دھچکا لگا تھا۔ شادی کے بعد ویسے بھی ماما نے آنا ہے، میں چاہتا ہوں وہ آئیں پھر میں اُن کے ساتھ جانے کے بارے میں سوچوں گا۔ صرف پاکستان کے نام سے ہی اکتا جانے والا اب یہاں رکنا چاہ رہا تھا۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا، زاویار خود بھی سارے واقعے سے بے خبر تھا۔

"اچھا یہ بتاؤ صبح اٹھ کر کافی پی تھی یا یہ عادت بھی چھوٹ گئی ہے؟" زاویار اب اُس سے جڑی باقی چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگا جو اُس کے نزدیک بہت اہمیت رکھتی تھیں۔ ایسا بھی کہا جا سکتا کہ وہ اب کی بار اُسے طنز کر رہا تھا۔

"آپ کو ایسا بھی کیا بدلاو نظر آ گیا جو آپ مجھے دیکھی جا رہے ہیں۔" گھُرکی میں ڈوبی ہوئی سنہری آنکھیں ابھی بھی ہار نہیں مان رہی تھیں۔ وہ اب بھی ایسے ظاہر کر رہا تھا جیسے اُس نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ وہ بگلوں کا شوقین جامنی رنگ کا دیوانہ اپنے شوق و ذوق سب قربان کر چکا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●●●●●●●●●

شادی کی تمام تر تقریبات گزرے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا۔ سب اپنی اپنی زندگی کی مصروفیات کی طرف گامزن ہو گئے تھے۔ وقت ایک چھلاوے کی طرح گزرا اور ساتھ ساتھ بہت کچھ بدلتا چلا گیا تھا۔ زندگی نے کئی موڑ ایسے موڑے جس کی کسی کو بھی خبر تک نہ تھی۔ مسافر ایسے سفر پر چلے جہاں سے واپسی کا فیصلہ کرنا ناممکن تھا۔ کچھ نے اپنی زندگیوں میں نئے رشتوں کو پایا اور کچھ اپنے ادھورے رشتوں کی کتاب کو ہمیشہ کے لیے بند کر چکے تھے، جسے موت بھی کہا جا سکتا ہے۔ کسی کے ساتھ کیا گیا برا ہمیں ناگوار نہیں لگتا، جب خود پر وقت آتا تو تکلیف سے رہائی کے لیے ہمیں موت ہی بہتر راستہ لگتی ہے۔ انسان یا تو کسی کی نظروں میں یا حقیقت میں مر جاتا ہے۔ پھر اُسے اندازہ ہوتا ہم کیا کرتے آ رہے تھے، لیکن جب پانی سر کے اوپر سے گزر جائے تب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ ہمیں سب یاد آجاتا جو

ہم نے دوسروں کے ساتھ خود کے اچھے وقت میں کیا ہوتا ہے،وہ وقت ہمارے لیے اچھا نہیں ہوتا مگر ہمیں سب اچھا لگ رہا ہوتا ہے۔دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا جب بازی پلٹتی تو سب سمجھ آجاتا ہے۔پھر ہمیں احساس ہوتا اپنا اچھا وقت سمجھ کر جب دوسروں کا برا کرو تو وقت کیسے گول دائرے کی طرح خود تک لوٹ کر آتا ہے۔"گھڑی کی سوئیاں بھی ہمیں وقت گول دائرے میں رہ کر بتاتی اور وقت جب انسان پر آتا اُس کے کیے گئے اعمال بھی اُس تک اُسی کے بنائے گئے دائرے میں گھوم رہے ہوتے ہیں۔"اچھے دائرے میں رہ کر زندگی گزارنا ہماری دنیا اور آخرت دونوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔

●●●●●●●●●●●●●

اُس کے فون میں بجتی گھنٹی نے عائشہ کی نیند میں خلل پیدا کیا تھا۔

"کیا ہوا آج خیر تو ہے شانزے بی بی مجھے صبح صبح کال کر رہی ہیں۔" آنکھوں کو ملتے ہوئے وہ ابھی بھی نیند میں تھی۔

"کدھر تھی تم؟ رات سے میں کال کر رہی اور جناب کو ابھی فرصت ملی کے مجھے کال کر لی جائے۔" عائشہ نے کال اٹھاتے ساتھ ہی شانزے کی اتنی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی وجہ پوچھی تھی۔

"میں تم سے ناراض ہوں، تم میرے گھر آجاؤ۔" اُس کی بھاری آواز سے لگ رہا تھا جیسے رات جاگ کر ہی گزاری گئی ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سوری شانزے۔۔۔ تمہیں پتہ تو ہے۔۔ ماریا کے آنے کی وجہ سے میں بہت مصروف ہو گئی ہوں۔" لیکن تم میرا انتظار کرو میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔

ماریا لاہور میں زیادہ دن نہیں رکی تھی۔ عائشہ نے بھی اُسے کراچی آنے کا پیغام پہنچا دیا تھا وہ فی الحال شانزے کو اس حالت میں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ اب ماریا بھی اُس کے ساتھ تھی مگر وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے میں سمجھ گئی ہوں، یار چاچو چاچی آرہے ہیں، میں اور شامیر اُن سے کیا بات کریں گے؟" وہ آخری بار شامیر سے کی گئی گفتگو کو مد نظر رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا مطلب تم اور شامیر کیا بات کرو گے، شامیر نے اس متعلق تم سے کوئی بات کی ہے؟"

"ارے ہاں وہ کل آیا تھا، یہی بات تو میں بتانا چاہ رہی تھی مگر تم مصروف تھی۔" "شامیر کل آیا تھا اور اُسی نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ وہ سب پرسوں آرہے ہیں۔ وہ چاہتا ہے ہم جلد از جلد بات کریں تاکہ معاملے کا کوئی حل نکل سکے۔ وہ کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ چاچو اور باقی سب لائبہ کے والد سے مل چکے ہیں، انس سب کو ان دونوں کی شادی سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ اب ادھر آرہے ہیں میرے لیے معاملہ سنبھالنا اتنا آسان نہیں ہے۔

"تم نے شامیر کو اپنے بارے میں نہیں بتایا ہے؟" عائشہ فون اسپیکر پر لگائے ساتھ کمرے کو سمیٹنے میں مصروف ہوئی تھی۔ اُسے خیال ہی نہ رہا کے ماریا سو رہی ہے، اُس کے دماغ میں اب صرف شانزے کی پریشانی گھوم رہی تھی۔

"میں اُسے اپنے بارے میں کیا بتاؤں؟" عائشہ کی بات نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ارے زاویار شامیر کا دوست ہے، تم اُس کے متعلق شامیر سے معلومات لے سکتی ہو۔"

اب کی بار عائشہ فون کو کان کے ساتھ لگا چکی تھی۔ ماریا کو کروٹ بدلتے دیکھتے ہوئے اُس نے موبائل کو کان کے ساتھ لگا لیا تھا۔

"مجھے اُس کے متعلق کچھ نہیں جاننا ہے۔"

"شانزے میں تمہیں کبھی غلط مشورہ نہیں دوں گی، میری بات مانو اور جو کہا ہے اُس پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔" آواز پہلے کی طرح اونچی نہ تھی۔ اب کی بار عائشہ کی آواز میں نمی گھلی تھی۔ وہ اپنی اور زاویار کی ہونے والی گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ عائشہ کی زاویار سے شانزے کے متعلق بات ہوئی تھی۔ تاثرات سے صاف ظاہر تھا جیسے زاویار پہلے سے سب جانتا ہے، اس پر اگر مزید نظر ثانی کی جاتی تو اُس کے دل کا حال محسوس کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہیں آنی تھی۔ وہ اُس کے ایک فقرے پر اٹک گئی تھی۔ دوبارہ موقع نہ ملا ورنہ اُس نے زاویار سے وضاحت ضرور مانگنی تھی۔

"وہ بہت اچھی لڑکی ہے، لیکن میں شانزے کے سزاوار نہیں ہوں۔" یہ جملہ عائشہ کا دل دہلا

رہا تھا۔اُس کی پریشانی کی انتہا نہ تھی۔۔عائشہ نے شانزے سے کمرے کے باہر ہونے والی گفتگو کے بارے میں پوچھا تھا مگر اُن سب باتوں میں کوئی اہم بات نہ تھی۔اگر شانزے اُس کی بات سننے کے لیے وہاں رک جاتی تو شاید وہ اُس سے سب کہہ دیتا۔اور پھر دل نہ ٹوٹنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہنا تھا۔

"اچھا جناب تو یہ بھی بتا دیں کہ میں اُس سے کیا پوچھوں؟"عائشہ کے لہجے میں تبدیلی نہ محسوس کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"یہی کہ وہ کیسا ہے،اور ہو سکے تو شامیر کو یہ بھی بتا دینا کہ تم زاویار کو پسند کرتی ہو۔"وہ جانتی تھی زاویار کو شامیر سے بہتر کوئی نہیں جانتا ہو گا۔

"مگر میرا دل نہیں مان رہا،مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر کیا تم نے زاویار سے خود بات کرنی ہے؟"یہ راستہ اُسے آسان لگا تھا۔کسی اور سے سننے کے بجائے بات زاویار کے منہ سے سننا زیادہ بہتر تھا۔

"ارے نہیں یہ میرے سے نہیں ہو گا،ایک بار پہلے بھی میں نے اُس سے بات کرنا چاہی مگر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہمت نہیں ہوئی اور میں وہاں سے آ گئی تھی۔"وہ آئس کریم پارلر والے واقعے کو سوچتے ہوئے بولی تھی۔

"شانزے یہ تمہاری بھاگنے کی عادت کب جائے گی؟"وہ غصہ ہوئی تھی۔ایک یہ واقعہ تھا جو وہ ابھی شانزے کے منہ سے سن رہی تھی اور دوسرا شادی کے دن بھی اُس نے یہی حرکت کی،وہ زاویار کی بات سننے سے پہلے ہی وہاں سے بھاگ آئی تھی۔

"میں اُس سے نہیں بھاگتی مگر میں اُس کے انکار سے ضرور بھاگتی ہوں۔"اب کی بار وہ کمرے میں ٹہلنا بھول چکی تھی،وہ اب کمرے میں لگے فل سائز بیڈ پر جا بیٹھی تھی۔

"مگر میں چاہتی ہوں تم اُس سے بات کرو،اگر تمہیں لگتا کہ تم پھر سے بھاگ آو گی تو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"عائشہ اُس کے لیے کیا کچھ نہیں کر رہی تھی،مگر یہی تو دوستی میں ہوتا ہے،خود کی ذات کا نہیں بلکہ اپنے سے منسلک دوستوں کا سوچا جاتا ہے۔کال بند ہو چکی تھی،عائشہ بھی اب ماریا کے اٹھنے کا انتظار کر رہی تھی۔وہ ان سب الجھنوں سے جلدی آزاد ہونا چاہتی تھی۔"وہ بہت اچھی لڑکی ہے،لیکن میں شانزے کے سزاوار نہیں ہوں۔"آخر

اُس نے ایسا کیوں کہا ہے؟ کیا وہ واقعی شانزے کو انکار کر دے گا۔۔۔ وہ اُس کی حالت سے انجان نہ تھی، اُسے بس صرف شانزے کی پرواہ تھی، وہ اب اُس کو مزید تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○○

"شانزے تم خود ڈرائیو کرو گی؟" وہ اب آئس کریم پارلر جا رہے تھے۔ شانزے کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی جس کی وجہ سے عائشہ نے اُس کے کان میں یہ سوال کیا تھا۔

"اب ظاہر ہے میں اپنے کام سے جا رہی ہوں تو گاڑی کو بھی اپنے ہی مطابق لے کر جاؤں گی۔" وہ گاڑی کو صاف ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے، وہ شانزے کی ڈرائیونگ سے بہت ڈرتی تھی۔ ڈرائیور گاڑی صاف کر رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ اکتائی تھی۔

"اب میں اتنی بھی خراب حالت میں نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہی ہو۔"اب کی بار ڈرائیور گیراج سے جا چکا تھا۔

"مگر میں مزید تمہاری خراب حالت ہونے سے ڈر رہی ہوں۔" آواز کم تھی یا شاید یہ اس لیے بھی تھا کیوں کہ دماغ ماضی کے چند جملوں میں الجھا ہوا تھا۔ دیکھو ہم ڈرائیور کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ اس طرح تم سکون سے جاؤ گی اور تمام تر گفتگو آسانی سے کر سکو گی۔

"میں چاہتی ہوں تم اُس سے بات کرو نہ کے بھاگ کر واپس آجاؤ۔"اب کی بار عائشہ کے ہاتھوں کا لمس اُسے اپنے دونوں کندھوں پر محسوس ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر میں اکیلی چلی جاتی ہوں،اور اس بار میں تمہیں مایوس نہیں ہونے دوں گی۔"اُس کی سمت دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا تم یہ سب کر لو گی؟"وہ شانزے کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولی،مگر اب کی بار چہرے سے آنسوؤں کو نہیں ہٹایا،انہیں بہنے سے نہیں روکا تھا۔

"میرا انتظار کرو۔۔۔ میرا یقین کرو۔"وہ پختہ ارادہ کر چکی تھی اب کی بار شاید وہ بھاگنے کے

لیے نہیں جا رہی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

●●●●●●●●●●●

"آپی مجھے یہاں کیوں لے کر آئی ہیں؟" وہ دونوں آئس کریم پارلر کے قریب ایک پارک میں موجود تھے۔ یہ وہی پارک تھا جہاں شانزے لائبہ سے ملی تھی۔

"بس ویسے ہی، میں نے سوچا تمہارے ساتھ کچھ وقت گزار لیا جائے۔" یہ وہی بینچ تھا جہاں پر شانزے نے شامیر اور لائبہ کو ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔

ہر کوئی آس پاس اپنی ہی مستیوں میں گم تھا۔ کچھ اپنے پالتو جانوروں کے ساتھ کھیل رہے تو کوئی آپس میں ہی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"آپی سامنے دیکھیں، وہ سب کتنے خوش ہیں، کتنے مزے سے اپنا کھانا ایک دوسرے کے ساتھ انجوائے کر رہے ہیں۔" پورے پارک میں نظر دہرانے کے بعد اب اُس کی نظر گول

بنے بینچ پر اٹکی تھی۔ سامنے کی جانب گول دائرے کی شکل میں لگے بینچوں پر کچھ خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ سب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے میں مصروف تھے۔

"ہاں، سب اچھے لگ رہے ہیں۔" وہ اُس کی بات پر مسکرائی تھی۔ مگر دماغ میں ایک ہی ٹینشن چل رہی تھی۔

"یہ سب آپس میں بہنیں ہوں گی ہیں نا؟" کافی دیر سے وہ اُن کے چہروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اُن کو دیکھتے ہوئے ماریا نے سوال کیا تھا۔ وہ تین خواتین آپس میں بہنیں لگ رہی تھیں۔

"ہو بھی سکتا ہے۔" وہ بھی اُن کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ اُن تینوں خواتین کے درمیان عمر میں زیادہ فرق نہیں تھا۔ وہ دکھنے میں لگ رہی تھی جیسے وہ سب آپس میں بہنیں ہیں۔

"جس طرح ہم اپنے بڑوں کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھتے، ایک ساتھ وقت

گزارتے ہوئے دیکھتے، میں سوچتی ہوں جب ہم سب ان کی عمروں میں جائیں گے تو کیا ہم بھی ایک دوسرے کے لیے وقت نکالیں گے؟ یا جیسے یہ اپنے رشتہ داروں کی آپس میں باتیں کرتے اُس نے یہ کیا، وہ ایسے کرتی تھی اور پھر سب کا آپس میں ہنسنا۔۔ پرانے وقتوں کو تصور کرتے ہوئے آج کی زندگی کے ساتھ تشبی دینا، کیا ہم بھی ان سب کا لطف اٹھایا کریں گے؟ یا ہم صرف اس زمانے کی مصروفیات کے بارے میں بات کریں گے جیسے میں نے اتنے کا ڈریس لیا تھا، میں نے اس رنگ کے بال رنگے ہوئے ہیں، مجھے لگتا ہمارے پاس اگر وقت ہوا بھی تو ان سب باتوں کو کرنے کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی بات نہیں ہوگی۔ یا نہ جانے ہم مصروفیات کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملا بھی کریں گے یا نہیں۔ مجھے لگتا اب بہن بھائیوں میں آپس میں وہ لگاؤ نہیں رہا ہے۔ اب سب ایک دوسرے کے ساتھ صرف کام کے سلسلے میں بات کرتے نہ کے وقت گزارنے کے لیے۔"

ہمارے بڑوں کی زندگی کتنی خوبصورت رہی ہے، سب ایک ساتھ ہوتے تھے، اور اب بھی وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اب تو صرف موبائل ہوتے ہیں، نہ وہ بات رہی نہ ویسے لوگ رہے

ہیں۔

بالکل ٹھیک کہا ہے،" آج کل سب اس زمانے کی الجھنوں اور کاموں میں اتنے مصروف ہو چکے کہ انھیں اب گھر والوں کے ساتھ آپس میں وقت گزارنے کا وقت ہی نہیں ملتا ہے۔"

وہ ماریا کی باتوں سے بہت خوش ہوئی تھی، عائشہ کو یہ سب سن کر بہت اچھا لگا تھا، وہ باہر ملک وقت گزارنے کے باوجود ذرا نہیں بدلی بلکہ وہ اور زیادہ میچور ہو گئی تھی۔ اُس کی احساس بھری باتیں سن کر عائشہ کو بہت اچھا لگا تھا۔ ماریا کو واپس آنے کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارا ہوا ہر پل بہت حسین لگ رہا تھا۔ "اپنوں کی قدر انسان کے دلوں میں تب ہی بڑھتی، جب وہ رشتوں سے دور ہوتا ہے۔" وہ لاہور میں بھی عائشہ کی کمی کو بہت محسوس کر رہی تھی۔ کچھ وقت کے لیے عائشہ کافی الجھنوں سے آزاد ہوئی تھی، وہ ماریا کی باتوں کو کافی دھیان سے سن رہی تھی۔

●●●●●●●●●●●●●●●

شانزے کو آئس کریم پارلر جانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ وہ اب گاڑی پارکنگ میں لگا رہی تھی۔ اُسے گاڑی پارکنگ میں پارک کرتے ہوئے وہ دن یاد آیا جب وہ بھابھی کے ساتھ پہلی بار ادھر آئی تھی۔ پارکنگ سے اُسے علینا بھابھی کا گاڑی کو پارکنگ میں لے کر جانا یاد آیا تھا۔

"کسی کا انتظار کرنا ہو یا کوئی بہت قریب سے ہی کیوں نا آرہا ہو مگر گاڑی کو انلاک نہیں رکھنا چاہیے۔" وہ گاڑی کو انلاک پا کر بہت ناخوش ہوا تھا۔ اُسے اس معاملے میں لاپرواہی بالکل بھی پسند نہیں تھی۔

"جی ٹھیک ہے میں آئندہ سے احتیاط کروں گی۔" شانزے کو اُس کا اس طرح سے پرواہ کرنا اچھا لگا تھا۔ وہ آئس کریم شاپ پر پہنچنے سے پہلے ہی عثمان کو کال کر کے آگاہ کر چکی تھی۔

"عثمان اپنے صاحب جی سے کہنا کہ شانزے باجی آپ سے ملنا چاہتی ہیں، انھیں بتا دینا میں اُن کا پارکنگ میں انتظار کروں گی۔" اُسے معلوم نہ تھا کہ وہ آئے گا یا نہیں۔۔۔ مگر اُس

کے دل میں ایک امید تھی جس کے باعث اُسے یہ سب کرنا غیر مناسب نہیں لگا تھا۔

"آپ نے مجھے بلایا، کیا آپ کو کوئی کام تھا۔" وہ بات کا آغاز کرتے ہوئے بولا تھا۔ دل پر پتھر رکھ کر وہ بات کر رہا تھا، وہ ایسی تھی کہ اُسے پلک جھپکے بغیر دیکھا جائے، لیکن ایسا کرنا اُسے مزید تکلیف دینے کا باعث بنتا تھا۔

"پہلے مجھے یقین تو کر لینے دیں کہ آپ آ چکے ہیں۔" ہنستے چہرے کے ساتھ بہتے آنسو۔۔ دونوں اُس کے بس میں نہ تھے۔

مسکراہٹ چہرے پر اب بھی بحال تھی۔

"میں کیسے نہ آتا میرے کچھ ادھار ہیں، جو میں نے اتارنے ہیں۔

"کیسے ادھار؟" وہ نا سمجھی میں بولی تھی۔

"میں نے جھوٹ بولا تھا، میں سزا کا حقدار ہوں، ابھی میری سزا باقی ہے۔" اُسے آئس کریم پارلر میں ہونے والی ملاقات یاد آئی تھی۔

"آپ کو یاد ہے؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مجھے پہلی بار آپ کچھ دینا چاہ رہی تھی، چاہے وہ سزا ہی سہی مجھے قبول ہے۔ میں بھلا وہ کیسے بھول سکتا تھا۔" وہ اُس کی سسکیوں کو محسوس کرتے ہوئے بولا جو وہ نہ جانے کب سے اُس سے اپنے دل کے حال کو چھپانا چاہ رہی تھی۔

"میں آپ کو سزا نہیں دے سکتی ہوں۔" آنکھیں زاویار کی آنکھوں سے اوجھل تھیں۔ اُسے اپنا اظہار کرنا بھی یاد آیا، اُسے پھر وہاں سے بھاگ جانا بھی یاد آیا تھا۔

"ہاہا۔۔۔ میں جانتا ہوں، آپ نے کسی کو کیا سزا دینی آپ تو خود سزا کاٹ رہی ہیں۔"

"یہ کس نے کہہ دیا کے سزا کاٹنے والے سزا نہیں دے سکتے ہیں؟" اب کی بار اُس نے بہتے آنسوؤں کو صاف نہیں کیا تھا۔

"جو سزا کاٹتا ہے اُسے رہائی کی اپیل کی خواہش ہوتی، جو درد سہتا وہ درد دے نہیں سکتا ہے۔" وہ خاموش ہوا تھا۔

اُسے اپنی تکلیف کا اندازہ ہوتا جس کی وجہ سے وہ کسی کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو تکلیف میں دیکھ سکتا ہے، مگر کبھی کبھی کرنا پڑتا ہے۔ اپنوں کو محفوظ کرنے

کے لیے خود کو گھٹانا پڑتا ہے۔ مزید بولتے ہوئے بات کی وضاحت کی تھی۔

"آپ اتنے پر اعتماد کیسے ہیں؟"

"میں پر اعتماد نہیں مگر مجھے اعتقاد ضرور ہے کہ آپ مجھے سزا نہیں دے سکتی ہیں۔"

"آپ نے کالے چشمے کیوں لگا رکھے ہیں۔" پھر سے خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ شانزے کی انگلیوں کو بار بار چہرے کے قریب لے جاتا دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کیونکہ یہ آنکھوں کا بھرم اچھے سے رکھ لیتے ہیں۔" گاڑی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"آپ نے مجھے گاڑی میں ہی ملنے کا کیوں کہا، ہم کھلی فضا میں بیٹھ کر بھی تو بات کر سکتے تھے۔" مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں ابھی تک سنہری آنکھوں کی گرفت میں نہ آئی تھیں۔

"کیونکہ میں اپنے آنسوؤں کو باقی سب سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔" وہ چہرے سے آنسوؤں کو ہٹاتے ہوئے مزید بولی تھی۔

"جیسے آپ ان چشموں کے ذریعے آنکھوں کی اصلیت کو چھپا رہی ویسے ہی میں اپنی اصلیت کو آپ سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔" اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کس طرح سے اُسے اپنے سے

دور رہنے کا کہے۔

"آپ ایسا کیوں نہیں کہہ دیتے کے آپ میری سزا میں کمی نہیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں آپ کی سزا میں کمی کرنے کے لیے ہی آپ کو اپنے سے دور رہنے کا کہہ رہا ہوں۔"

دل تو اُس کا بھی کٹا تھا، وہ اب اتنا بھی ثابت قدم نہ تھا کہ وہ اپنی خوشیوں کو خود کے وجود سے کھینچ سکے۔

"آپ تو بات شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر رہے ہیں۔" آواز میں نمی گھلی تھی۔ اب کی بار آنسو واضح تھے۔ جس سے وہ سب چھپانا چاہ رہی وہ تو سب کتاب کھلنے سے پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔

"آپ یوں سمجھ لیں میں آپ کو مزید سزا کاٹنے سے روک رہا ہوں۔" دل کی دھڑکنیں بے قابو تھیں۔

"مجھے سزا منظور ہے، آپ بس سزا دینے والے بن جائیں۔ اگر یہ سزا ہے تو آپ مجھے اس سزا سے نکلنے کا نہ کہیں۔" ایک بار بھی اُس نے کوئی بھی بات زاویار کی جانب دیکھ کر نہ کہی

تھی۔

"آپ کو مجھ سے نفرت ہو جائے گی۔" اس بات کا اُسے زیادہ دکھ تھا۔ وہ جانتا تھا اُس کی اصلیت معلوم ہوتے ہی وہ اُس سے کنارہ اختیار کر لے گی۔ آخر کوئی ایک قاتل کو کیسے محبت بھری نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔

"اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو آپ نفرت ہونے سے پہلے ہی مجھے روک لینا۔"

"تب میں آپ کو روک بھی نہیں سکوں گا۔" دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔ وہ یہ کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ اُسے شانزے سے محبت نہیں ہے۔

"میں دور لفظ کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی ہوں۔"

"میں آپ کو جانے کا نہیں کہہ رہا ہوں۔" گردن کو شانزے کی جانب گھمایا تھا۔ اگر آس پاس گزرتی گاڑیوں کا شور نہ ہوتا تو اُس کی تیز دھڑکنوں کی آواز شانزے با آسانی سے سن سکتی تھی۔

"آپ رہنے کا بھی تو نہیں کہہ رہے ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"آپ خود کے لیے راستہ آسان کر لیں۔"

"اس چھوکت سے کیسے جاؤں۔۔۔راستہ نظر ہی نہیں آرہا ہے۔"

"میں آپ کو راستہ دکھانا نہیں چاہتا،ورنہ آپ کو میرے سے نفرت ہو جائے گی۔"نفرت کے نام پر زور ڈالا گیا تھا۔

"آپ مجھ سے انتظار کرنے کا کہہ سکتے ہیں۔"

"میں کوئی جھوٹی امید نہیں دینا چاہتا۔۔میں آپ کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا ہوں۔"لہجہ ذرا سا بھی بد لحاظ نہیں ہوا تھا۔یا دل رکھو یا پھر دل نہ رکھو۔وہ خاموش ہوا تھا۔

"میں پھر بھی آپ کا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"اب آپ مجھ سے دوبارہ تب ملنا جب آپ کو سب حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"وہ اُس کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں آپ سے ضرور ملوں گی مگر دل میں تب بھی خواہش آپ کے لیے ہی رہے گی۔"وہ

اُس کے لیے انتظار کرنے پر خوش تھی۔

"جی ضرور۔" اُس نے یہ سب کیوں بولا،وہ خود بھی حیران تھا۔ لیکن ایک بات تھی زاویار سے اُس کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے جا رہے تھے۔ وقت بدل رہا تھا۔ مگر محبت کو نفرت میں بدلنے کا وقت یا سزا کو جزا میں۔۔۔ان سب کا تعلق گزرتے وقت کے ساتھ تھا۔شانزے نے سکون کا سانس لیا تھا۔ جو یقین ہمیشہ سے تھا وہ ابھی بھی بر قرار تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●●●●●●●●●●●

"ہر پل وہ مجھے خوبصورت لگتا ہے،اور شاید یہ اس لیے بھی کیونکہ انتظار! انتظار اُس سے منسلک ہے۔" شانزے اس وقت عائشہ کے گھر موجود تھی۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد وہ عائشہ اور ماریا کو اپنے ساتھ عائشہ کی پھوپھو کے گھر لے کر آ گئی تھی۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

"عائشہ یاد ہے میں نے ایک بار پا کر بچھڑ جانے کا کرب پوچھا تھا؟"اُس کی کیفیت کیا تھی اس سے تو وہ خود بھی انجان تھی۔

"ہاں! مجھے سب یاد وہ دن میں کبھی نہیں بھول سکتی ہوں۔"شانزے کی وہ حالت،اُس کا تڑپنا آخر وہ دن عائشہ کے لیے بھی صبر کا دن تھا۔

"میں اُس کا جواب لفظوں میں بتاؤں؟"

"اب ایسی باتیں نہیں کرو تم نے سب پا لیا ہے، کھونے کے درد کو نہیں بلکہ پانے کے سکون کو محسوس کرو۔"عائشہ کے بس میں ہوتا تو وہ اُس کے آنسوؤں کو آنکھوں سے کہیں دور لے جاتی،دنیا جہاں کی خوشیاں اُس کے قدموں میں لا رکھتی تا کہ اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے کبھی نہ بھریں۔

"وہ ایسے ہے جیسے گولیاں جسم سے نکل گئیں ہوں،مگر مہر کے طور پر نشانات ہر رگ میں رس چھوڑنے کے لیے رہ گئے ہوں۔"ملاقات یاد تھی،الفاظ یاد تھے۔ آخر وہ یہ سب کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

"اُس سے بات کر کے کیسا لگا ہے۔" وہ اُس کا دھیان خوشی کی طرف گامزن کر رہی تھی۔

چہرے پر آنسوؤں کے ساتھ ساتھ سکون بھی موجود تھا۔

"وہ سب بالکل ایک خواب جیسا تھا۔" مجھے ہمیشہ کی طرح وہ میرا لگتا ہے۔

"میں بہت خوش ہوں، میں اُس کا انتظار کروں گی۔" وہ کھلی تھی۔

"تمہارے چہرے پر جو سکون ہے، وہ مجھے جھوٹا نہیں لگ رہا ہے۔ کیا سب ٹھیک ہے؟"

زاویار کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اُس نے یہ سوال کیا تھا۔ مگر وہ اُس کی رگ رگ سے واقف تھی۔ آنسو تو چہرے پر تھے مگر اب کی بار آئی گئی وہ اطمینان بخش مسکان۔۔ وہ جھوٹ نہیں ہو سکتی تھی۔

"میں اس متعلق کوئی بات نہیں کرنا چاہتی ہوں۔" وہ مزید اپنی آنکھوں سے آبشاروں کی مانند آنسوؤں کو نہیں نکالنا چاہتی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے، میں مزید تم سے کوئی اور سوال نہیں پوچھوں گی۔" وہ اُسے سکون دے حالت میں موجود دیکھتے ہوئے اب مزید کسی سوچ میں مگن نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

ایک ہی نام تھا جو اُس کے وجود کا حصہ تھا، یعنی دل! ایک ہی نام زیرِ من تھا اور وہ نام زاویار علی تھا۔ کیا لگتا تھا اور "کیا تھا وہ، شکل سے مغرور اور من سے موم۔۔۔ وہ تو اپنی ہنسی سے ہی سب کروا سکتا ہے۔ مگر میں نے تو پھر اُسے قریب سے جانا ہے، میں کیسے اُس سے دستبردار ہو سکتی تھی؟ میں نے تو اُس کی نرم دلی بھی دیکھی تھی میں کیسے اُس کے لفظوں سے آزاد ہو سکتی تھی؟ اُس کا کام کرنے کا انداز اتنا سنجیدہ تھا آخر میں اپنی توجہ اُس پر سے کیسے ہٹا سکتی تھی؟" اُس نے گہرا سانس لیا اور پھر مزید بولی۔ "اُس کے لیے تو آخری سانس تک انتظار کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن کیا تم مجھے اس انتظار لفظ کی وضاحت دے سکتی ہو۔؟

"یہ ایک کیفیت ہے اور کیفیت کی تو کوئی وضاحت نہیں ہوتی ہے۔"

"شانزے تم پاگل ہو۔"

"سمجھداروں کو محبتیں کہاں ہوا کرتی ہیں، محبت میں سمجھداری نہیں بلکہ محبت کرنا ضروری ہوتا ہے۔" اب کی بار اُس نے اپنی نظریں سامنے بیٹھی لڑکی کی جانب سے ہٹائی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ ستم ہے کہ وہ ہم سے دور ہے

مگر انتظار کا بھی الگ سرور ہے

وہ تو صرف دیکھتا ہے مدھ بھری آنکھوں سے

اُسے کیا خبر دل اُس کی نزاکتوں سے منسوب ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"انتظار اور پھر اقرار کیا یہ حقیقت ہے یا پھر کوئی خواب؟"وہ جھنجلائی تھی۔

"تم سب حاصل کر لوگی،دیکھنا یہ انتظار بھی ختم ہو جائے گا۔" آنسوؤں نے راستہ بدل لیا تھا جو آنسو اُس کی آنکھوں میں نہ تھے وہ اب عائشہ کی آنکھ میں موجود تھے۔

●●●●●●●●●●●●●●●

وقت گزرتا گیا،شانزے کے گلے میں جو منگنی نامی پھندا تھا وہ بھی نکل گیا تھا،سب کچھ بہتر ہو گیا تھا۔شامیر کی زندگی میں لائبہ کی آمد ہو چکی وہ دونوں ایک ہو چکے تھے۔ہاں مگر نفرت کا بیج اب کسی اور کے لیے بویا گیا تھا۔اب ماہم کو شانزے سے نہیں بلکہ لائبہ سے نفرت ہو چکی تھی۔کافی حد تک ارفع پھوپھو اور ماہم کا رویہ شانزے کے ساتھ بہتر ہو گیا تھا۔حالات بہت بہتر ہو چکے تھے۔اب ارفع بیگم اور ماہم بھی کراچی خرم صاحب کے گھر آتے جاتے رہا کرتے تھے۔ارفع بیگم نے کافی حد تک اصلیت کو تسلیم کر لیا تھا مگر ماہم نفرت کے سفر پر ابھی بھی برقرار تھی۔تین سال کا وقت گزر چکا تھا۔شانزے نے خود سے کوئی بھی بات نہیں کی تھی۔وہ بس انتظار کے سفر پر چل رہی تھی۔انتظار تو ختم نہ ہوا مگر وہ ناامید نہیں ہوئی تھی۔وہ اُس ملاقات کے انتظار میں تھی جس کے بارے میں اُسے کہا گیا تھا۔عاطف اور شانزے کے علاوہ ہر کوئی اپنی زندگی کی طرف واپس لوٹ آئے تھے۔شداد

اور عائشہ کا بھی نکاح ہو چکا تھا۔ وہ دونوں بھی اپنی زندگیوں میں بہت خوش تھے۔ زمل فاطمہ بھی کراچی آ کر نشوں کو خود سے دور پا کر خود کشی کر چکی تھی۔

"اکثر دوسرے کو اپنے وجود سے روندنے والے خود پر تکلیف آتے ہی ختم ہو جایا کرتے ہیں۔"

تانیہ مر چکی تھی۔ عاطف کو پل پل مارنے والی خود شداد کے انکار اور اُس کے نکاح سے ختم ہو چکی تھی۔ شامیر کی شادی کی خوشیوں کے بعد ایک ماتم کا سماں بھی دیکھنے کو ملا تھا۔ اتنے عرصے بعد کنول سے بھی سب کی ملاقات ہوئی تھی۔ مگر وقت! وقت نے اور حالات نے واپس سے سب کو جدا کر دیا، کچھ عرصے بعد کنول واپس اپنے سسرال چلی گئی تھی۔

وہاج نے بھی عاطف کے ساتھ مل کر کام شروع کر دیا تھا۔ یا یہ اس لیے بھی تھا کہ ہر وقت اُس کے ساتھ رہا جا سکے۔ تانیہ کی وفات کے بعد وہ سائے کی طرح عاطف کے ساتھ رہتا تھا۔ چار ماہ سے زیادہ تک وہ اُس کے ساتھ راتوں کو بھی جاگتا رہا تھا۔ وہ اب بھی اُسے سکون سے نہیں رہنے دیتی تھی۔ پہلے وہ اُسے اپنے ہونے سے تکلیف دیتی تھی اور اب وہ اُسے اپنے

خیالات سے مارتی تھی۔

"ضروری نہیں صرف محبت کرنے والے خیالات میں آ کر رلاتے، حجر کرنے والے بھی اس کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔"

اتنے عرصے تک تو وہ ہاتھوں میں منہ چھپاتے روتا رہا تھا۔ اُسے وہ اب بھی صرف رلاتی تھی۔ اب بھی وہ اُس کی مرحم نہ بن پائی تھی۔

"کچھ لوگ زخم ہوتے ہیں وہ رہیں نہ رہیں اُن کے نشانات درد بن کر ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں۔" درد تو پھر محبت کرنے والوں کے نصیب میں ہوتا ہے۔ محبت کا موت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہاں مگر محبت نہ رہے تو موت تک کا سفر ایک سا ہی رہتا ہے۔ "محبت ختم نہیں ہوتی مگر انسان ختم ہو جاتا ہے۔"

دردِ دل تو پھر اپنوں کی وجہ سے ہوتا ہے یا دردِ دل کا سبب اپنوں کی بے رحمی ہی ہوتا ہے۔ وہ جہاں جاتا تھا اُسے وہ نظر آتی تھی۔ "وہ اُسے تلاش نہیں کرتے تھا وہ کبھی اُس کی نظروں سے اوجھل ہی نہیں ہوتی تھی۔ "چھ سال کا وقت کم نا تھا وہ اُسے مزید رلانے کے لیے چھوڑ

گئی تھی۔

آخر سجاد نے اپنے بھائی کو باہر ملک بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس واقعے کے بعد وہاج اور عاطف دونوں کو امریکہ بھیج دیا گیا تھا۔ وہاج کافی حد تک ذمے دار ہو چکا تھا۔ وہ اپنا اور عاطف کا خیال بہت اچھے سے رکھتا تھا۔ وہ صرف زندہ تھا، خوش تو وہ چھ سال پہلے ہوا تھا۔ اُس کے بعد ایک انسان نے صرف اُسے غم کا مطلب سکھایا تھا۔ وہ خوشی کا مطلب بھول چکا تھا۔ اب تو صرف سانسوں کے جدا ہونے تک زندگی گزاری جا رہی تھی۔ کوئی نہ ملے تو کیا کیا جائے، انسان جدا بھی تو نہیں ہوتا ہے۔ وہ خود نہ تھی لیکن خیال تھے جو جان نہ چھوڑتے تھے۔

"خیالوں کا ساتھ انسان کے ساتھ سے بہتر ہوتا، خیال انسان کی طرح ساتھ نہیں چھوڑتے ہیں۔" اور وقت نے اُسے ہمیشہ کے لیے اُس کے ساتھ کو تانیہ کے خیالات کے ساتھ جوڑ دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

●●●●●●●●●●●●●●●

"شانزے عنائزہ کے پاس جاؤ،اپنی ماں کے ہاتھ سے تو وہ کھانا نہیں کھا رہی ہے۔"وہ ادھوری بات شانزے کو بتاتے ہوئے بولی تھیں۔

"اچھا آپ جائیں میں آتی ہوں۔"جائے نماز اٹھاتے ہوئے شانزے نے علینا بھابھی کو جواب دیا تھا۔

"جلدی آجانا نہیں تو تم مجھے کہو گی کے بھابھی نے بتایا نہیں تھا۔"ایک کوسدھرے ہوئے عرصہ ہو گیا اب اُس کی کاپی کی بھی اس گھر میں آمد ہو گئی ہے۔سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔وہ اب وہاں سے جا چکی تھیں۔شانزے نے بھی اپنا حلیہ درست کیا اور نیچے جانے کے لیے کمرے سے باہر نکلی تھی۔

"کدھر جا رہی ہیں بیگم صاحبہ ادھر آئیں یہ چھوٹا پیس یہاں پر ہے۔"وہ اُسے نیچے جاتا دیکھتے ہوئے فوراً سے بول رہی تھیں،وہ شانزے کا آرٹ روم تھا جس پر عنائزہ نے قبضہ کر رکھا

تھا۔ وہ اُس کے آرٹ کی چیزوں، کینوس وغیرہ کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ شانزے سب کچھ بھولتے ہوئے اس کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"بھابھی آپ نے تو کہا تھا کہ یہ کھانا نہیں کھا رہی، یہ تو نہیں بتایا کہ یہ میرے آرٹ روم میں گھسی ہوئی ہے۔" وہ عنائزہ کے ہاتھ سے برش کو لیتے ہوئے بولی تھی۔

"ممی پھوپھو سے کہیں کہ مجھے یہ واپس کریں میں کھانا تب بھی کھاؤں گی جب پھوپھو مجھے اس پر کلر کرنا سکھائیں گی۔" وہ گھر کا پہلا پہلا اور نہایت شرارتی بچہ تھا اس نے تو شانزے کے ریکارڈ تو نہیں مگر گھر کا حلیہ بگھارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ وہ پیلے رنگ کا فراک پہنے دو پونیاں بنائے ٹانگوں کو گرد لپیٹے کنوس کے پاس بیٹھی موٹی موٹی آنکھیں دکھاتے ہوئے شانزے کو گھور رہی تھی۔

"آپ کو برش بھی پکڑنا آتا ہے کہ نہیں؟ اے بی سی تو لکھتے ہوئے آپ کے ہاتھوں میں درد ہوتی ہے، اس میں کلر کیسے کرو گی؟ اور اس میں کلر نہیں رنگ بھرتے ہیں۔" ایزل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شانزے دھڑلے سے بولی تھی۔

"اے بی سی کو تو زور لگا کر ایک ہی جگہ پر لکھنا ہوتا ہے اس پر تو میں جہاں مرضی جیسے مرضی کلر کر سکتی ہوں اس میں تو لائنز بھی نہیں ہوتی ہیں۔" مشکل سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور اب وہ شانزے کے ہاتھ سے برش لے چکی تھا۔

"بھابھی یہ کیا چیز ہے اسے آپ سمجھالیں، اسے آپ سمجھا کیوں نہیں رہی ہیں؟ آپ کو نہیں پتہ کہ مجھے ان سب سے کتنا لگاؤ ہے اور یہ میرے شوق کو کس طرح خراب کرنا چاہ رہی ہے۔" وہ ننھے ننھے ہاتھوں سے دوبارہ برش لے نہیں سکی جس پر وہ علینا بھابھی کو باتیں سنانے میں مصروف ہوئی تھی۔

"پھوپھو یہاں بیٹھو ہم مل کر کلر کرتے ہیں پھر میں جلدی سے کھانا کھالوں گی۔" ننھے ننھے ہاتھ زمین پر مارتے ہوئے شانزے کو نیچے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تم نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔" بمشکل سے ہنسی کو روکتے ہوئے وہ دھیرے سے قریب ہوتی عنائزہ کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولی تھی۔

"ماما کہتی ہیں جو بھی ہو میں پھوپھو کا ریکارڈ نہیں توڑ سکتی ہوں۔" اب پلیز پھوپھو مجھے سیکھا

بھی دیں۔ منہ بسورتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا اچھا تم اس کو بھگتو میں اس کا کھانا اوپر ہی لے آتی ہوں۔" وہ جانے ہی لگی تھیں کہ انہیں روک لیا گیا تھا۔ "نہیں بھابھی یہ آرٹ روم ہے یہاں پر یہ سارا کھانا گرا دے گی، جیسے اس گھر کی حالت بگاڑ دی ہی۔

ویسے۔۔۔اس کمرے کی چابی عنائزہ کو کس نے دی ہے؟ شانزے اس بات پر بہت حیران ہوئی تھی۔

"یاسمین آنٹی بہت اچھی ہیں، پھوپھو آپ انہیں کچھ نہیں کہیں گی۔" وہ اب بھی برش کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

"آپ کو چابی یاسمین آنٹی نے دی ہے۔" غصہ دکھانا چاہ رہی تھی مگر ہنسی غصے پر بھی بھاری تھی۔

"وہ تو روم صاف کرنے آئی تھی اور چابیاں انھوں نے کچن میں رکھ دی تھیں۔" ننھے ننھے ہاتھوں کو اپنے چہرے کے قریب لے جاتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ہاتھوں سے اپنے منہ کو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چھپا چکی تھی۔

"اف۔۔۔۔عنائزہ۔۔۔۔ تمہیں میں کھا جاؤں گی۔"شانزے کو ننھی سے جان پر بہت پیار آیا تھا۔شانزے ہار مان چکی تھی اور اب وہ اُس کے ساتھ بیٹھی ایزل کو مزید اپنے قریب کرتے ہوئے بولی تھی۔

"شانزے اب تمہاری باری ہے،اب ماما پاپا نے اسے بھی کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی اس لیے اب تم اسے ایسے ہی برداشت کرو۔"وہ کمرے سے جاتے ہوئے شانزے کو مزید چھیڑتے ہوئے بولی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●●●●●●●●●●●●

"یہ تو بالکل لٹل فیری ہے۔"ماریا نے عنائزہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔عنائزہ نے اپنی ضد پوری کر کے مشکلوں سے کھانا کھا لیا تھا۔وہ اب سارا سامان سمیٹنے کے بعد سب باغیچے میں

بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ماریا بھی اس وقت اُن کے ساتھ موجود تھی وہ کراچی کسی کام سے آئی تھی اس لیے وہ عائشہ کی عزیز ارجان سہیلی شانزے سے ملنے آئی یا وہ عائشہ کا پیغام لے کر آئی تھی۔ عائشہ رخصتی ہونے کے بعد شداد کے ساتھ جرمنی چلی گئی تھی۔ اُن دونوں کا بہت سارا وقت ایک ساتھ گزرا تھا، ایک دوسرے کے گھر آنا جانا بھی مسلسل رہتا تھا اور اکثر شانزے بھی عائشہ کی پھوپھو کے گھر رہنے جایا کرتی تھی۔ ان سب لمحات کا ٹوٹ جانا ملاقاتوں کا ختم ہو جانا اُسے بہت یاد آتا تھا۔ وہ عائشہ کی بہن کو اپنے سامنے دیکھ کر اُس کی کمی کو بہت زیادہ محسوس کر رہی تھی۔ اُن دونوں کی آپس میں بات تو ہوتی تھی مگر فون پر بات کرنا اور آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنا بہت مختلف تھا۔

"تمہاری بہن میری پہلی لٹل فیری تھی، اُسے بھی میں پیار سے لٹل فیری کہتی تھی۔" وہ عنائزہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"لگتا ہے آپ عائشہ آپی کی کمی کو بہت زیادہ محسوس کر رہی ہیں۔" لٹل فیری کا نام لیتے ہی شانزے کی آنکھوں میں نمی گھلی تھی۔

"ہاں انسان چلا جاتا ہے، پھر اُس کی یادیں اُس کی کمی کی سب سے بڑی وجہ بنتی ہیں۔" اُس کا دل کر رہا تھا کہ وہ اُس کے پاس ہو، وہ ہمیشہ کی طرح اُس کے گلے سے لگ کر روئے، وہ ہمیشہ اُس کے گلے لگ کر روئی ہے۔ اُس کے جرمنی جانے کے بعد اُس کا کوئی سہارا بھی نہیں بنا تھا، وہ واحد کندھا تھا جس پر سر رکھ کر شانزے ساری پریشانیاں بھول جایا کرتی تھی۔

"جو ہم سوچتے ہیں آخر وہ سب کہاں ہو سکتا ہے۔" جو بھی تھا شانزے کو اُس کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ بات بات پر عائشہ عائشہ پکارنا، اس طرح اُسے سامنے بیٹھا کر پکارے ہوئے اک عرصہ گزر چکا تھا۔ وہ فیری نہ تھی جو اڑ کر اُس کے پاس چلی جاتی، مگر اُس کا دل کر رہا تھا کہ وہ پلکیں جھپکے تو وہ اُس کے پاس موجود ہو، وہ کافی عرصے سے خاموش تھی۔ اُس کے آنسوؤں کو دیکھنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ بہت دور چلی گئی تھی اتنا کے آسانی سے پاس آنا مشکل تھا۔

"تم بتاؤ کون سا کام ہے؟ کس کام سے آئی ہو۔" اُسے ماریا کی کہی گئی بات یاد آئی تھی۔ وہ

اپنے خیالات کو جھٹکتے ہوئے ماریا سے مخاطب ہوئی تھی۔اُسے لگا کہ اگر مزید اُس نے عائشہ کے بارے میں سوچا تو جو آنسو صرف عائشہ کے سامنے دکھتے تھے،اور اُس کے جانے کے بعد تنہائی میں وہ اب اُس کی آنکھ سے بہہ جائیں گے۔

"میں عائشہ آپی کا پیغام آپ تک پہنچانے آئی ہوں۔"میں یہاں اپنی پھوپھو کے گھر آئی تھی تو سوچا عائشہ آپی کا پیغام آپ تک پہنچا دوں۔

"مجھے اُس کے کوئی بھی پیغامات نہیں چاہیے،اُسے جا کر میرا پیغام دینا اور کہنا کہ مجھے وہ چاہیے اپنے پیغامات میرے پاس وہ خود لے کر آئے۔"ماریا سے کہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں انھیں کہتی ہوں کہ وہ خود آجائیں۔"وہ کرسی سے اٹھ چکی تھی۔

"ہاں میرا پیغام ارسال کر دو،لیکن تم کدھر جا رہی ہو؟"اُسے اٹھتا دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میں اب یہاں رک کر کیا کروں گی،آپ نے تو اُن کا پیغام لینے سے منع کر دیا ہے۔"وہ ہنسی تھی۔

"اس کی اتنی ہمت کہ یہ میرا پیغام لینے سے منع کرے۔۔۔"پیچھے سے کسی نے زور سے آکر

اُس کی گردن کے ارد گرد ہاتھوں کی گرفت کو مضبوطی سے جکڑا تھا۔

وہ عائشہ کی آواز تھی، شانزے سے تو کوئی الفاظ جیسے کہنے ہی نہ ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ پر جام ہو گئی تھی۔

"اگر آپ کوئی اور دعا مانگ لیتی تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔" ماریا شانزے کی سنہری آنکھوں کو چمکتا دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ اس لمس کو محسوس کیے ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔ شانزے کا پھوٹ پھوٹ کر رونے کا دل چاہا تھا۔

"یہ آ گئی ہے، اب باقی دعائیں بھی آہستہ آہستہ قبول ہو جائیں گی۔" وہ اب عائشہ کے سینے سے لگے رو رہی تھی۔ وہ اُس کے ارد گرد ایسے لپٹی تھی جیسے چھوڑنے سے وہ غائب ہو جائے گی۔

عائشہ میں بے حد خوش ہوں، تم آ گئی ہو، میں بہت خوش ہوں۔ اُسے سمجھ نہ آیا وہ کیا کیا بولے۔

"پھوپھو رو کیوں رہی ہو، ادھر آو میرے پاس۔" عنائزہ کب سے شانزے کو روتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ گیم سے اپنا دھیان ہٹا کر وہ اب شانزے کو اپنے پاس بلا رہی تھی۔

"پھوپھو کو آپ تنگ کرتی ہو، پھوپھو آپ کی شکایت لگاتے ہوئے رو رہی ہیں۔" ماریا اُن دونوں کو ایک دوسرے میں مدہوش دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"عائشہ بیٹے تم؟ شکر ہے تم آ گئی ہو۔ کم از کم اب شانزے کی ہنسی تو بحال ہو گی۔" نادیہ بیگم عائشہ کو دیکھتے ہوئے بہت خوش ہوئی تھیں۔

"وقت کتنا کچھ بدل دیتا ہے، تم دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر کھانا کھانا مشکل تھا اور اب کیسے ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہو۔" نادیہ بیگم کا ہاتھ اب عائشہ کے کندھے پر موجود تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کوئی بات نہیں آنٹی، میں اسے اپنے ساتھ لینے آئی ہوں۔"

"ہاں لے جاؤ، بچوں کے علاوہ چلو کہیں تو یہ جائے گی۔"

"جی آنٹی، لیکن میں اس کو پکا پکا اب اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

"فی الحال تم میرے ساتھ کمرے میں چلو۔" شانزے گھسیٹتے ہوئے اُسے اپنے ساتھ وہاں سے لے جا چکی تھی۔

●●●●●●●●●●●●

"شانزے تم کتنا بدل گئی ہو۔" اُس کے وجود اور دلکش نقوش کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت کمرے میں آچکے تھے۔ کمرہ بالکل نہیں بدلا تھا، سب کچھ ویسا ہی تھا ہر چیز وہاں ہی موجود تھی جیسے تین سال پہلے تھی۔

"نہیں میں تو نہیں بدلی کیا ہوا میں کیسے بدل گئی ہوں؟" سوال پر سوال کیا تھا۔ اُسے لگا جیسے اُس کا برتاو بدل گیا ہے۔

"یار تم پہلے سے کہیں زیادہ حسین ہو گئی ہو۔" عائشہ کی آنکھیں اُسے دیکھ کر بھر آئی تھیں۔

"میں حسین نہیں ہوئی ہم دونوں ملے ہی اتنے عرصے بعد کہ تمہیں میں حسین لگ رہی ہوں۔" سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تم بہت حسین ہو، اتنی کہ تم صرف اپنی سنہری آنکھوں سے سب کچھ بدل سکتی ہو۔ تم سے

کوئی نفرت کیسے کر سکتا ہے؟ تم تو سب کو اپنی طرف مائل کر دیتی ہو خود کی ہنسی میں ڈوبا دیتی ہو، کوئی تم سے آزاد کیسے ہو سکتا ہے؟"وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"اچھا اگر ایسا ہے تو پھر ان سب کے ہوتے ہوئے میرا انتظار کرنا کیوں ختم نہیں ہو رہا ہے؟"وہ ہنسی تھی۔

"یہ آزمائش بھی جلدی ختم ہو جائے گی۔"

"کیا یہ آزمائش ہے؟"وہ اُس کی بات کو سمجھنا چاہ رہی تھی۔

"تمہارے لیے انتظار ہے، تم کب تک انتظار کرتی رہو گی؟"وہ ہنسی تھی۔

"اُس کے لیے تو آخری سانس تک انتظار کیا جا سکتا ہے۔ ابھی تو پھر تین سال گزرے ہیں۔"عائشہ کو بھی خاموش کروا دیا گیا تھا۔

عائشہ اپنے جیٹھ کے ساتھ کال پر موجود تھی، وہ شانزے کی تمام گفتگو سن رہا تھا۔ شانزے تو صرف کہہ رہی تھی، مگر دوسری جانب بڑھتی جانے والی سسکیوں کی آواز صرف عائشہ سن سکتی تھی۔

"اچھا چلو ہم باہر چلتے ہیں۔" عائشہ نے کال کاٹ دی اور بلوٹوتھ کانوں سے نکال دیے تھے۔

عائشہ اور شداد کی شادی کے وقت بھی زاویار اور شانزے کی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ وہ اُس کے سامنے نہیں جانا چاہتی تھی، وہ وقت کا انتظار کرتی تھی کہ جب وہ اُسے ملاقات کے لیے بلائے گا جب وہ اس سے بات کرنے کے لیے بلائے گا۔ وہ صرف اُس کا انتظار کرتی تھی وہ تب تک انتظار کرتی رہتی جب تک وہ وقت نہ آتا، ابھی تو صرف تین سال گزرے تھے۔ وہ اُس کا موت تک انتظار کر سکتی تھی اور وہ کر بھی رہی تھی۔ شامیر سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد عائشہ کی شادی ہونے کے بعد نادیہ بیگم نے بہت سارے رشتے شانزے کے لیے دیکھے مگر شانزے کا ہمیشہ کی طرح انکار زبان پر ہوتا تھا۔ اُس نے اپنے آپ کو مصروف کرنے کے لیے بچوں کو آرٹ کی کلاسز دینا شروع کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے، لیکن ہم باہر کہاں جائیں گے؟"

"اتنا بڑا کراچی ہے ہم کہیں پہ بھی جا سکتے ہیں، بس تم جانے والی بنو۔" عائشہ نے اُس کے آمادہ ہونے پر سکون کا سانس لیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا ٹھیک، تم نیچے گاڑی کے پاس جاؤ، میں تیار ہو کر آتی ہوں۔"

"شانزے تم سکون سے تیار ہو، اور میں نے ڈرائیور کو بلوا لیا ہے۔ آج تم ڈرائیور نہیں بنو گی۔"

وہ اُسے ٹینشن فری کرتے ہوئے بولی تھی۔

"تم کہاں سکون کرنے دیتی ہو؟ تم ماما کے ساتھ کس قسم کا مذاق کر رہی تھی؟"

"فی الحال تم تیار ہو، ان سب باتوں کا میرے پاس وقت نہیں ہے" وہ خوبصورت موسم کو دیکھتے ہوئے بالکونی کی طرف گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●●●●●●●●●●●

"ہم جا کدھر رہے ہیں؟" وہ مسلسل گاڑی کو روڈ پر چلتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ کافی وقت ہو

چکا مگر راستہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"ہم تھوڑا اس جگہ سے دور جا رہے ہیں۔"

"تمہیں بھی ان سب چیزوں کا آج ہی خیال آیا ہے، موسم نہیں دیکھ رہی ہو کتنا خراب ہے؟" اُسے بارش لگنے کا خدشہ تھا۔

"ویسے مزید حسین لگ رہی ہو۔" وہ آسمانی رنگ کے فراک میں ملبوس تھی۔ فراک پاؤں تک لمبا تھا۔

"ایسے ہی تیار رہا کرو، میرا تو تم پر سے نظریں ہٹانے کا دل کر ہی نہیں رہا ہے۔" جب تک ڈرائیور آیا، عائشہ نے شانزے کو بہت خوبصورت تیار کیا تھا۔ سندر زیبائش شانزے پر بہت جچ رہی تھی۔

"عائشہ تم پاگل ہو۔"

"اب بھی نہ ہوں؟ اتنے عرصے بعد میں اپنی دوست کے ساتھ وقت گزارنے لگی ہوں۔"

"تم سے میں نے اتنی ساری باتیں کرنی ہیں، مگر تم مجھے اپنے ساتھ یہاں لے آئی ہو۔" وہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سنہری آنکھیں جو آج کاجل سے سنوری ہوئی تھیں یا آنکھوں نے کاجل کو سنوار رکھا تھا۔ وہ اُن آنکھوں میں غصے کو لاتی ہوئی بولی تھی۔

"اچھا ابھی دماغ کو سکون دو، میں ابھی کچھ دن یہاں ہی ہوں، پھر ساری باتیں کریں گے۔" وہ مسکرائی تھی۔

"چلو اترو کولاچی ریسٹورنٹ آچکا ہے۔" وہ گاڑی رکتے ہی اُسے آگاہ کرنے لگی تھی۔

"تم نے کیا نام لیا ہے؟" وہ اُسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"اب تو آگئے ہیں، اچھا اب اترو بھی آج تم صرف میری بات مانو گی۔" وہ اپنی چھوٹی آنکھوں کو مزید چھوٹا کرتے ہوئے اب اُسے دھمکا رہی تھی۔ کولاچی ریسٹورنٹ روڈ سے پانچ سے سات کلومیٹر دور ہے۔ مگر رش ہونے کے باعث انھیں تھوڑا وقت مزید زیادہ لگا تھا۔ اس ریسٹورنٹ کے باہر کلفٹن بیچ ہے۔ جسے سمندر کا نظارہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ دریا جیسے قدرتی مناظر سے بھی انسان لطف اٹھا سکتا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ آج بہت خوبصورت لگ رہا ہے، یہ سب بالکل میری بنائی گئی پینٹنگ کی طرح ہے۔"

ہواؤں کے ساتھ وہ بھی جھوم رہے تھے۔ منظر بہت خوبصورت تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے حساب کے مطابق قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"کیسی پینٹنگ؟" وہ جز بز ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں تم نہیں سمجھو گی۔"

"اچھا چلو اندر چلتے ہیں، باقی باتیں اندر جا کر کرتے ہیں۔" شانزے کا ہاتھ اُس نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

"ویلکم۔" ٹیبل کے پاس پہنچتے ہی اُسے صرف اُن دونوں کی موجودگی وہاں نہ لگی تھی۔ تم بھی اس موسم میں یہاں لے آئی ہو۔

"آپ؟" وہ اُس کی آواز پر چونکی تھی۔ آس پاس سب سے وہ انجان ہو گئی تھی، اتنے عرصے بعد مدہ بھاری شہد جیسی آنکھیں اُس کی سنہری آنکھوں میں اتری تھیں۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔۔۔ اُسے خود بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا تم دونوں بات کرو میں کچھ آرڈر کرتی ہوں۔" وہ اُن کے ٹیبل سے اٹھ چکی تھی۔

شانزے بس اُسے وہاں سے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ اس بات پر بہت حیران تھی کہ آخر اُسے کچھ بھی محسوس کیوں نہیں ہوا تھا۔

" کیسی ہیں آپ؟" وہ اُسے حیران ہوتا دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ کے ہوتے ہوئے بھی بھلا، اس سوال کا جواز باقی ہو سکتا ہے۔" وہ اُس کے چہرے کو خود میں قید کرنے لگی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

●●●●●●●●●●●●●

"آپ اب مجھ سے کچھ بات کر سکتے ہیں۔" وہ خاموشی کو توڑتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا کہوں، مطلب۔۔۔ وہ الفاظ کہاں سے لاؤں۔"

"اگر کسی کو غلطی کا پچھتاوا ہو جائے، تو اُسے خود کو نوچنے کے بجائے حال میں خوش رہنا

چاہیے۔" آپ اگر آج تک اس بات سے خاموش رہے کہ آپ نے ماضی میں کچھ صحیح نہیں کیا تو یہ آپ کی بھول ہے۔ مجھے سب معلوم ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی بات۔۔۔ میرا مطلب ماہین کی بہن کے قتل کے علاوہ کوئی بات ہے تو آپ مجھ سے کر سکتے ہیں۔

پل بھر کے لیے مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں پوری طرح سے کھلی تھیں۔ زاویار کو ایسے لگا جیسے اُسے غلط سنائی دیا ہے۔ آج اُسے ماہین ایک دعا لگی تھی۔ اُسے لگا جیسے اُس کی تمام تر دی گئی بد دعائیں، اُن کا راستہ اُس نے خود بدل لیا تھا۔ "میں سب ٹھیک کر دوں گی۔" اُسے ماہین کے کہے گئے الفاظ یاد آئے تھے۔

"میں شرمندہ ہوں۔"

"ایسے بول کر تو آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ چکی تھی۔ وہ باہر جانے کے لیے تیار ہوئی تھی۔ آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ اب ہم تب ملیں گے جب سچ مجھے معلوم ہو جائے گا، اب تو مجھے سب معلوم ہو گیا ہے۔

"موسم بہت اچھا ہے۔" ریسٹورنٹ کے پاس دو دریا کی جگہ ہے۔ وہ دونوں اب چہل قدمی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کر رہے تھے۔

"وقت بھی اچھا ہے۔" ہوا کے باعث وہ اپنے بکھرے بالوں کو سنوارنے لگا تھا۔

"آپ کا ساتھ ہے تو سب اچھا ہے۔"

"کیا آپ زاویار علی کو اپنی حراست میں لے سکتی ہیں؟" وہ جانتا تھا شانزے اُسے بے پناہ چاہتی مگر اُس نے بھی آج اپنی محبت کا اظہار کیا تھا کچھ ہی وقت بعد وہ اپنی جیب سے ایک ڈبے کو نکال کر اُس کے سامنے پیش کرتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا میں آپ کے لیے مسکراہٹ کا سبب بن سکتا ہوں؟" گھٹنے کی مدد سے وہ اب نیچے بیٹھ کر اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔

"کیا آپ اس مجرم کو اپنے ساتھ تمام عمر رہنے کی سزا سنا سکتی ہیں۔" اُس کی مدھ بھری شہد جیسی آنکھیں چمکی تھیں۔

"یہ سزا اس مجرم کی جینے کی وجہ ہے، کیا آپ ہاں کر کے مجرم کو زندگی کی خوشی دے سکتی ہیں۔" ویسے ہی انگوٹھی ہاتھ میں لیے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا وہ شانزے کی ہاں کا انتظار

کر رہا تھا۔ "دے تو ایسے رہا تھا جیسے گلاب، اور پھر آگے بڑھا دیا ہے۔ اُسے ماضی میں سوچے گئے اپنے کچھ الفاظ یاد آئے تھے۔"

"مجھے یہ مجرم ہمیشہ کے لیے اپنی قید میں قبول ہے۔" ٹھوڑی پر پڑے ڈمپل سے وہ اپنی نظریں ہٹا نہیں پا رہی تھی۔ اس بار وہ انگوٹھی اُسی کے لیے تھی۔ زاویار اُسے اپنے نام کی انگوٹھی پہنا چکا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں انگوٹھی کو دیکھ رہی تھی جو کہ بہت خوبصورت تھی۔

انتظار! انتظار ختم ہو چکا، یہ سفر بھی آخر کٹ چکا تھا۔

وہ دونوں اب باتیں کرتے کرتے دریا کے قریب جا رہے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں اُس نے اپنے فراک کو مٹھی میں سمیٹ رکھا تھا۔ یہ بالکل اُس تصویر کی طرح تھا اُس تصویر میں ایک لڑکا بھی تھا۔ جو آج اُس کے ساتھ بھی موجود تھا۔ یہ تصویر اُس نے خود کو تصور کرتے ہوئے نہ بنائی مگر وہ سوچا ضرور کرتی تھی کہ زندگی میں ایک بار تو ایسا واقعہ پیش آنا چاہیے، یہ سب معجزہ تھا۔ زاویار ویسے ہی اُسے دیکھ رہا جیسے پینٹنگ میں موجود ایک لڑکا ساتھ چلتی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اس تصویر کو حقیقت ہونے میں چار سال آٹھ مہینے اور دو دن لگے تھے، اتنے

عرصے بعد آخر اُسے وہ مل ہی گیا، جو پہلی بار اُس کی نظر میں صرف ایک آئس کریم والا تھا۔

وہ پہلے دن سے لے کر اب تک کا سفر سب سوچ رہی تھی۔ وہ محبت جو کبھی ختم نہ ہوئی آج وہ بے لگام محبت مکمل ہو گئی تھی۔ یہاں سے ان کی زندگی کی ایک نئی شروعات ہوئی، ایک نئی داستان کا آغاز ہوا تھا۔

●●●●●●●●●●●●

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ختم شد

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842